غزوہ

تبوک

علامہ محمد احمد باشمیل

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ تبوک

تالیف

علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ :

مولانا اختر فتحپوری

نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

جملہ حقوق اردو ترجمہ
کتاب غزوۂ تبوک
قانونی رائٹس بحق
چوہدری محمد طارق اقبال گاہندری
مالک نفیس اکیڈمی کراچی محفوظ ہیں۔

نام کتاب : ——— غزوۂ تبوک
تالیف : ——— علامہ محمد احمد باشمیل
ترجمہ : ——— مولانا اختر فتحپوری
ناشر : ——— نفیس اکیڈمی۔ کراچی
طبع اول : ——— اپریل ۱۹۸۹ء
ایڈیشن : ——— آفسٹ
ضخامت : ——— ۴۰۰ صفحات
ٹیلیفون : ——— ۲۱۳۳۰۳

مطبع احمد برادرز۔ کراچی

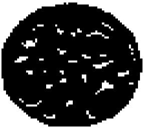

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	عرض ناشر	۱۳
۱	کلمۃ المؤلف	
۲	فصل اول	۱۴
	غزوۂ حنین اور تبوک کے درمیان مختصر فوجی واقعات	۱۵
۳	حنین اور طائف کے بعد فوجی دستے۔	۱۹
۴	بنی تمیم کے لیے تادیبی دستہ محرم سنہ ۹ھ۔	۲۰
۵	خزاعہ کا بنی تمیم کو اپنے علاقے سے نکالنا۔	۲۲
۶	خثعم کی تادیب کے لیے دستہ صفر سنہ ۹ھ۔	۲۵
۷	بنی کلاب کے لیے دستہ، ماہ ربیع الاول سنہ ۹ھ۔	۲۷
۸	علقمہ مدلجی کا بحری دستہ، ربیع الآخر سنہ ۹ھ۔	۳۰
۹	قبیلہ طی کی طرف حضرت علی بن ابی طالب کا دستہ، ربیع الآخر سنہ ۹ھ۔	۳۳
۱۰	عدی بن حاتم شام کی طرف کیسے بھاگا۔	۴۳
۱۱	حضرت کعب بن زہیر شاعر کا قبول اسلام سنہ ۹ھ۔	۴۵
۱۲	فصل دوم	۵۶
۳	قبائل شام کی تاریخ	۵۲
۱۴	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو کیسے اکٹھا کیا	۶۵
۱۵	مسلمانوں کے درمیان عام لامہ بندی۔	۶۹

۱۶ مالدار صحابہ کا فوج کے لیے عطیات دینا۔ ۶۱
۱۷ فوج کو عطیات دینے میں عورتوں کی شمولیت۔ ۶۵
۱۸ تخریبی عناصر کا مدینہ میں متحرک ہونا۔ ۷۵
۱۹ منافقین کے تمسخرات کے نمونے۔ ۷۸
۲۰ غزوۂ تبوک میں ابن ابی اور الجد بن قیس کا موقف۔ ۸۱
۲۱ عبداللہ بن ابی کا تخریبی کردار ۸۶
۲۲ منافقین کے سازشی اڈے کی تباہی۔ ۹۲
۲۳ سب سے خطرناک اڈہ ۹۵
۲۴ فوج کے اجتماع کی تکمیل و انتظامی تدابیر۔ ۹۷
۲۵ مدینہ کا نائب امیر ۹۹
۲۶ فصل سوم ۱۰۴
۲۷ فوج میں گھڑسوار فوج ۱۱۰
۲۸ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے والے چار مومنین۔ ۱۱۲
۲۹ جس راستے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک روانہ ہوئے ۱۱۷
۳۰ منافقین فوج میں ۱۲۰
۳۱ لوگوں سے علیحدہ چل پڑے ہیں۔ ۱۲۳
۳۲ مخشی بن حمیر کی توبہ ۱۲۶
۳۳ دیار ثمود سے گزر اور ان کے کنوؤں سے پانی پینے سے روکنا۔ ۱۲۷
۳۴ ثمود کی رہائش گاہوں میں داخل ہونے سے روکنا۔ ۱۳۲
۳۵ فوج کے اندر تشکیک اور جرح کے عناصر۔ ۱۳۳
۳۶ عربوں میں اونٹوں کے پیچھے حدی خوانی۔ ۱۴۱
۳۷ اہل یمن کی نصرت اسلام۔ ۱۴۲
۳۸ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ایک صحابی کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھنا۔ ۱۴۳
۳۹ [illegible] ۱۴۴
۴۰ تبوک پہنچنا۔ ۱۴۵
۴۱ تبوک میں نبوی مجالس ۱۴۶

۴۲	شہید فی سبیل اللہ کون ہے؟	۱۴۹
۴۳	سانپ کی شکل میں متشکل ہونے والے جن کا واقعہ۔	۱۵۰
۴۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طلوعِ آفتاب کے بعد صبح کی نماز پڑھنا۔	۱۵۳
۴۵	حجۃ الوداع کے خطبے کی مانند خطبہ۔	۱۵۴
۴۶	ایمان یمن والوں کا ہے	۱۵۶
۴۷	گھوڑوں کی فضیلت کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو۔	۱۵۷
۴۸	تربیتِ نبوی کا ایک واقعہ	۱۵۸
۴۹	حدود پر رومیوں کا کوئی نشان نہ تھا۔	۱۶۰
۵۰	فصلِ چہارم	۱۶۲
۵۱	دومۃ الجندل کی فتح۔	۱۶۳
۵۲	حضرت خالدؓ کا تبوک سے مارچ کرنا۔	۱۶۹
۵۳	قلعہ کیسے سر ہوا؟	۱۷۷
۵۴	کیا اکیدر مسلمان ہوا؟	۱۸۲
۵۵	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب سے حدودِ شام کو پار کرنے کے بارے میں مشورہ۔	۱۸۴
۵۶	منافقین کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب قتل کرنے کی کوشش کرنا۔	۱۸۶
۵۷	قتل کے بارے میں منافقین کا منصوبہ کیسے ناکام ہوا؟	۱۸۹
۵۸	منصوبہ تیار کرنے والوں کے قتل کا مطالبہ۔	۱۹۸
۵۹	مسجدِ ضرار کا واقعہ اور اس کا گرانا۔	۲۰۱
۶۰	سازشوں کا اڈہ مسجدِ ضرار	۲۰۳
۶۱	ترتیب تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ ضرار میں نماز پڑھتے۔	۲۰۴
۶۲	غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین آدمیوں کا واقعہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ان کو معاف کرنا۔	۲۰۵
۶۳	حضرت کعب بن مالکؓ کی اپنے المیہ کے بارے میں گفتگو۔	۲۲۳

۱۴۰ وفد مہرہ ۳۵۰
۱۴۱ وفد حمیر ۳۵۱
۱۴۲ وفد نصاریٰ نجران ۳۵۵
۱۴۳ وفد جیشان ۳۵۷
۱۴۴ وفد [illegible] ۳۶۴
۱۴۵ جزیرۂ عرب پر اسلام کا قبضہ ۳۶۵
۱۴۶ ذوالکلاع حمیری کے وفود ۳۶۶
۱۴۷ زکوٰۃ کا جمع کرنا۔ ۳۶۸
۱۴۸ حجۃ الوداع ۳۶۹
۱۴۹ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں صرف ایک ہی حج کیا۔ ۳۷۳
۱۵۰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے حج میں کعبہ کو غلاف چڑھانا۔ ۳۷۵
۱۵۱ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اہل مکہ کی نماز۔ ۳۷۶
۱۵۲ کیا عورت کا چہرہ چھپانے کی چیز ہے؟ ۳۸۳
۱۵۳ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں۔ ۳۸۲
۱۵۴ یوم عید یوم حج اکبر ہے آپ کا خطبہ ۳۸۴
۱۵۵ منیٰ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ۔ ۳۸۹
۱۵۶ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کو واپسی۔ ۳۹۳
۱۵۷ حضرت اسامہ بن زید کی فوج کو تیاری کا حکم۔ ۳۹۳
۱۵۸ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ارتداد کا ظہور۔ ۳۹۵

--

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۃ المؤلف

اے اللہ! ہم تجھ سے مدد کے خواہاں ہیں اور اپنے شرورِ نفس اور اعمالِ سیئہ سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور تجھ سے قول و عمل کی درستگی کی دعا کرتے ہیں۔ وصلی اللّٰھم علیٰ نبیک محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

امابعد! یہ کتاب ہمارے تاریخی سلسلہ "اسلام کے فیصلہ کن معرکے" کی ایک کتاب ہے جسے ہم قارئین کرام کے سامنے اس امید پر پیش کر رہے ہیں کہ یہ موضوع و افادیت کے لحاظ سے ان کی پسندیدگی کے مقام پر ہوگی۔

بلاشبہ غزوۂ تبوک اس لحاظ سے تاریخِ عہدِ نبوی کا سب سے بڑا غزوہ ہے کہ جس فوج نے اس کی ذمہ داری لی وہ تیس ہزار تک پہنچی ہوئی تھی اور عہدِ نبوی کی تاریخ میں، خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیرِ کمان اس کی مانند فوج جمع ہو گئی ہو، اتنی تعداد پہلے جمع نہیں ہوئی، اسی طرح یہ غزوہ سب سے بڑا فوجی حملہ تھا، آخری فوجی کارروائی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔

غزوۂ تبوک میں اسلامی فوج اور اس جنگ کے لیے لائی جانے والی رومی فوج کے درمیان کوئی مڈبھیڑ نہیں ہوئی کیونکہ اس فوج نے —— مؤرخین کے بیان کے مطابق —— متعدد بڑی بڑی فوجوں کو جزیرہ عرب کی سرحد پر اپنے عرب عیسائی مددگاروں کی مدد سے اس میں داخل ہونے کے ارادے سے اکٹھا کر رکھا تھا۔

اور یہ فوج محض مدینہ سے مسلمانوں کے مارچ کا علم ہونے سے ہی اسلامی فوج کے ساتھ مڈبھیڑ ہونے کے خوف سے، حدود سے اواسط شام کی طرف سمٹ آئی اور اسی کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں نے تبوک پہنچتے ہی اپنے گشتی دستوں کو پھیلا دیا اور انھوں نے فوج اور رومیوں کا کوئی نشان نہ پایا۔

○

الغرض اسلامی فوج نے ——— گرچہ اس غزوہ میں رومیوں پر ——— فوجی فتح حاصل نہیں کی۔ مگر اس نے سب سے بڑی معنوی فتح حاصل کی ہے اور وہ اس طرح کہ اس نے اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی شہنشاہیت کی فوج کو خوفزدہ کر دیا۔ جب اس کی آمد پر حدود سے وہ بیزنطین بھاگ گئیں جنھیں ہرقل نے جزیرہ عرب پر حملہ کرنے کے لیے جمع کیا تھا اور تبوک میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی فتح پانا بڑی بڑی فوجی فتوحات کا پیش خیمہ بن گیا جو آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے رومیوں پر حاصل کیں اور وہ یوں کہ انھوں نے شام کا تمام علاقہ اور ایشیائے کوچک کا کچھ حصہ ان سے چھین لیا، جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔

اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں فوجی فتح ریکارڈ کی جس کی بڑی اہمیت ہے اور وہ یوں کہ آپ نے حضرت خالد بن ولید کو تبوک سے چار سو سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف بھیجا اور آپ نے سب سے خطرناک پاکٹ کا صفایا کر دیا جو جزیرہ کے اندر اسلام کی دشمن تھی اور وہ دومۃ الجندل کی کندی عربی نصرانی مملکت تھی، آپ نے اس کے قلعوں پر قبضہ کر لیا اور اس کے بادشاہ اکیدر بن عبد الملک کو قیدی بنا لیا اور اس کے بھائی حسان کو قتل کر دیا۔

بلکہ تبوک میں جیش نبوی کی موجودگی نے ان متعدد امرا کو خوفزدہ کر دیا جو شام کے اندر بازنطینی تاج سے وابستہ تھے انھوں نے ہتھیار ڈال دیے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا جس کے

انھوں نے جزیہ ادا کر کے مسلمانوں کی اطاعت میں آنا قبول کیا ۔۔۔۔ اور وہ علاقے کے اہل اذرح اور جربا اور خلیج عقبہ کے اہل ایلات تھے ۔۔۔۔ اور یہ تمام علاقے آج فلسطینی ملحقات کے ضمن میں شام میں داخل ہیں۔

اس طرح غزوۂ تبوک نے اپنے مقاصد کو کامل طور پر پورا کیا اور جیش نبوی بڑی فتح حاصل کر کے مدینہ واپس آگیا۔

○

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک سے قبل اور بعد یعنی ہجرت کے نویں سال میں متعدد فوجی دستے جزیرہ عرب کی دور دراز اطراف میں بھیجے ان دستوں نے جزیرہ میں موجود تمام بت پرست باقیوں کا صفایا کر دیا اور آپ نے غزوۂ تبوک سے قبل آخری فوجی دستے بھیجے جنہوں نے جزیرہ کے بت پرستی کے تمام مظاہر کا مکمل صفایا کر دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنہ ۱۱ھ میں رفیق اعلیٰ سے اس وقت جا ملے جب جزیرہ کی انتہائی دور دراز اطراف میں اسلام کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔

والحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وآلہ وصحبہ۔

محمد احمد باشمیل

جدہ ۔۔۔ مملکت عربیہ سعودیہ۔

۱۳۹۵ھ - ۱۹۷۵ء

فصلِ اوّل

غزوۂ حنین اور غزوۂ تبوک کے درمیان

مختصر فوجی واقعات

- عیینہ بن حصن الفزاری کی کمان میں بنی تمیم کے لیے تادیبی دستہ۔
- قطبہ بن عامر کی کمان میں خثعم کے لیے تادیبی دستہ
- بنی کلاب کی جانب الضحاک بن سفیان کا سریہ
- علقمہ بن مجزز المدلجی کی کمان میں بحری دستہ
- قبیلۂ طی کی جانب حضرت علی بن ابی طالب کا سریہ
- عدی بن حاتم کے اسلام کا واقعہ
- کعب بن زہیر کے اسلام کا واقعہ
- نجران کی طرف حضرت خالد بن ولید کا دستہ
- یمن کی جانب حضرت علی بن ابی طالب کا سریہ
- کعب الاحبار کے اسلام کا واقعہ

اس میں کوئی تنازع نہیں پایا جاتا کہ معرکۂ حنین جو کہ مسلمانوں اور ہوازن کے درمیان ہوا، وہ سخت ترین اور آخری معرکہ تھا جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس حصہ لیا۔

اور اس معرکہ میں مسلمانوں کی فیصلہ کن فتح، جزیرۂ عرب میں بت پرستی کے

تابوت میں ٹھونکا جانے والا آخری کیل تھی ، یہی معرکہ تھا ۔ احزاب کے تحالف کے بعد[1] سب سے بڑے قبائلی اتحاد نے مسلمانوں کے سامنے شکست کھائی جس کا اسلام نے اپنی تاریخ میں سامنا کیا ۔ اور جزیرہ عرب میں بت پرستی پر قائم رہنے والے ۔ اور شکست کرنے والے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے اور ابھی اسلام ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا وہ حنین میں اسلامی فوج پر ہوازن کی فوج کی فتح سے بڑی امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھے ۔ ہوازن کی جرار فوج اپنے اپنے علاقوں سے معرکہ میں شامل ہوئی یہ اٹھ کر مسلمانوں کو نکالنے کے لیے آئیں ان کا اندازہ بیس ہزار لگایا ہے جب کہ مسلمانوں کی فوج دس ہزار مجاہدوں سے زیادہ نہ تھی اور ان میں مکہ کے وہ دو ہزار مسلمان بھی شامل تھے جن کے مسلمان ہونے پر صرف نصف ماہ ہی گزرا تھا اور ان میں بہت سے لوگ وہ تھے جو دل میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق سازش کا عزم رکھتے تھے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین کی فتح کے متمنی تھے ۔

مگر حنین میں اسلامی فوج کے ہاتھوں ہوازنی لشکر کو تباہ کرنے نے ان تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا جن سے جزیرہ عرب میں ادھر ادھر پھیلے ہوئے بت پرستی کے باقیماندہ اڈے وابستہ تھے ۔

اور ہوازنی فوجی بازوؤں میں سے ایک بازو جس کی اپنی اہمیت ہے اسلیم کی مانند باقی رہ گیا اور وہ ثقیف کا بازو تھا جو —— حنین کی شکست کے بعد —— مسلمانوں کے لیے کچھ خطرہ تھا اور یہ بازو طائف میں اپنے قلعوں میں اپنی بت پرستی سے تمسک کیے ہوئے اور عداوت کا اظہار کرتے ہوئے اور اسلام کے آگے اقتدار کی عربی مقاومت کرتے ہوئے قلعہ بند ہو گیا ۔

مگر اس ہوازنی بازو کا خطرہ اس وقت دور ہو گیا جب اس بازو کے بڑے

---

[1] دیکھیے ہماری تیسری کتاب "غزوۂ احزاب"

پڑ اور ان کے پیچھے پڑا اسلام میں داخل ہو گئے اور یہ اس وقت ہوا جب ثقیف نے خود کو اکیلا تنہا اور ہوازن کے ان بقیہ قبائل کے مقابلہ میں محصور کی مانند پایا جو صدق دل سے اسلام میں داخل ہوئے اور وہ ہوازن کے سابق بادشاہ اور ان کے سالار اعظم کی کمان میں معرکہ حنین میں شامل ہوئے جس نے ان کے گھر کے صحن میں ثقیف کو سانس لینا دشوار کر دیا۔

پس ثقیف کے دانشمندوں نے ایک میٹنگ بلانے میں جلدی کی جس میں انہوں نے اپنے ہوازنی بھائیوں کے اسلام میں داخل ہونے اور اس دین کے سپاہی بن جانے کے بعد اپنے معاملے میں گفتگو کی وہ اس دین کی مدد کی خاطر طائف پر اس کے باشندوں کے شرک پر قائم رہنے کی وجہ سے حملے کرتے تھے۔

ثقیف کے قبائل ایک حربی قوت تھے بلاشبہ اس کا اپنا ایک وزن تھا اور ثقیف قدیم ترین زمانوں سے ممتاز سطح کی جنگجو قوم ہے۔

اور بارہ ہزار جری فوج نے حنین میں فتح پانے اور ان ثقیفوں کے تعاقب کرنے کے بعد ان کا جو شدید محاصرہ کیا اس کے سامنے اپنے قلعوں کے اندر ان کا صبر کے ساتھ ڈٹ جانا ان کی جنگی مہارت اور جنگی حالات میں ان کی اصلیت کی گواہی دیتا ہے اور ہم نے جیسا کہ ہماری دوسری کتاب غزوہ حنین میں پہلے بیان ہو چکا ہے ، دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چودہ شہید کھونے کے بعد جو ثقیف کے تیروں سے قتل ہوئے تھے ایسے طائف کا محاصرہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔

اور یہ وہ تعداد ہے کہ کسی مورخ نے بیان نہیں کیا کہ مسلمانوں نے خود معرکہ حنین میں اس کی مانند آدمی کھوئے ہوں ۔ یہ بات ثقیف کے عناد اور ان کے تکبر جنگجو قوم ہونے پر دلالت کرتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اس کے کہ آپ کی فوج ، ثقیف کے کسی قبیلے کو ہتھیاروں کی قوت سے مجبور کرے ، ثقیف کے قلعوں کا محاصرہ چھوڑ دیا ، مگر آپ نے اپنے اصحاب کو خبر

دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ثقیف کو لائے گا اور وہ خوشی سے اسلام میں داخل ہوں گے۔ اس لیے ایسے لوگوں کے محاصرہ میں وقت ضائع کرنے کی کوئی وجہ نہیں جو عنقریب اپنی مرضی سے جلد یا بدیر مسلمان ہو کر آئیں گے۔

اور ثقیف کے متعلق حضور اور دانشمند قائدین نے اپنی پوزیشن کے مطالعہ کے بعد — جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے — بالاتفاق یہ محسوس کیا کہ ان کے لیے — اپنے بھائیوں اور پڑوسیوں کے قبائل کے نرغے میں جو سب کے سب اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، اپنے مشرک رہنے کے نتیجے میں — اس خوف اور تنگی سے نجات پانے کی کوئی راہ نہیں، سوائے اس کے کہ وہ بھی اسی طرح اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اور اس رائے پر اتفاق کے نتیجے میں ثقیف کا ایک وفد مدینہ گیا اور طویل مذاکرات کے بعد ان سب نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور ان مذاکرات میں ثقیفی وفد نے بہت کم عقل کا اظہار کیا، جیسا کہ اس سلسلہ کی ہماری پہلی کتاب (غزوۂ حنین) میں مفصل بیان ہوا ہے۔

حنین اور طائف کے بعد فوجی دستے

حنین میں مسلمانوں کے فیصلہ کن فتح پانے کے بعد اور اس عظیم فتح کے باوجود بت پرستی کی کچھ پاکٹیں باقی رہ گئیں، وہ اپنی پراگندگی اور کمزوری کے باوجود مسلمانوں کو چیلنج کرنے لگیں اور انہیں ہیچ سمجھنے لگیں اور اسلام میں داخل ہونے سے انکار کرنے لگیں جس میں جزیرہ کے اکثر باشندے داخل ہو گئے تھے۔

یہ بت پرست پاکٹیں حقیقتاً اسلام کے عسکری وجود کے لیے کوئی خطرہ نہ تھیں جو جزیرہ عرب کے تمام حکمرانوں سے زیادہ اختیار کا مالک تھا اور یہ بت پرست پاکٹیں جزیرہ کے مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی تھیں جو ایک دوسرے سے بہت دور تھے اور ان کے درمیان کوئی عسکری ارتباط نہ تھا۔ جو انہیں مسلمانوں کے خلاف حربی قوت بنا دیتا۔

لیکن ان پراگندہ اور قبیلہ باشندوں کا ابھی بت پرستی اور اسلام دشمنی پر قائم رہنا ، اس دین کے اہداف سے میل نہ رکھتا تھا جن میں سے سب سے اہم ہدف ، توحید کے جھنڈے تلے جزیرہ عرب کو ایک کرنا اور اس جزیرہ میں بت پرستی کے کسی نشان کو باقی رہنے کی اجازت نہ دینا تھا۔

اس لیے تاکہ جزیرہ عرب میں صرف اسلام کا اقتدار باقی رہے اور بت پرستی کی کوئی نشانی اس میں باقی نہ رہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ فوجی دستے بھیجے جنہوں نے جزیرہ کی مختلف اطراف سے تمام باقی ماندہ بت پرست باغیوں کے صفایا کی ذمہ داری لی۔

(۱)

بنی تمیم کے لیے تادیبی دستہ ، محرم ۹ھ

پہلا ایک جنگی گشتی دستہ تھا ، جسے فزارہ کا سردار عیینہ بن حصن[1] دیار بنی تمیم تک لے گیا۔

اور اس کا سبب یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے واپس آنے کے بعد اور جزیرہ عرب کے باشندوں کی غالب اکثریت کے درمیان اسلام کے پھیل جانے کے بعد اپنے اصحاب میں سے کچھ آدمیوں کو مسلمانوں کے بیت المال کے لیے مقررہ زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا۔

---

[1] عیینہ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھیے۔

آپ نے حضرت بریدہ بن الحصیب[1] کو اسلم اور غفار کی طرف اور حضرت عباد بن بشر اشہلی کو سلیم اور مزینہ کی طرف اور حضرت رافع بن مکیث[2] کو اپنی قوم جہینہ کی طرف اور حضرت عمرو بن العاص[3] کو فزارہ کی طرف اور حضرت الضحاک بن سفیان کلابی کو بنی کلاب کی طرف بھیجا۔

اور آپ نے حضرت بشر بن سفیان الکعبی[4] کو ان کی قوم خزاعہ کی طرف بھیجا۔ حضرت بشر ان کے پاس آئے تو انھوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو زکوٰۃ فرض کی ہے اس کی ادائیگی کے لیے اپنے تیار ہونے کا اظہار کیا اور خزاعہ کے پڑوس میں ان کے علاقے میں تمیم کے دو قبیلے رہتے تھے جن میں سے ایک کو بنو جہیم اور دوسرے کو بنو عمرو بن جندب ابن العنبر کہا جاتا تھا اور وہ عسفان کی جانب ذات الاشطاط کے تالاب پر خزاعہ کے ساتھ پانی پیتے تھے اور حدیبیہ سے قریب نالے پر رہتے تھے۔ اور تمیم کے یہ دونوں قبیلے بت پرستی پر قائم تھے اور وہ خزاعہ کے مہمان تھے اس لیے کہ وہ ان کے علاقے میں رہتے تھے۔

تو جب تمیموں نے خزاعہ کو اپنی تمام مویشی اکٹھے کرتے دیکھا تاکہ حضرت بشر ان سے مسلمانوں کے بیت المال کے لیے زکوٰۃ لیں تو انھوں نے اس بات کو برا سمجھا اور خزاعہ سے کہنے لگے یہ کیا ہے؟ تمہارے اموال کو ناحق طریق سے لیا جاتا ہے۔ خزاعیوں نے انھیں کہا ہم مسلمان ہیں اور اس بات کو ہمارا دین ہم پر فرض کرتا ہے اور ہم اسے پسند کرتے ہیں۔ اس جاہلیت کے شیطان

---

[1] بریدہ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

[2] حضرت رافع کے حالات ہماری کتاب فتح مکہ میں دیکھیے۔

[3] حضرت عمرو بن العاص کے حالات ہماری کتاب فتح مکہ میں دیکھیے۔

[4] حضرت بشر بن سفیان کے حالات ہماری کتاب صلح حدیبیہ میں دیکھیے۔

نے تمیمیوں کے تھنوں میں پھونک ماری اور وہ کہنے لگے خدا کی قسم کہ وہ ان سے کبھی ایک اونٹ بھی نہ لے سکے گا پھر انہوں نے لشکر کیا اور اپنے ہتھیار پکڑ لیے اور کمانیں گلوں میں ڈال لیں اور تلواریں سونت لیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کو مسلمان خزاعہ کے مویشیوں کی زکوٰۃ لینے سے بزور قوت روک دیں۔

اور خزاعہ کی طرف جو نبوی نمائندہ گیا اس کے ساتھ صرف اس کے دو ساتھی تھے پس جب اس نے تمیمیوں کے مسلح لشکر کو دیکھا تو وہ ڈر گیا اور بھاگ کر مدینہ واپس آ گیا۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ وہ ان سے خوفزدہ ہو گیا اور اسلام ان دنوں عرب پر حاوی نہ تھا اور باقیماندہ عرب ——— بت پرستی پر ——— قائم تھے اور وہ تلوار سے ڈرتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور حنین میں یہ کام کیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محصلین ——— زکوٰۃ جمع کرنے والوں ——— کو حکم دیا تھا کہ وہ ان سے وہ مال لیں جس کا دینا دشوار نہ ہو اور ان کے اچھے اموال لینے سے بچیں۔ پس محصل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں تین آدمیوں میں تھا[1]۔

خزاعہ کا بنی تمیم کو اپنے علاقے سے نکالنا

بنی تمیم کا تصرف و دخل اندازی اور عرض نادر

بے شرمی کے تمام مظاہر کا حامل تھا اور وہ اپنے علاقے میں بھی نہیں تھے بلکہ وہ خزاعہ کے علاقے میں مہمان بن کر خوراک تلاش کرنے آئے تھے اور اگر خزاعہ کا قبول اور بنی تمیم سے ان کی قرابت داری کا لحاظ نہ ہوتا تو وہ انہیں قتل کر دیتے اور خزاعہ، بنو تمیم کی دخل اندازی سے ناراض ہوئے اور بنی تمیم سے کہنے لگے اگر تمہاری قرابت داری نہ ہوتی تو تم اپنے علاقوں میں نہ پہنچتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت سے ہم پر اور تم پر مصیبت آئے گی۔ تم رسول اللہ

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۷۴

صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہو اور تمہیں ہمارے اموال کی زکوٰۃ سے روکتے ہو پھر خزاعہ نے بنو تمیم کو اسی وقت اپنے علاقے سے نکل جانے کا حکم دے دیا اور یہ بنو تمیم کی کاروائی سے خزاعہ کی عدم رضامندی کا اظہار تھا پس بنو تمیم دیار خزاعہ سے بھاگتے ہوئے اپنے علاقے کو چلے گئے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی تمیم کے فعل سے آگاہی ہوئی تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کے لیے کون ہو گا جنہوں نے جو کرنا تھا کیا ہے؟ عیینہ بن حصن الفزاری نے کہا: قسم بخدا میں ان سے نپٹوں گا میں ان کا تعاقب کروں گا اور خواہ وہ یبرین تک پہنچ جائیں میں انہیں آپ کے پاس لے کر آؤں گا انشاء اللہ، پس آپ ان کے بارے میں اپنی رائے قائم کریں یا وہ مسلمان ہو جائیں۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ کو پچاس سواروں کی چھوٹی سی فوج کا کمانڈر بنا کر بھیجا جو سب کے سب صحرائی تھے اور ان کے درمیان ایک بھی مہاجر اور انصاری نہ تھا۔ پس عیینہ اپنی چھوٹی سی فوج کے ساتھ جلدی سے چلا تاکہ بنی تمیم کو ان کے علاقے میں پہنچنے سے قبل پکڑ لے۔ وہ رات کو چلتا اور دن کو انہیں چھپ رہتا اور وہ ان کی خبروں کا پیچھا کرتا تا آنکہ اسے پتہ چلا کہ انہوں نے بنی سلیم کے علاقے میں خیمے لگائے ہیں اور جب اس نے ان کی جگہ کو معلوم کر لیا تو وہ اپنے سواروں کے ساتھ ان پر حملہ کرنے گیا۔

اور جب اس نے ان پر حملہ کیا تو وہ اس کے سامنے شکست کھا کر پشت پھیر کر بھاگ گئے لیکن اس نے ان کے گیارہ جوانوں کو قیدی بنا لیا اور اسی طرح ان کی گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو بھی قیدی بنا لیا اور سب کو مدینہ لے آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رملہ بنت حارث کی حویلی میں اتارا۔ یہاں تک کہ تمیم کا بڑا وفد اطاعت کرتے ہوئے آیا اور انہوں نے تمام تمیم کے اسلام کا اعلان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیدیوں کو رہا

کر دیا۔ وہاں کے بیوی بچوں کو انہیں واپس کر دیا جیسا کہ وفد تمیم کے مشہور واقعے میں مفصل بیان ہوا ہے اور ان کے بارے میں ہی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

ان الذین ینادونک .... لا یعقلون[1]۔

(ترجمہ) تحقیق جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے آوازیں دیتے ہیں ان کی اکثریت عقل سے کام نہیں لیتی۔

(۳)

خثعم کی تادیب کے لیے دستہ[2] ... صفر ۹ھ

یہ ایک چھوٹا جنگی گشتی دستہ تھا جو بیس جوانوں سے بنا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کمان حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ[3] کو عطا فرمائی اور انہیں حکم دیا کہ وہ خثعم کے ان قبائل پر حملہ کریں جو بت پرستی پر قائم ہیں اور وہ تبالہ کی جانب تھے ... حضرت قطبہ بن عامر اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ دس اونٹ بھی تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے اور انہوں نے زیادہ پوشیدگی اختیار کرنے کے لیے ہتھیاروں کو چھپا دیا اور دستہ دن کو چھپا رہتا اور رات کو چلتا۔

اور جب وہ ایک جگہ پہنچے جسے بطن مسحب کہا جاتا ہے تو انہوں نے وہاں

---

[1] الحجرات۔ ۴

[2] خثعم یمانی قحطانی قبیلہ ہے۔ اس کی قیام گاہیں بیشہ اور تربہ کے درمیان واقع ہیں۔ خثعم جاہلیت میں عظیم قوم اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس نے طائف میں ثقیف سے جنگ کی تو ثقیف نے انہیں شکست دی۔

[3] قطبہ بن عامر کے حالات ہماری کتاب غزوہ حنین میں دیکھیے۔

ایک شخص کو دیکھا اور انھوں نے اس سے جواب طلبی کی ـــــ اور وہ بظاہر قبیلۂ خثعم سے معلوم ہوتا تھا۔ اس نے انہیں کچھ نہ بتایا بلکہ اس نے خثعم کے لوگوں کو ہشیار کرنے کے لیے چلانے کی کوشش کی تو دستے کے سالار حضرت قطبہ بن عامر نے اسے قتل کر دیا۔

پھر عامر نے اپنے دستے کو اس کی جگہ پر ٹھہرایا حتیٰ کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا پھر آپ نے ایک جوان کو بطور ہراول دشمن کے مقامات کو معلوم کرنے کے لیے بھیجا تو اس نے ان کے مقامات کو معلوم کر لیا نیز یہ کہ وہ شہر میں خیمہ زن ہیں اور ان کے پاس اونٹ اور بکریاں بھی ہیں۔ حضرت قطبہ نے اپنے جوانوں کو لیٹ رینگ کر حملہ کرنے کا حکم دیا کہ محافظوں کو ان کے متعلق علم نہ ہو نیز یہ کہ قبیلے میں جو لوگ موجود ہیں ان کے پُرسکون ہو جانے اور سو جانے کے بعد حملہ ہو اور عملاً جب دشمن کے جوان پُرسکون ہو گئے اور سو گئے تو حضرت قطبہ اور آپ کے جوانوں نے تکبیر کہی اور ان پر حملہ کر دیا پس شہر میں جو لوگ موجود تھے وہ ان کے مقابلے میں نکلے اور انہوں نے باہم شدید جنگ کی حتیٰ کہ فریقین بہت زخمی ہو گئے اور جنگ مسلسل صبح تک جاری رہی۔ اور اسی وقت خثعم کی بہت سی امدادی فوجیں آگئیں اور قریب تھا کہ حضرت قطبہ کا دستہ تمام اطراف سے گھر جاتا، مگر اللہ تعالیٰ عظیم سیلاب لے آیا جو خثعم کی امدادی فوج اور ان کی قوم کے ان سرداروں کے درمیان جو حضرت قطبہ بن عامر کے جوانوں سے گھِرے ہوئے تھے، اس طرح حائل ہو گیا کہ وہ وادی کو عبور نہ کر سکے۔ اس موقع پر حضرت قطبہ اور آپ کے دستے نے قبیلے کے تمام لوگوں کا خاتمہ کرنے کی قدرت پائی پھر آپ نے قبیلے میں جو اونٹ اور بکریاں موجود تھیں ان پر قبضہ کر لیا اور اپنے ساتھ تمام عورتوں کو قیدی بنا کر لے آئے اور سب چیزوں کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے اور غنائم میں سے دستے کے ہر جوان کے حصے میں چار اونٹ آئے اور یہ اصل غنیمت سے خمس کے علیحدہ کر لینے کے بعد ہوا۔[1]

---

[1] دیکھیے مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۸۵ و ۹۸۶

(۳)

بنی کلاب کے لیے دستہ ......

ماہِ ربیع الاوّل سنہ ۹ھ

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جزیرہ عرب میں بُت پرستی کی مقاومت کی ٹی چھوٹی پلٹنوں سے صفایا میں لگ گئے۔ آپ کو اطلاع ملی کہ بنی بکر کے قرطاء یک بطن، ہمیشہ اسلام سے دشمنی رکھتا ہے اور بُت پرستی سے تمسک کرتا ے پس آپ نے حضرت الضحاک بن سفیانؓ کلابی کی کمان میں ایک فوجی دستہ ان

لہ الضحاک بن سفیان بن عوف بن کعب بن ابی بکر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری الکلابی۔ آپ ابو سعید کنیت کرتے تھے۔ آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ یہ وسلم کی صحبت اختیار کی اور آپ مدینہ کے صحرا میں فروکش ہوئے تھے — سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ان لوگوں کا امیر مقرر کیا جو آپ کی قوم سے سلمان ہوئے تھے اور آپ نے انھیں لکھا کہ وہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت کا وارث بنائیں، اسے غلطی سے قتل کر دیا گیا تھا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امین اور شدید محافظین میں سے تھے اور اکیلے ایک سو سواروں کے مقابلے میں شمار ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں اس کی گواہی دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سلیم پر آپ کو امیر مقرر کیا جب کہ وہ فتح مکہ کے لیے جا رہے تھے اور وہ نو سو آدمی تھے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا ... کیا تم میں کوئی جوان ہے جو ایک سو کے برابر ہو اور وہ تم کو پورا ایک ہزار کر دے پس آپ نے انھیں

(باقی صفحہ پیوستہ پر)

کی صرف روایت کیا اور کسی مورخ نے اس دستے کے جوانوں کی تعداد بیان نہیں کی۔ لیکن واقدی نے بیان کیا ہے کہ وہ ایک فوج تھی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دستہ بہت سے جانبازوں پر مشتمل تھا۔

اور یہ کہ بت پرست نجد میں ضریہ کی جانب مدینہ کے مشرق میں رہتے تھے اور دستے نے ان کی تادیب کے لیے مدینہ سے خروج کیا —— اور اس دستے میں الاصید بن سلمہ بن قرط بھی شامل تھے حضرت الضحاک بن سفیان اور آپ کے دستے نے قرطاء دشمنوں سے نجد میں زج لاوہ مقام پر مڈبھیڑ کی۔ اور انہوں نے انہیں دعوت اسلام دی اور انہوں نے اس کا جواب فوری جنگ کی صورت میں دیا۔ مسلمان ان سے گتھ گئے اور فریقین کے درمیان جنگ ہوئی جو مسلمانوں کی فتح اور مشرکین کی ہزیمت پر منتج ہوئی۔ اس طرح اس چھوٹی بت پرست پاکٹ کا صفایا ہو گیا جو ضریہ کی جانب باقی رہ گئی تھی۔

اور یہ عجیب نقطۂ اتصال ہے جو عقیدہ کے اختلاف کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے کہ حضرت الضحاک بن سفیان کے دستے میں اشتراک کرنے والے ایک سردار الاصید بن سلمہ نے مشرکین کی صفوں میں اپنے باپ سے ملاقات کی اور آپ نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الضحاک کے ذریعے پورا کر دیا اور آپ ہی کے سردار تھے اور مشہور شاعر عباس بن مرداس سلمی نے الضحاک کی تعریف کی ہے اور کہتے ہیں۔ یا خیر! ان لوگوں سے تو نے جو وعدہ کیا تھا آپ نے اس فوج سے پورا کر دیا ہے جس پر آپ نے حضرت الضحاک کو امیر بنا کر بھیجا ہے آپ نے اسے نیزہ تیز کرنے کا حکم دیا۔ اور جب دشمن نے اسے دیکھا تو گویا وہ آپ کو دیکھ رہا تھا۔ اور وہ کبھی دونوں ہاتھوں سے معانقہ کرتے تھے اور کبھی کھوپڑیوں کو دو دھاری سے کاٹتا ہے۔ حضرت الضحاک ان لوگوں میں شامل ہیں جن سے حدیث کی روایت کی گئی ہے اور تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیب اور حضرت حسن البصری نے آپ سے روایت کی ہے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۰)

دعوتِ اسلام دی اور اُسے امان دی تو اس نے اُسے بھی اور اسلام کو بھی دشنام دی۔

الاُصیرم نے فوراً اپنے باپ پر حملہ کر دیا۔ —— اور اس کا باپ سوار تھا —— الاُصیرم نے اپنے باپ کے گھوڑے کی کونچوں پر تلوار ماری اور جب گھوڑا پانی میں گر پڑا تو کہنے لگا پانی میں۔ بیٹے نیزے کا سہارا لیا پھر اس سے لپٹ گیا کہ ڈوب نہ جائے پس دستے کے ایک سپاہی نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور اس کے بیٹے نے اُسے قتل نہ کیا لیکن اس نے اس کے گھوڑے کو زخمی کر کے ایک دوسرے مسلمان کے لیے بغیر کسی غم کے اس کا قتل کرنا آسان کر دیا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ قرط کے بیٹوں کی طرف ایک خط بھیجا جس میں انھیں دعوتِ اسلام دی تو انھوں نے اس کا اور آپ کے خط کا مذاق اڑایا اور اس کاغذ کو لے کر جو انھیں دعوتِ توحید دینے پر مشتمل تھا اس سے سیاہی کو دھو دیا پھر انھوں نے اس سے اپنے ڈول کو پیوند لگا دیا اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کا جواب دینے سے انکار کر دیا جس کی طرف آپ نے انھیں دعوت دی تھی۔

پس ان میں سے ایک دانشمند عورت نے اس بات پر بُرا منایا جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط سے روا رکھی اور وہ عورت ام حبیب بنت عامر بن خالد بن عمرو تھی جو سردار قوم حارث بن عمرو کے بھتیجے کی بیٹی تھی اس نے انھیں ملامت کی اور جو کارروائی انھوں نے کی اُسے قابلِ نفرت سمجھا اور کہنے لگی —— اس کا قول اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مسلمان تھی۔

سہ

"اے ابن سعید! مجھی کو نشانۂ خوف اور رنج اور مستقل مزاج شخص
کی طرح ان کے سامنے ثابت رہ۔ اے ابو سعید! وہ لوگ ہیں کہ
جب سے دین ثابت ہوا ہے انھوں نے ہمیشہ اس کی نافرمانی کی ہے
اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ان کے پاس کوئی

نشان آتا ہے تو یہ اسے کنوئیں کے پانی سے مٹا دیتے ہیں اور وہ پھر ابھر آتا ہے[1] اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط سے مذاق میں جو کچھ کرنا تھا کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں کیا ہوگا؟ اللہ ان کی عقلوں کو مار دے گا اور وہ ہمیشہ لرزنے والے، جلد باز، بکواسی اور بے وقوف ہوں گے۔ اور جو شخص ان کے پاس خط لایا وہ مزینہ کا ایک شخص تھا جسے عبداللہ بن عوسجہ کہا جاتا تھا۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ میں نے ان کے بعض آدمیوں کو بولنے سے عاجز دیکھا ہے وہ واضح بات نہیں کر سکتے

(۳)

علقمہ مدلجی کا بحری دستہ

ربیع الآخر ۹ھ

یہ بحری دستہ تین سو جوانوں پر مشتمل تھا۔ حضرت علقمہ[3] بن مجزز مدلجی نے اس کی

---

[1] اس شعر میں اقواء پایا جاتا ہے جو شعر میں عیب ہے لیکن مغازی الواقدی میں ایسے ہی بیان ہوا ہے۔

نوٹ: اقواء شعر کے قافیے کو مختلف کرنے کو کہتے ہیں یعنی کسی قافیے کو رفع دینا اور کسی کو جر دینا۔

[2] دیکھیے مغازی الواقدی ج ۲ ص ۴۵۲ و ۴۵۵ اور جلد ۳ ص ۹۸۳

[3] علقمہ بن مجزز بن الاعور ابن جعدہ۔ آپ بنی کنانہ سے تھے اور بہت خوش طبعی کرتے تھے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امراء میں سے تھے۔ حضرت علقمہ نے ایک بحری دستے میں وفات پائی جسے آپ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں بحر احمر کے پار حبشہ تک لے گئے (دیکھیے اسد الغابہ جلد ۴ صـ ۱۳)

کمان کی روانگی کے ساتھ بحر احمر (بحر قلزم) میں داخل ہو گئے اور واپس ہٹنے کے کھینچنے کا باعث یہ تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ حبشی بحری ڈاکو جنہیں اہل الشعیبہ نے دیکھا ہے (یہ جدہ کے قریب ایک بندرگاہ ہے) اپنی کشتیوں کے ساتھ سمندر کو عبور کرتے ہیں۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تین سو اصحاب کو بھیج دیا اور ان کی کمان حضرت علقمہ بن مجزز کو عطا فرمائی کہ وہ ان کے ساتھ حبشی بحری ڈاکوؤں پر حملہ کریں۔

حضرت علقمہؓ دستے کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ ساحل جدہ — الشعیبہ کے پاس —— پہنچ گئے اور وہاں سے اپنے جوانوں کے ساتھ کشتیوں میں سفر کر کے جزیرہ تک پہنچ گئے جہاں ڈاکو بیٹھے ڈٹے ہوئے تھے اور جب انہوں نے جیش نبوی کو جزیرہ کے قریب آتے دیکھا (مورخین نے بیان نہیں کیا کہ وہ کون سا جزیرہ تھا) تو وہ اپنی کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کی چوڑائی کی طرف حبشہ کی جانب بھاگ گئے۔

اور حضرت علقمہ بغیر اس کے کہ آپ کے اور حبشی بحری ڈاکوؤں کے درمیان کوئی ٹکراؤ ہو الشعیبہ کے پاس جزیرہ کے ساحل کی طرف اپنے دستے کے ساتھ واپس آ گئے۔ اور حضرت علقمہ کی فوج مختلف قبائل سے بنی تھی۔ اور جب وہ واپسی کے دوران ایک منزل پر پہنچے تو فوج کے بعض افراد نے آپ سے اجازت طلب کی کہ انہیں بحری ڈاکوؤں سے بھگانے کی کچھ زیادہ ضرورت نہیں رہی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی اور حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمیؓ[1] کو ان کا امیر مقرر کیا۔

---

[1] عبد اللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم قرشی السہمی تھے۔ آپ فاضل صحابہ میں سے تھے اور آپ کی والدہ جنت حرثان تھیں جو بنی حارث سے تھیں۔ آپ نے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کی اور آپ خنیس بن حذافہ کے بھائی تھے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حفصہ کے شوہر تھے۔

اور آپ میں دل لگی پائی جاتی تھی اور آپ مزاح کو پسند کرتے تھے ـــــ اور جب لوگ واپس آئے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ انہوں نے گانا بجانے اور سننے کے لیے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سے قبل حضرت حفصہ بنت حضرت عمر بن الخطاب کے خاوند تھے اور یہ عبداللہ وہ ہیں جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط دے کر کسریٰ کے پاس دعوت اسلام دینے بھیجا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو پھاڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ اللہ تعالیٰ اس کی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور اس کے بیٹے شیرویہ نے اسے قتل کر دیا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ جب کہ آپ مسلمانوں کے ساتھ قیساریہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، قیدی ہو گئے اور آپ کو مخالفین کے سالار کے پاس لایا گیا تو طاغیہ نے آپ سے کہا عیسائی ہو جاؤ ورنہ میں آپ کو تانبے کی کڑاہی میں ڈال دوں گا، آپ نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا، سو طاغیہ نے تانبے کی کڑاہی منگوائی اور اسے تیل سے بھرا اور اسے جوش دیا اور اس نے ایک مسلمان قیدی کو بلا کر اس پر نصرانیت کو پیش کیا، اس نے انکار کیا تو اس نے اسے اس کڑاہی میں پھینک دیا جو تیل سے جوش زدہ تھی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس کی ہڈیاں نمایاں ہو گئیں اور اس نے حضرت عبداللہ سے کہا عیسائی ہو جاؤ ورنہ میں تجھے پھینک دوں گا، آپ نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا، سو اس نے آپ کو تانبے کی اس کڑاہی میں پھینکنے کا حکم دیا جس میں تیل ابل رہا تھا، آپ رو پڑے تو وہ کہنے لگے یہ ڈر گیا ہے اس نے کہا اسے واپس کر دو، آپ نے کہا یہ خیال نہ کرنا کہ تو مجھ سے جو سلوک کرنا چاہتا ہے میں اس سے ڈر کر رو دیا ہوں، میں اس وجہ سے رو دیا ہوں کہ میرے پاس صرف ایک جان ہی ہے جس کے ساتھ آج خدا میں یہ سلوک کیا جا رہا ہے، میں چاہتا ہوں کہ میرے تمام بالوں کی تعداد کے مطابق میری جانیں ہوتیں پھر تو مجھ پر مسلط ہو کر یہ سلوک کرتا، راوی کا

(باقی حاشیہ صفحہ پیوستہ پر)

آگ جلائی تو آپ نے انہیں کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اس آگ میں کود جاؤ اور اسلام میں فوجی ڈسپلن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق سخت ہے صحابیوں نے خیال کیا کہ یہ فوجی حکم ہے اور وہ اپنے سالار کے حکم کے مطابق آگ میں کودنے کے لیے تیار ہو گئے اور جب ان کے سالار نے دیکھا کہ وہ واقعی آگ میں کودنے والے ہیں تو اس نے کہا بیٹھ جاؤ میں تو تمہارے ساتھ مذاق کر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا

جو تمہیں معصیت کا حکم دے تم اس کی اطاعت نہ کرو۔[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بیان ہے کہ وہ آپ کی اس بات سے حیران رہ گیا اور اس نے آپ کو رہا کر دینا چاہا اس نے کہا میرے سر کو بوسہ دیں تجھے آزاد کر دیتا ہوں آپ نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا اس نے کہا عیسائی ہو جاؤ میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دوں گا اور اپنی حکومت سے آپ کو حصہ دوں گا۔ اس نے کہا میرے سر کو بوسہ دیں آپ کو اور آپ کے ساتھ اسی مسلمانوں کو رہا کر دوں گا آپ نے کہا اگر ایسا کرو تو میں سر کو بوسہ دیتا ہوں سو آپ نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور اس نے آپ کو اور آپ کے ساتھ اسی مسلمانوں کو رہا کر دیا اور جب یہ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو حضرت عمرؓ نے آپ کے پاس آ کر آپ کے سر کو بوسہ دیا۔ راویوں کا بیان ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ حضرت عبداللہؓ سے مذاق کرتے اور کہتے آپ نے موٹے عجمی کافر کے سر کو بوسہ دیا ہے اور آپ انہیں جواب دیتے اللہ تعالیٰ نے اس بوسہ کے عوض ۸۰ مسلمانوں کو رہا کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کی خلافت میں مصر میں وفات پائی۔

[1] (حاشیہ صفحہ ہذا) مغازی الواقدی ج ۳ صفحہ ۹۸۳

(۵)

قبیلہ طی کی طرف حضرت علی بن ابی طالبؓ کا دستہ — ربیع الآخر ۹ھ

یہ ایک جنگی گشتی دستہ تھا جو سب کا سب انصار پر مشتمل تھا اور اس میں ایک سو پچاس جانباز تھے جو ایک سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے امیر حضرت علی بن ابی طالب تھے اور یہ گشتی دستہ اس دعوت کے سرداروں پر مشتمل تھا۔

اور اس گشتی دستہ کا ہدف دیار طی تھے جو آجکل شمالی حجاز میں ہے جہاں الفلس صورت میں آل حاتم طائی کا خاندان مقیم تھا اور ان کا سردار عدی بن حاتم تھا جو طی کے بادشاہ کے قائم مقام تھا۔

حنین کے فیصلہ کن معرکے میں فتح پانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جزیرہ عرب کی کسی جانب بھی کسی بت کی موجودگی کی اطلاع ملتی تو آپ اسے توڑنے کے لیے اس کی طرف آدمی بھیجتے تاکہ جزیرہ میں جاہلیت کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔

قبیلہ طی کا ایک بت تھا جسے الفلس کہا جاتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اس دستہ کا سالار بنا کر بھیجا تاکہ آپ الفلس بت کے توڑنے کی ذمہ داری سنبھالیں۔

طی متعدد قبائل والا ایک عظیم یمنی قبیلہ ہے اور یہ قدیم ترین زمانے سے جزیرہ کے جنوب سے اس کے شمال کی طرف ہجرت کر آیا ہے حتیٰ کہ اسے نجد کے قبائل میں شمار کیا جاتا ہے اور فوجی لحاظ سے طی قبیلہ بڑی جنگی قوت کا

حامل ہے اور تعداد کے لحاظ سے بھی عظیم قبیلہ ہے اور شجاعت کے لحاظ سے بھی عظیم قبیلہ ہے اور شجاعت، افراد اور قوت کے لحاظ سے غطفان، ہمدان اور ہوازن سے کم نہیں ہے۔

ممکن تھا کہ اسلامی فوج کو قبیلہ طئی کی جانب سے مشکلات اور پریشانیوں اور سخت منظم مقاومت کا سامنا کرنا پڑتا جیسے کہ عہد اسلام کے آغاز میں اسے غطفان اور معرکہ حنین میں ہوازن کی جانب سے سامنا کرنا پڑا، لیکن ان طاقتور مخالف قبائل کی مقاومت کی کمزوری، اور اس کے سبب قبائل کے اسلام میں داخل ہونے اور قبائل جزیرہ کی بڑی غالب اکثریت کے اس دین میں داخل ہونے نے قبیلہ طئی کو --- — اس کے مشہور عسکری ماضی اور اس کی کثرت تعداد کے برعکس۔ —— مسلمانوں کے ہاں ایک بے خوف قوت بنا دیا اور اس عظیم قبیلہ کے قبائل کو کمزوری لاحق ہو گئی اور انہیں مسلمانوں سے خوف آنے لگا اور —— اسلام کی سر کے آ گئے —— اس کی عظیم عسکری قوت جو اسے حاصل تھی نیست و نابود ہو گئی۔

اور اس کے ضعف و کمزوری پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کے معبود صنم الفلس کے توڑنے کا ارادہ کیا تو اس مہم پر صرف ایک سو پچاس جانبازوں کی ایک معمولی سی فوج بھیجی حالانکہ آپ کو علم تھا کہ طئی کے قبائل کئی ہزار جانبازوں پر مشتمل ہیں جو جنگ کی قدرت رکھتے ہیں۔ مدینہ اور اس جگہ کے درمیان جہاں طئی کا بت الفلس موجود تھا تقریباً چھ سو میل کا فاصلہ تھا اس لیے دستے کے جوان ایک سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں پر سوار تھے اور دستے نے اپنے اہداف کو پورا کیا اور طائیوں کی مقاومت کے بعد حضرت علی بن ابی طالب نے طئی کے بت الفلس کے توڑنے کی قدرت پائی۔ حضرت علیؓ اور آپ کے دستے نے کئی مقاومت کرنے والوں کے قتل کرنے کے بعد انہیں پسپا کر دیا

اور ان میں سے بہت سوں کو قیدی بنا لیا۔

اور جو لوگ قیدی بنے ان میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی جس کا نام سفانہ تھا اور وہ عدی بن حاتم کی بہن تھی جو طی میں بادشاہ کی مانند تھا اور جس نے طی کی زعامت میں اپنے باپ حاتم کی جانشینی کی اور خود عدی بن حاتم شام کی طرف بھاگ جانے میں کامیاب ہوگیا اور وہ نصرانی تھا۔ اور اس کی بہن (سفانہ) کے متعلق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا کہ یہ حاتم طائی کی بیٹی ہے جس کا وصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ مکارم اخلاق کو پسند کرتا تھا تو آپ نے اس کا اکرام کیا اور اسے غلامی سے آزاد کر دیا۔ یہ سفانہ شام میں اپنے بھائی عدی کے پاس گئی اور اسے اسلام میں داخل ہونے پر رضامند کر لیا — اور وہ بڑا دانش مند تھا اور وہ اپنی دانش مندی کے اثر کے تحت مدینہ آیا اور اس نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور اس کے اسلام کا نصرت اسلام کے بارے میں اچھا اثر پڑا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے اپنے دین کی مدد کی اور اس کا نمایاں اور مشرف موقف یہ ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اکثر عرب مرتد ہوگئے تو وہ اسلام پر ثابت قدم رہا اور اس کی قوم بھی اسلام پر ثابت قدم رہی۔ اس طرح شام و عراق کے جہادی معرکوں میں بھی اس کے شاندار مواقف ہیں اور عدی، حضرت خالد بن ولید کے ان ساتھیوں میں سے تھا جو ان کے جنگی بورڈ میں شامل تھے خواہ وہ شام میں ہوں یا عراق میں ہوں۔

حضرت علی بن ابی طالب جس ہلکے سے گشتی دستے کو لے کر طی کی طرف گئے اس کی کامیابی کا واقعہ اور قبیلہ طی جو ہزاروں کا مقابل شمار ہوتا تھا اس کے قبائل کی حقیقی وسعت کی کمزوری کا واقعہ امام واقدی اپنی مشہور کتاب المغازی سے ہمارے سامنے بیان کرتے ہیں۔

واقدی نے بحوالہ عبداللہ بن ابی بکر بن حزم بیان کیا ہے کہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک سو پچاس جوانوں کے ساتھ ایک سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں کو کوتل لیا اور اونٹوں پر باری باری بیٹھتے حتیٰ کہ انہوں نے عربوں کے قبائل پر حملہ کر دیا۔ پھر اس نے بیان کیا کہ آپ نے حضرت علیؓ کو فلس (طی کا بت) کے توڑنے کے لیے بھیجا پس آپ اپنے صحاب کے ساتھ روانہ ہوئے اور آپ کے پاس سفید رنگ کا ایک بڑا جھنڈا تھا اور سیاہ رنگ کا ایک چھوٹا جھنڈا تھا اور آپ کے پاس نیزے اور ہتھیار تھے آپ نے بڑا جھنڈا حضرت سہل بن حنیف کو دے دیا اور چھوٹا جھنڈا حضرت جبار بن صخر سلمی کو دے دیا اور بنی اسد کے ایک ماہر خریت نام کے ساتھ نکلے پس وہ آپ کو فید[لہ] کے راستے سے لے گیا پس جب وہ ان کے ساتھ ایک جگہ پہنچا تو اس نے کہا تمہارے درمیان اور اس قبیلے کے درمیان جو تمہارا مقصود ہے ایک پورے دن کا فاصلہ ہے اور اگر ہم دن کو چلیں تو ہم ان کے شرفا اور چرواہوں کو روند دیں گے۔

پس تم قبیلے کو انتباہ کر دو گے تو وہ پراگندہ ہو جائیں گے اور تم ان سے اپنی ضرورت پوری نہ کر سکو گے لیکن آج کا دن ہم اپنی جگہ پہ قیام کریں گے

[لہ] مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع میں ہے کہ فید پہلے حرف کی زبر اور دوسرے کے سکون کے ساتھ ایک چھوٹا سا شہر ہے جو کوفہ سے مکہ کے راستے کے نصف میں واقع ہے اور اس کے درمیان ایک قلعہ ہے جس کا لوہے کا دروازہ لگا ہوا ہے اور اس کے گرد گول فصیلیں ہیں۔ لوگ حج پر اپنی واپسی تک اپنے زائد توشے اور اپنے کچھ زائد سامان رکھتے تھے اور وہ سال بھر کا چارہ بھی جمع کرتے تھے تاکہ جب حاجی آئیں تو اسے ان کے پاس فروخت کر دیں اور وہ اجا ہے جو طی کے دو پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

حتیٰ کہ شام ہو جانے گی پھر ہم رات کو گھوڑوں کی پشتوں پر چلیں گے اور انہیں غارت کر بنا دیں گے حتیٰ کہ ہم صبح کے وقت پہنچیں ان پر حملہ کر دیں گے۔ انہوں نے کہا یہی درست رائے ہے پس انہوں نے پڑاؤ کر لیا اور اونٹوں کو چھوڑ دیا اور کھانا پکایا اور اپنے میں سے کچھ آدمیوں کو اپنے ارد گرد کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا سو انہوں نے حضرت ابو قتادہ، حضرت الحباب بن المنذر اور حضرت [illegible] کو بھیجا، وہ اپنے گھوڑوں کی پشتوں پر سوار ہو کر چل پڑے اور ارد گرد چکر لگانے لگے تو انہوں نے ایک سیاہ فام غلام کو پکڑ لیا۔ انہوں نے پوچھا تو کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا میں اپنی مرغوب چیز تلاش کر رہا ہوں۔ وہ اسے حضرت علیؓ کے پاس لے آئے آپ نے پوچھا تو کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا متلاشی ہوں آپ نے فرمایا اس پر سختی کرو اس نے کہا میں حی کے ایک شخص کا غلام ہوں جو بنو نبہان میں سے ہے انہوں نے مجھے اس جگہ رکنے کا حکم دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سواروں کو دیکھے تو ہمیں دوڑ کر خبر دینا اور مجھے قید ہونے کا خیال نہ تھا اور جب میں نے تم لوگوں کو دیکھا تو میں نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا پھر میں ———— نے کہا میں جلدی نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں اپنے اصحاب کو تمہاری تعداد اور تمہارے گھوڑوں اور سواریوں کی تعداد کے متعلق واضح خبر دوں گا اور جو تکلیف مجھے پہنچے گی میں اس سے نہیں ڈروں گا گویا میں پا بجولاں تھا حتیٰ کہ تمہارے ہراول نے مجھے پکڑ لیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا، جو تمہارے پیچھے ہے اس کے متعلق ہمیں سچ سچ بتاؤ۔ اس نے کہا، قبیلے کا پہلا حصہ لمبی رات کی مسافت پر ہے اور جب جائیں تو صبح کو ان پر حملہ کریں اور لوٹیں، حضرت علیؓ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت جبار بن صخرؓ نے کہا، ہماری رائے یہ ہے کہ ہم شب بھر گھوڑوں کی پشتوں پر چلیں حتیٰ کہ صبح کو لوگوں پر حملہ کر دیں اور وہ بے خبری میں پڑے ہوں، پس ہم ان پر حملہ کریں گے اور رات کو سیاہ فام غلام کے ساتھ

نکلیں گے اور حریث کو فوج کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیں گے حتیٰ کہ وہ مل جائیں گے انشاءاللہ۔

حضرت علیؓ نے فرمایا یہ مشورہ صحیح ہے پس وہ غلام سیاہ کے ساتھ نکلے اور گھوڑے دوڑ رہے تھے اور وہ ایک سوار کے پیچھے سوار تھا پھر وہ اتر کر دوسرے سوار کے پیچھے سوار ہو جاتا اور اس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں پس رات گزر گئی تو غلام نے جھوٹ بولا اور کہنے لگا میں راستے سے چوک گیا ہوں اور میں نے اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جہاں سے تو چوک گیا ہے وہاں واپس جا، پس وہ ایک میل یا اس سے زیادہ فاصلہ واپس لوٹا پھر کہنے لگا میں غلطی پر ہوں حضرت علیؓ نے فرمایا تو ہمیں دھوکا دے رہا ہے تو ہمیں قبیلے سے موڑنا چاہتا ہے اسے آگے کرو، تو ہم سے سچ بول ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ اُسے آگے کیا گیا اور اس کے سر پر تلوار سونتی گئی پس جب اس نے برائی کو دیکھا تو کہنے لگا کیا آپ کے خیال میں اگر میں تم سے سچ بولوں تو یہ بات مجھے فائدہ دے گی؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا جو کچھ میں نے کیا ہے تم نے دیکھ لیا ہے مجھے لوگوں کی حیا نے آلیا تھا اور میں نے کہا میں لوگوں کو کسی عطیے اور حق کے بغیر قبیلے کے متعلق بتلانے آیا ہوں، سو میں انہیں امان دوں گا اور جب میں نے تم سے وہ بات دیکھی جو دیکھی تو میں ڈر گیا کہ تم مجھے قتل کر دو گے تو یہ میرے لیے عذر بن گیا — پس میں تمہیں راستے پر لاتا ہوں انہوں نے کہا ہم سے سچ بولنا۔ اس نے کہا قبیلہ تمہارے نزدیک ہی ہے پس وہ ان کے ساتھ گیا حتیٰ کہ قبیلے کے بہت نزدیک پہنچ گیا اور انہوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی اور اونٹوں اور بکریوں کے چرنے کے لیے جانے کی حرکت کو سنا۔ اس نے کہا یہ گھر ہیں اور یہ ایک فرسخ کے فاصلے پر ہیں پس وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے آلِ حاتم کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ گھروں کے درمیان میں ہیں لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے اگر ہم نے قبیلے کو خوفزدہ کیا تو وہ ایک دوسرے کو آواز دیں گے اور ایک دوسرے کو ڈرائیں گے اور شب کی تاریکی میں ان کی جماعتیں ہم سے روپوش ہو جائیں گی لیکن

ہم لوگوں کو مہلت دیں گے حتیٰ کہ فجر چوٹی میں واضح ہو جائے اور اس کا طلوع نزدیک ہی ہے پس ہم حملہ کریں گے اور اگر انھوں نے ایک دوسرے کو انتباہ کیا تو ہم پہ مخفی نہیں رہے گا کہ وہ کہاں جاتے ہیں۔ وہاں لوگوں کے پاس گھوڑے نہیں ہیں کہ ان پہ سوار ہو کر بھاگ جائیں اور ہم گھوڑوں کی پشتوں پہ ہیں۔

انھوں نے کہا نہیں تو درست مشورہ ہے جو تو نے دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ فجر کے وقت انھوں نے ان پہ حملہ کر دیا اور جن کو قتل کرنا تھا ان کو قتل کیا اور ——— ..... —جن کو قید کرنا تھا ان کو قید کیا اور بچوں اور عورتوں کو لے آئے اور مختلف نواح کی غنائم کو بھی لے آئے اور کوئی چھپنے والا ان سے اوجھل نہ رہا پس انھوں نے اپنے ہاتھوں کو بھر لیا اور دشمنوں کی منازل پر قبضہ کرنے اور ہر مقاومت کا خاتمہ کرنے کے بعد حضرت علیؑ ان کے بت الفلس کی طرف گئے اور اسے توڑ پھوڑ دیا اس طرح جزیرہ عرب کے شمال مشرق میں بت پرستی کے آخری مظہر کا خاتمہ ہو گیا۔

اور اسی طرح نبوی فوجی یونٹوں نے جزیرہ عرب میں بت پرستی کی مقاومت کی پاکٹوں کی اصلاح کی کارروائی کی جو کسی رکاوٹ کے بغیر کامیاب ہوئی۔ قبیلہ طیٔ درحقیقت جزیرہ عرب میں بت پرست مقاومت کا سب سے طاقتور پاکٹ تھا اور متبادر الی الذہن یہ تھا کہ اس قبیلہ کی مقاومت اس فوجی یونٹ کے لیے جس کی کمان حضرت علیؑ نے کی سخت ہو گی ——— کیونکہ یہ کثیر تعداد میں تھا اور ممتاز جنگی قوت کا حامل تھا۔ لیکن واقعہ اس کے برعکس ہوا اور یہ قبیلہ پہلے ہی لمحے میں کمزور ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں پہ مسلمانوں کا مکمل رعب چھا گیا اور اس نے ان کی ممتاز جنگی قوت کو جس سے وہ قبل از اسلام زمانوں سے مشہور تھے توڑ دیا حالانکہ جب شہسواری کا ذکر آتا تو قبیلہ طے کے جوانوں کے ہراول میں آیا کرتے تھے اور جنگی گھوڑوں کے جمع کرنے میں مشہور تھے۔

بلاشبہ طیٔ کے سورماؤں کا یک لخت گر جانا اسلامی کمان کی طرف راجع ہے

جس نے اسلام سے دشمنی رکھنے والے قوی تر عناصر کو تباہ کر دیا جن میں قبائل غطفان، عشائر ہوازن اور بطون قریش شامل ہیں اور حدیبیہ تو اس نے یہودی دشمن عنصر کا بھی صفایا کر دیا جسے خصوصاً خیبر میں۔ مدینہ کے مشرق میں مسلمانوں کے لیے سب سے خطرناک جنگی عنصر خیال کیا جاتا تھا۔

پس طئی کے عناصر جو گھوڑوں کے عرق گیر اور جنگ کے کھوجے تھے، اور جو ہزاروں تھے کچھ فائدہ نہ دیا اور مسلمانوں کے ایک ہلکے سے سبک دستے نے جس میں ایک سو پچاس جوان تھے ان پر متغلب ہونے کی طاقت پائی اور وہ اپنی جانوں کے لیے نجات کی تلاش کرنے لگے حالانکہ ان کے پاس سواروں کا جتھا موجود تھا اور وہ دو ہزار سواروں سے کم نہ تھے لیکن مسلمانوں کے رعب نے ان کے دلوں کو بھر دیا اور جسے رعب سے گوندھ دیا جائے وہ اس کے لیے سب سے خطرناک ہتھیار ہوتا ہے اور طئی نے رعب سے شکست کھائی اور وہ اس حدیث نبوی کا مصداق ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان ہوا ہے کہ —— مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے —— مگر جو شخص طئی جیسے گروہ اس کے عظیم بادشاہ کو، اور اس کے غارت گر سواروں کو جانتا ہے وہ اس کی تصدیق نہیں کرے گا کہ ان کے ہزاروں آدمیوں نے ایک سو پچاس مسلمانوں سے شکست کھائی، انھوں نے مدینہ سے چند سو میل کی مسافت پر طئی پر حملہ کیا حالانکہ ان کے پاس صرف پچاس گھوڑے تھے جب کہ طئی اجا اور سلمیٰ کے وسط اور وادیوں میں دو ہزار سواروں کے مالک تھے لیکن رعب نے ان کے دلوں کو بھر دیا حتیٰ کہ وہ فرار ہو گئے یہاں تک کہ ان کا سردار، بادشاہ اور نامور ذی شان سوار عدی بن حاتم طائی، جب مسلمان اس کے دیار کے نزدیک آ گئے، ان کے سامنے تلوار سونتے اور نیزہ بلند کیے بغیر رعب کے باعث شام کی طرف بھاگ گیا اور شام کی طرف بھاگتے وقت وہ اپنی سگی ہمشیرہ السفانہ کو ______ بھی اپنے ساتھ نہ لے جا سکا جو ان قیدی عورتوں کے ساتھ تھی جو حضرت علیؓ کی

ابی طالب کے گشتی دستے کے سپاہیوں کے ہاتھ لگی تھیں۔

عدی بن حاتم شام کی طرف کیسے بھاگا

اب ہم طئی کے بادشاہ عدی بن حاتم سے کہتے ہیں کہ وہ خود ہمیں قبیلۂ طئی کی نفسیاتی حالت کے متعلق بتائے جس کا سرخیل عدی بن حاتم تھا، جسے رعب نے آ لیا اور اس نے محض اتنا معلوم ہونے پر ہی کہ مسلمانوں کی فوج طئی کے مواطن کے نزدیک آ گئی ہے خواہ اس فوج کی تعداد کچھ بھی ہو، شام کی طرف بھاگ جانے کا فیصلہ کیا اور یہ فیصلہ اس نے اس علم کے بعد کیا کہ اسلام کی فتح افواج مشرق و مغرب اور جنوب اور جزیرہ کے وسط میں کامل طور پر قابض ہو گئی ہیں اور صرف قبائل طئی اور دومۃ الجندل میں قضاعہ کے بعض قبائل اور تمام وہ لوگ جن کی منازل، جزیرۂ عرب کے انتہائی شمال میں، شامی اور عراقی حدود کے قریب واقع ہیں، اسلام دشمنی پر قائم ہیں۔

اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بحوالہ ابن اسحٰق بیان کیا ہے کہ عدی بن حاتم طائی نے بیان کیا کہ عرب کے جس شخص نے بھی جس وقت مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا اس نے آپ سے شدید کراہت کی اور اب؛ میں، تو میں ایک سردار آدمی تھا اور نصرانی تھا اور میں اپنی قوم میں غنیمت کے چوتھے حصے کے لیے پھر رہا تھا (یعنی وہ بادشاہ کی طرح ان غنائم کا چوتھا حصہ لیتا تھا جو عرب جاہلیت میں حاصل کرتے تھے) اور میں اپنے دل میں دین پر قائم تھا (اور وہ نصرانیت کا دین تھا حالانکہ اس کی قوم بت پرست تھی) اور میں اپنی قوم کا بادشاہ تھا، پس جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تو میں نے آپ کو ناپسند کیا اور میں نے اپنے عربی غلام سے کہا ——— وہ میرے اونٹوں کا چرواہا تھا ——— تیرا باپ نہ رہے میرے اونٹوں میں سے رام ہونے والے موٹے اونٹ تیار کر اور انہیں میرے قریب روک رکھ، اور جب تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فوج کے متعلق سنے

کہ اس نے اس غلام سے کہہ رکھا ہے تو مجھے بتانا اور اس نے ایسے ہی کیا۔

پھر ایک صبح کو وہ میرے پاس آ کر کہنے لگا اے عدی جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوار تیرے پاس آئیں گے تو تو نے جو کچھ کرنا ہے ابھی کر لے، اور میں نے جھنڈوں کو دیکھا ہے اور میں نے ان کے بارے میں دریافت کیا ہے تو لوگوں نے کہا ہے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جیوش ہیں (راوی سمجھے کہ وہاں کوئی جیوش نہ تھے وہ صرف ایک چھوٹا سا جنگی دستہ تھا لیکن اس کا رعب چھا گیا تھا)

عدی کا بیان ہے کہ میں نے کہا میرے اونٹوں کو میرے نزدیک لاؤ تو اس نے انہیں نزدیک کیا اور میں اپنے اہل و اولاد کو لے کر سوار ہو گیا پھر میں نے کہا میں شام میں اپنے اہل دین یعنی نصاریٰ کے پاس چلا جاؤں گا پس میں الجوشیہ پر چلا اور حاتم کی بیٹی کو میں نے قبیلے میں پیچھے چھوڑ دیا (میں کہتا ہوں وہ السفانہ ہے جو دانش مندی اور دور اندیشی میں مشہور ہے اور جو قید ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اکرام کیا اور اسے قید سے آزاد کر دیا)

عدی کا بیان ہے کہ جب میں شام آیا تو میں نے وہاں اقامت اختیار کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سواروں نے میرا قصد کیا اور انہوں نے حاتم کی بیٹی (السفانہ) کو قیدیوں کے ساتھ رکھ دیا اور اسے طئی کی قیدی عورتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور رسول اللہ

---

[1] یاقوت نے بیان کیا ہے کہ الجوشیہ، ضباب کا پہاڑ ہے جو ارض نجد میں ضریہ کے قریب ہے۔

[2] قیدی عورتوں اور جنگی غلاموں کے متعلق اسلام کا موقف ہماری کتاب (غزوہ بنی قریظہ) میں ملاحظہ کیجیے ہم نے اس میں وضاحت کی ہے کہ اسلام میں غلامی

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے شام بھاگ جانے کی اطلاع مل گئی۔ حاتم کی بیٹی کو مسجد کے دروازے کے پاس کھجوروں کے خشک کرنے کی جگہ پر بٹھا گیا اور قیدی عورتوں کو وہاں رکھا جاتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو وہ آپ کے پاس آئی اور وہ جری اور دلیر تھی۔ اور کہنے لگی یا رسول اللہ والد فوت ہوگیا ہے اور آنے والا غائب ہوگیا ہے مجھ پر احسان فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی فرمائے گا آپ نے پوچھا تیرا آنے والا کون ہے۔ اس نے کہا عدی بن حاتم۔ آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول سے بھاگنے والا؟ اس نے کہا ہاں۔ وہ بیان کرتی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوڑ کر چلے گئے حتیٰ کہ دوسرے دن میرے پاس سے گزرے تو میں نے آپ سے وہی بات کی اور آپ نے بھی مجھے وہی جواب دیا جو گزشتہ کل دیا تھا۔ اور وہ بیان کرتی ہے پھر تیسرے دن آپ میرے پاس سے گزرے اور میں آپ سے مایوس ہوچکی تھی کہ آپ کے پیچھے سے ایک شخص نے مجھے اشارہ کیا کہ کھڑی ہو کر آپ سے بات کرنے۔ میں آپ کے پاس گئی اور میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والد فوت ہوگیا ہے اور آنے والا غائب ہوگیا ہے مجھ پر احسان فرمائیے اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ایک مقابلے کی صورت کا رواج ہے۔ جنگجو مسلمان سپاہیوں کو ضروری ہو رہنے کا رلانا پڑتا ہے کیونکہ دشمن مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو جب وہ ان کے ہاتھ آتے ہیں غلام بنا لیتے ہیں۔ اس کے باوجود اسلام نے قیدی کی حفاظت کرنے اور اسے آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے اور اسے بڑا نیک کام قرار دیا ہے اور اسلام نے مسلم غیر مسلم قیدیوں اور قیدی عورتوں کی حفاظت کرنے اور ان کے آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے۔

آپ پر مہربانی فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے احسان کر دیا ہے لیکن خروج میں جلدی نہ کرنا حتیٰ کہ تجھے اپنی قوم کا با اعتماد آدمی مل جائے جو تجھے تیرے علاقے میں پہنچا دے پھر مجھے اطلاع دینا۔ سفانہ بیان کرتی ہے کہ میں نے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے مجھے آپ سے گفتگو کرنے کا اشارہ کیا تو بتایا گیا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب ہیں اور میں ٹھہری رہی حتیٰ کہ بلی؛ قضاعہ کا قافلہ آیا میں شام میں اپنے بھائی کے پاس جانا چاہتی تھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا یا رسول اللہ! میری قوم کی ایک جماعت آئی ہے جس میں میرے اعتماد اور کفایت کے آدمی ہیں، وہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لباس پہنایا اور ایک اونٹ دیا اور خرچہ بھی دیا اور میں ان کے ساتھ روانہ ہو کر شام آ گئی۔

عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ قسم بخدا میں اپنے اہل میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ایک مسافر عورت کو دیکھا جو ہمارا قصد کیے میری طرف آ رہی ہے، میں نے کہا حاتم کی بیٹی ہے، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ وہی ہے اور جب وہ مجھ سے آگاہ ہوئی تو جھک کر کہنے لگی: اے قاطع ظالم! تو اپنے بیوی بچوں کو سوار کر کے لے آیا اور تو نے اپنے والد کی باقیماندہ حرم کو چھوڑ دیا؟ میں نے کہا اے میری چھوٹی بہن اچھی بات کرو، خدا کی قسم میرا کوئی عذر نہیں ہے اور جو کچھ تو نے بیان کیا ہے، میں نے کیا ہے، پھر وہ اتر پڑی اور میرے پاس ٹھہر گئی میں نے اسے پوچھا ——— اور وہ دانش مند عورت تھی ——— اس شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اس سے مل، پس اگر وہ شخص نبی ہے تو اس کی طرف سبقت کرنے والے کے لیے فضیلت ہے اور اگر وہ بادشاہ ہے تو تو یمن کی عزت میں ہرگز ذلیل نہ ہوگا اور تو تو وہی ہے؛ میں نے کہا خدا کی قسم یہ رائے صحیح ہے۔ عدی کا بیان ہے کہ میں چل کر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ گیا۔ میں آپ کے پاس آیا تو آپ اپنی مسجد میں تھے میں نے آپ کو سلام کہا تو آپ نے پوچھا کون شخص ہے؟ میں نے کہا عدی بن حاتم۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور میرے ساتھ اپنے گھر کو روانہ ہوئے اور قسم بخدا میں بھی آپ کے ساتھ اس کی طرف جانے کا ارادہ کیے ہوئے تھا کہ اچانک ایک بڑی ضعیف عورت ملی اور اس نے آپ کو ٹھہرا لیا آپ اس کے لیے دیر تک کھڑے رہے اور وہ اپنی ضرورت کے متعلق آپ سے گفتگو کرتی رہی۔ میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم یہ شخص بادشاہ نہیں ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ چل پڑے حتیٰ کہ آپ مجھے اپنے گھر لے گئے آپ نے چمڑے کا ایک تکیہ لیا جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا اور اسے میری طرف پھینکا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا آپ ہی اس پر بیٹھیں آپ نے فرمایا تم ہی بیٹھو۔ پس میں اس پر بیٹھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ گئے۔

عدی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا یہ بادشاہوں والی بات تو نہیں ہے پھر آپ نے فرمایا اے عدی بن حاتم! کیا تم رکوسی نہیں ہو؟ (رکوسیت، صابیوں اور نصاریٰ کے درمیان ایک دین ہے) میں نے کہا ٹھیک آپ نے فرمایا کیا تو اپنی قوم میں چوتھائی لینے کے لیے نہیں پھرتا؟ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے دین میں تمہارے لیے یہ بات جائز نہیں ہے میں نے کہا بیشک خدا کی قسم ایسے ہی ہے اور مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ مرسل نبی ہیں اور نامعلوم باتوں کو بھی جانتے ہیں پھر آپ نے فرمایا اے عدی شاید تجھے اس دین میں داخل ہونے سے ان کی حاجات روکتی ہوں، خدا کی قسم جلد ہی ان میں مال بہایا جائے گا حتیٰ کہ اسے لینے والا نہیں ملے گا۔ اور شاید ان کے دشمنوں کی کثرت بھی تجھے اس دین میں داخل ہونے سے مانع ہو۔ اور خدا کی قسم تو جلد ہی عورت کے متعلق سنے گا کہ وہ اپنے اونٹ پر قادسیہ سے روانہ ہو کر

اس گھر کی زیارت کرے گی اور اسے کوئی خوف نہ ہو گا اور شاید اس دین میں داخل ہونے سے تمہیں یہ امر بھی مانع ہو کہ حکومت و قوت اور ان کے اغیار کے پاس ہے اور قسم بخدا تو عنقریب ارض بابل کے سفید محلات کے متعلق سنے گا کہ وہ ان کے لیے کھول دیئے گئے ہیں۔ عدیؓ کا بیان ہے کہ میں مسلمان ہو گیا۔

اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب کے گشتی دستے نے جزیرہ عرب کے شمال مشرق میں بت پرستی کے آخری مظہر کا خاتمہ کر دیا اور طائی بت پرست الفلس کا بھی خاتمہ کر دیا اسی طرح عدی بن حاتم طائی مسلمان ہو گئے اور بعد ازاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اصحاب میں سے ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مختلف مواقع میں ان کے ذریعے اسلام کی مدد کی۔ اور شاید عدی بن حاتم کا حیران کن موقف وہ ہے جو آپ نے طی، غطفان اور اسد کے علاقوں میں مرتد اعراب کے فتنوں کی آگ سرد کرنے کے بارے میں سالار خالد بن ولید کا سب سے بڑا مددگار بن کر اختیار کیا اور وہ اس طرح کہ آپ اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے پھر آپ نے اپنی قوم طی کے تین ہزار سواروں کو اسلام کی طرف واپس آنے پر رضا مند کر لیا۔ اور حسن سیرت، حکمت اور اثر و رسوخ سے ان ہزاروں سواروں کو اسلامی فوج کی صفوں میں منتقل کر دیا جس کی کمان حضرت خالد بن ولید کر رہے تھے اور بزاخہ کے مشہور تباہ کن معرکہ میں طلیحہ بن خویلد اور اس کے نائب عیینہ بن حصن الفزاری کو شکست دینے میں طی کے ان ہزاروں سواروں نے بڑا اثر ڈالا۔

حضرت کعب بن زہیر شاعر کا قبول اسلام

اور جب جزیرہ عرب کے مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی بت پرستی کی مزاحمت کی باگیں بکھرنے کے بعد ٹوٹنے لگیں اور فوجیں منتشر ہونے لگیں تو ان لشکروں میں سے سب سے قوی بالکل کمزور ہو گئی اور وہ طی قبیلے کے لوگ تھے اور طی قبیلہ جو ہزاروں سواروں کا جامع تھا۔ مسلمانوں کے چھوٹے سے جنگی گشتی دستے سے مقابلہ نہ کر سکا جو ایک سو پچاس

جوانوں پر مشتمل تھا اور ان کے پاس صرف پچاس گھوڑے تھے اور جزیرہ عرب میں واقعات کی رفتار نے ثابت کر دیا کہ ـــــ سنہ ۹ھ کے آغاز سے ـــــ جزیرہ عرب کے طول و عرض میں اسلام کو مطلق اقتدار حاصل ہو گیا ہے اور اس کا حکم چلتا ہے، یا جو چند بعض قبائل نے اسلام میں داخل ہونے کے اعلان سے توقف کیا تھا وہ یا تو کمزور تھے جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتے تھے یا کچھ طاقتور تھے لیکن دار اسلام کے دار الخلافہ مدینہ سے بہت دور تھے جیسے قضاعہ، بلی، عذرہ، کلب اور تغلب کے بعض قبائل جو شام کی حدود پر انتہائی شمال میں رہتے تھے اور ان کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ـــــ جب کہ آپ تبوک میں جنگ کر رہے تھے ـــــ وفد بھیجے جس سے ان کی طاقت کو توڑا اور وہاں جو مقاومت کی باقیماندہ باتیں تھیں ان سب سے انھیں پاک صاف کیا اور جیسے جنوب میں بعض قحطانی قبائل تھے جیسے نجران اور ہمدان میں بنی حارث اور یمن میں حمیر اور حضر موت میں کندہ، ان میں سے بعض کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوجی دستے بھیجے جو انجام کار اسلام میں داخل ہو گئے اور بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک سے کامیاب و کامران ہو کر واپس آنے کے بعد وفدوں کی صورت میں مدینہ آ کر اپنی رضامندی سے اپنے قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ـــــ فتح مکہ اور حنین میں مسلمانوں کے فتح پانے کے بعد ـــــ جزیرہ عرب میں اسلام کا حکم چلتا تھا اور اِدھر اُدھر جو جماعتیں بچ رہی تھیں وہ بے اثر ہو گئی تھیں وہ تنگی میں پڑ گئی تھیں اور انھیں اسلام میں داخل ہونے سے ہی نجات مل سکتی تھی، مشہور شاعر حضرت کعب بن زہیر[1] جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] کعب بن زہیر ابن ابی سلمیٰ المزنی، شاعر ابن الشاعر، آپ کے [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ پیوستہ پر ہے)

کے بیشتر دشمنوں میں سے تھے اور ان اذیت دینے والے ہجو بازوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار سے اذیت دیتے تھے۔ اور شعر کا عربوں میں بڑا اثر ہے اور آپ کی عداوت پر متحد ہونے اور تمام وسائل سے آپ کی دعوت کی مقاومت کرنے کی دعوت دیتے تھے۔

اور جب مسلمانوں نے فتح مکہ سے عظیم کامیابی حاصل کی اور انہوں نے حنین میں ہوازنی افواج کی مکمل تباہی کی اور جزیرہ عرب میں کوئی ایسی عربی قوت نہ رہی جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوتا ہے کہ آپ اور آپ کے بھائی بجیر مدینہ میں بکریاں لائے تو آپ کے بھائی بجیر نے آپ سے کہا آپ اس جگہ ہماری بکریوں کے پاس رہیں حتیٰ کہ میں اس شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کر لوں اور جو وہ کہتا ہے اسے سن لوں۔ حضرت کعب بکریوں کے پاس ٹھہرے اور بجیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے اسے اسلام کی پیشکش کی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ حضرت کعب کو اطلاع ملی تو وہ ناراض ہو گئے اور بجیر اور اس کے اسلام کے عیوب بیان کرتے ہوئے اشعار کہے اور وہ اشعار اس کتاب میں حضرت کعب کے واقعہ میں لکھے ہوئے ہیں۔۔۔ اور حضرت کعب بن زہیر کے عمدہ اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں کہ

• اگر میں کسی چیز سے تعجب کرتا تو مجھے نوجوان کی کوشش عجیب لگتی جس سے اپنے فیصلہ پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ نوجوان ایسے امور کے لیے کوشش کرتا ہے جنہیں وہ پا نہیں سکتا اور نفس ایک ہے اور غم بیٹھے ہوئے ہیں اور آدمی جب تک زندہ ہے اس کی امیدیں دراز ہوتی ہیں اور آنکھ تب رکتی ہے جب نشان رک جاتا ہے ۔۔۔۔

اسی طرح یہ بھی آپ کے عمدہ اشعار میں کہ

• بری بات بہنے والی ڈھلوان سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اس کے اہل کی طرف جاتی ہے اور جو شخص لوگوں کو مذمت کی دعوت دے وہ جھوٹ اور سچ کے ساتھ اس کی مذمت کرتے ہیں۔"

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکے۔ تو حضرت کعب بن زہیر کو اپنی جان کے متعلق شدید خوف پیدا ہوا حتیٰ کہ زمین فراخی کے باوجود آپ پر تنگ ہو گئی اور آپ کے بھائی بجیر نے آپ کی راہنمائی کی کہ آپ کی نجات اس بات میں ہے کہ آ کر مدینہ پہنچیں۔ اور اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر عفو و درگزر کا مطالبہ کرتے ہوئے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اسلام کو قبول کیا اور آپ سے درگزر کیا۔

ابن ہشام نے بحوالہ ابن اسحٰق اپنی سیرت میں روایت کی ہے کہ حضرت کعب کے بھائی بجیر بن زہیر نے جو پہلے مسلمان ہو گئے تھے، اپنے بھائی کعب کو خط لکھا اور آپ سے کہا کہ قریش کے شعراء میں سے ابن الزبعری اور ہبیرہ بن وہب باقی رہ گئے ہیں اور وہ جدھر منہ آیا بھاگ گئے ہیں اور اگر آپ کو اپنی جان کی ضرورت ہے تو آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچو اور جو شخص آپ کے پاس توبہ کرتے ہوئے آتا ہے آپ اسے قتل نہیں کرتے اور حضرت کعب نے اشعار میں اپنے بھائی کو اس وقت ملامت کی تھی جب آپ مسلمان ہوئے تھے اور وہ اشعار آپ کو بھیجے تھے اور ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بھی کی تھی اور وہ اشعار یہ ہیں:۔

میرے دو دوستو! میری طرف سے بجیر کو پیغام پہنچا دو کہ تو نے جو بات کہی ہے اس میں تیرے لیے کیا ہے تو ہلاک ہو جائے اگر یہ تیرے لیے کیا ہے۔ اور اگر تو کچھ کرنے والا نہیں تو ہمیں بتا دے کہ اس کے سوا کس چیز کی طرف اس نے تیری راہنمائی کی ہے اس خلق کی طرف جس پر تو نے نہ ماں باپ کو نہیں پایا۔ اور نہ تو نے اپنے باپ کو پایا ہے اور اگر تو نے کچھ نہ کیا تو مجھے افسوس نہ ہو گا اور نہ میں کہوں گا کہ تو لغزش کھا گیا ہے۔ اس کے ذریعے قابل اعتماد شخص نے تجھے سیراب پیالہ پلایا ہے اور قابل اعتماد شخص نے اس سے تجھے پہلی اور دوسری بار پلایا ہے۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت کعب نے اپنے بھائی حضرت بجیر کی طرف یہ

اشعار بھجوائے اور جب وہ بجیر کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپانا پسند نہ کیا اور آپ کو یہ اشعار سنا دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کے یہ قابلِ اعتماد شخص نے تجھے پلایا ہے، کے الفاظ سنے تو فرمایا اس نے سچ کہا ہے اور وہ بہت جھوٹا ہے میں قابلِ اعتماد شخص ہوں۔ اور جب آپ نے اس خلق پر جس پر تو نے ماں باپ کو نہیں پایا، کے الفاظ سنے تو فرمایا بے شک اس نے اپنے ماں باپ کو اس خلق پر نہیں پایا۔

اور حضرت بجیر نے اپنے بھائی کعب کو جواب دیا۔

کعب کو کون اطلاع دے کہ تو جس بات کے بارے میں بیکار ملامت
کرتا ہے وہی دانشمندی کی بات ہے اور عزیٰ سے نجات نہیں
ہوگی، صرف خدائے واحد کی طرف جانے سے ہی تو نجات اور سلامتی پائے
گا، جس دن آئے گا کہ لوگوں میں سے صرف پاک دل مسلم ہی نجات پائے
گا۔ زہیر کا دین، کچھ نہیں اور ابو سلمٰی کا دین بھی مجھ پہ حرام ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب حضرت کعب کو خط ملا تو آپ پر زمین تنگ ہو گئی اور آپ کو اپنی جان کے متعلق خوف پیدا ہوا اور آپ کے قبیلے میں آپ کے جو دشمن تھے انہوں نے آپ کے متعلق افواہیں اڑائیں، پھر آپ چل کر مدینہ آئے اور جہینہ کے ایک شناسا کے ہاں اترے، اور شعراء کے بہت دوست ہوتے ہیں، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے لگے تو وہ آپ کو حضور کے پاس لے گیا اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر اس نے آپ کو بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے پاس جا کر ان سے امان طلب کیجئے۔ اور آپ نے مجھے بتایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے حتیٰ کہ آپ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ نے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نہیں جانتے تھے آپ نے کہا یا رسول اللہ! کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر آپ سے امان

طلب کرنے کے لیے آیا ہے اگر میں اسے آپ کے پاس لے آؤں تو کیا آپ اسے قبول فرمائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ آپ نے کہا یا رسول اللہ کعب بن زہیر میں ہی ہوں۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک انصاری نے آپ پر حملہ کر دیا اور کہا یا رسول اللہ مجھے اسے قتل کرنے دیجیے اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں حضرت کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے تعریض والے کے لیے بڑے سخت زبان بت پرستوں میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دیجیے وہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر اور تائب ہو کر آیا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت کعب انصار کے اس قبیلے پر اس سلوک کی وجہ سے جو ان کے ساتھی نے آپ سے کیا، ناراض ہوئے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مہاجرین کے جس شخص نے بھی آپ کے بارے میں بات کی، اچھی بات کی اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے وقت جو قصیدہ کہا اس میں کہا ہے

> مجھے امید تھی کہ آپ کا قرب محبت ہو گا اور مجھے یہ خیال نہ تھا کہ آپ بخشش بھی دیں گے۔ سعاد ایک ایسے علاقے میں ہے جہاں اصیل، عمدہ اور نرم رفتار اونٹنیاں ہی پہنچ سکتی ہیں اور اس تک صرف مضبوط اونٹ ہی پہنچائیں گے جو تیز رفتاری سے تھک جائیں گے اور جب ہر اس اونٹنی کو جس کے کان کے پیچھے کی ہڈی باریک ہوتی ہے، پسینہ آ جاتا ہے تو اسے بے نشان راستہ آ لیتا ہے جب سخت زمین اور سنگِ میل گرم ہو جاتے ہیں تو وہ سفید رنگ تنہا نر کی نگاہوں سے پرے تک جھانک رہتی ہے اس کی گردن موٹی ہے اور اس کے پاؤں بھرے بھرے ہیں اور سانڈ کی پسلیوں سے اس کے بچے بھی ہیں وہ موٹی گردن اور بڑے رخساروں والی، بہت سیاہ اور اونٹ کے مشابہ ہے اور اس کے چہرے میں وسعت ہے۔ نیز اس کے آگے سیل ہے اور اس کی کھال سمندری گھوڑے

کی ہے اور ٹخنوں کے قریب میں ببول اسے نا اُمید کرتا ہے اور وہ لاغر دبلی ہے
اس کا باپ اور بھائی اچھی نسل کے سانڈ سے لگا کر بعض اونٹنی سے پیدا کیے
گئے ہیں اور اس کا چچا اور ماموں دراز گردن اور تیز رفتار ہے۔ چچڑیاں ہیں جو
اس پر چلتی ہے پھر اس کے چکنے سینے سے پھسل جاتی ہے وہ سیدھی جانے
والی ہے اس نے موٹے گوشت کو جوڑوں سے پھینک دیا ہے اور
اس کی کلائی بٹی ہوئی ہے گویا وہ اس کی صاف ہے کہ اس کی آنکھوں
اور گردن سے آگے نکل گئی ہے اور دونوں جبڑے سے ملے ہیں وہ کھجور کی
گچھے دار شاخ کی طرح نشانے سے گزر جاتی ہے اور تھنوں کے سوراخوں
نے اس سے خیانت نہیں کی وہ اپنی سیاہ سینگ میں ظاہر با نسل اور تنگ
تھنوں والی ہے اور دیکھنے والے کو اس میں عمدگی اور اس کے رخساروں
میں نرمی نظر آتی ہے وہ پتلی ٹانگوں پر دوڑتی ہے حالانکہ وہ دبلی اونٹنیوں
کو پیچھے سے جا ملتی ہے جن کا زمین کو چھونا جیسے قسم کے لیے ہوتا ہے وہ
گندم گوں اور مہروں کے ذریعے پرورش پانے والی ہیں جو سنگریزوں
کو متفرق کر چھوڑتی ہیں اور ٹیلوں کی چوٹیوں پر جوتا انہیں اذیت سے
نہیں بچاتا گویا اس کے بازوؤں کی حرکت وہ ہے حالانکہ اسے پسینہ آیا ہوتا
ہے حالانکہ سراب نے ٹیلوں کو ڈھانپ لیا ہوتا ہے کبھی گرگٹ دن کے
مقابلے میں سیدھا کھڑا ہوتا ہے گویا وہ سیدھے کھڑا ہو کر دھوپ کھا
رہا ہے اور لوگوں کو ان کے حدی خوان نے کہا کہ دوپہر کو آرام کرو جب کہ
انھوں نے دوڑتے ہوئے سنگریزوں کو جھینگر کے پیچھے ہٹا دیا اور دن نے
دراز گردن درمیانی عمر کی اونٹنی کا بازو مضبوط کر دیا۔ وہ کھڑی ہوئی تو
بے نصیب اور بچوں کو گم کرنے والی اونٹنیوں نے اسے جواب دیا وہ
رونے والی اور نرم بازوؤں والی ہے جب موت کی خبر دینے والوں نے
اس کے پہلے بچے کی موت کی خبر دی تو اسے کوئی ہوش نہ رہا تھا وہ

سینے کو اپنے ہاتھوں سے چھیدتی ہے اور اس کا کرتہ اس کی ہنسلیوں سے پھٹا ہوا ہے۔

گمراہ لوگوں نے اسے کاٹنے کی کوشش کی اور انھوں نے کہا:۔

اے ابن ابی سلمیٰ تو قتل ہونے والا ہے اور ہر دوست نے جس سے میں امید رکھتا تھا، کہا: میں ضرور تمہارا والہ و شیفتہ ہوں مگر اس وقت تجھ سے غافل ہوں۔ میں نے کہا تمہارا باپ نہ رہے میرا راستہ چھوڑ دو، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہے وہ ہو کر رہنے والا ہے۔

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اللہ کی تلواروں میں سے سونتی ہوئی ہندی تلوار ہیں، قریش کے خاندان میں سے ایک کہنے والے نے وادی مکہ میں جب وہ مسلمان ہو گئے کہا ہلاک ہو جاؤ، وہ ہلاک ہو گئے اور کمزور ہوتے گئے اور جنگ کے وقت نہ جھجک رہی اور نہ خود رائی کی کمی رہی، وہ نہایت بہادر ہیں، جنگ میں ان کا لباس حضرت داؤد کی لوہے کی بنی ہوئی ہیں اور وہ کامل زرہیں ہیں جن کے حلقے ایک طرح پر بنائے گئے ہیں گویا وہ قفعا[1] کے بنے ہوئے حلقے ہیں اگر ان کے نیزے لوگوں کو تکلیف دیں تو وہ مسرور نہیں ہوتے اور اگر انہیں تکلیف پہنچائی جائے تو وہ گھبراتے نہیں اور وہ خوبصورت اونٹوں کی طرح چلتے ہیں اور جب پست قد سیاہ فام آدمی راہ چھوڑ کر ہٹ جاتے ہیں تو شمشیر زنی انہیں بچاتی ہے، نیزے کی ضرب صرف ان کے سینے پر پہنچتی ہے اور وہ موت کے حوضوں سے نہیں ہٹتے۔

اور حضرت کعب نے اپنے اس قصیدہ میں انصار پر ان کے اس ساتھی کے

---

[1] قفعا ایک بوٹی کا نام ہے جس میں انگوٹھی جیسے حلقے ہوتے ہیں مگر انگوٹھی کے حلقوں کی طرح ان کے دونوں سرے جڑے ہوئے نہیں ہوتے (مترجم)

موقف کے باعث جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت کعب کے قتل کو تقاضا کیا تھا رجوع کی اور حضرت کعب نے انصار کی طرف اس قول میں اشارہ کیا کہ جب پست قد سیاہ فام آدمی راہ چھوڑ کر مڑ جاتے ہیں تو انصار حضرت کعب سے ناراض ہو گئے تو آپ نے ان کی مدح میں ایک قصیدہ کہا اور وہ راضی ہو گئے اور آپ کا وہ قصیدہ یہ ہے کہ

جسے زندگی کی فراغت خوش کام کرے تو وہ ہمیشہ صالح انصار کی جماعت میں رہے۔ وہ بزرگ بہ بزرگ سرداروں سے کریمانہ افعال کے وارث ہوئے ہیں بلاشبہ بھلے لوگ، بھلے لوگوں کے بیٹے ہوتے ہیں، وہ مضبوط نیزے کو ہاتھ میں لینا پسند نہیں کرتے جیسے ہندی گردنیں چھوٹی نہیں ہوتیں وہ سرخ آنکھوں سے دیکھتے ہیں جو انگارے کی طرح ہوتی ہیں اور دیکھنے سے درماندہ نہیں ہوتیں، وہ جنگ کے روز اپنے نبی کے لیے اپنی جانوں کو موت کے لیے فروخت کر دیتے ہیں اور وہ مشرقی تلواروں اور چمکیلے نیزوں سے لوگوں کو ان کے ادیان سے روکتے ہیں اور وہ کفار کے خون کو اپنی پاکیزگی کے سبب قربانی تصور کرتے ہیں وہ یوں دلدادہ ہوئے ہیں جیسے وادی خفیہ میں پھاڑنے والے شیروں میں سے موٹی گردنوں والے شیر دلدادہ ہوتے تھے اور جب تو ان کے پاس آئے کہ وہ تیری حفاظت کریں تو تو دلیروں کے قلعوں کے پاس صبح کرے گا انھوں نے بدر کے روز علی کی ضربوں کی جس سے تمام نزار نے اطاعت اختیار کر لی اور لوگوں کو میری طرح ان کے بارے میں پورا علم ہوتا تو میرے ارشاد کی تصدیق کرتے وہ ایسے لوگ ہیں جب ستارے غروب ہونے کو جھکتے ہیں تو وہ رات کو آنے والے مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں وہ اصل کے لحاظ سے غسانی سرداروں میں سے ہیں جن کی اصل نے تنے سے زیادہ کر دیا۔

فصل دوم

- تبوک کیا ہے ؟
- غزوۂ تبوک کے اسباب
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زندگی کی تاریخ میں سب سے بڑی فوج جمع کرنا۔
- فوج کی تیاری کے لیے مال اور صحابہ کا فیاضانہ عطیات دینا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کے خلاف منافقین کا تخریبی موقف۔
- منافقین کا اپنی خبیثانہ مساعی میں ناکام ہونا۔

قدیم زمانے میں تبوک ایک مشہور مقام ہے۔ یاقوت نے معجم البلدان میں اس کا ذکر کیا ہے —— اور بیان کیا ہے کہ تبوک ، زبر ، پھر پیش ، واو ساکن اور کاف کے ساتھ ہے ، یہ وادی القری اور شام کے درمیان ایک جگہ ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ بنی عذرہ کے سعد کے بیٹوں کا تالاب ہے۔

اور ابو زید نے بیان کیا ہے کہ تبوک ، حجر اور شام کے ابتدائی حصے کے درمیان حجر سے چار مراحل کے فاصلے پر تقریباً شام کے نصف راستے پر ہے اور یہ ایک قلعہ ہے جہاں ایک چشمہ اور کھجوروں کے درخت اور ایک باغ بھی ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

اور بعض معاجم اسلامیہ میں بیان ہوا ہے کہ یہی اصحاب الایکہ کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی اللہ بنا کر بھیجا تھا وہ تبوک میں رہتے تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام ان میں سے نہیں تھے آپ مدین قوم سے تعلق رکھتے تھے جن کے دیار، بحر قلزم (بحر احمر) کے ساحل پر تبوک سے چھ مراحل کے فاصلے پر واقع تھے۔

یاقوت نے بیان کیا ہے کہ تبوک، جبل حسمیٰ اور جبل شیروری کے درمیان واقع ہے حسمیٰ اس کے مغرب میں اور شیروری اس کے مشرق میں ہے اور تبوک اور مدینہ کے درمیان بارہ مراحل کا سفر ہے اور ایک عربی یہودی نے تبوک کے کنوئیں کو بچایا کیونکہ وہ ہر وقت پاٹ کر زمین کے برابر ہو جاتا تھا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسے صاف کرنے کا حکم دیا تھا۔

قبائلِ شمال کی تاریخ

جزیرہ عرب کا شمالی مغربی حصہ جس میں تبوک واقع ہے، متعدد مشہور تاریخی قبائل کا وطن ہے اور یہ قبائل — قدیم زمانوں سے —— ممتاز جنگی قوت کے حامل رہے تھے اور ان کے بعض قبائل میں بادشاہت بھی تھی اور ان میں سے بادشاہ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے جزیرہ عرب کی شمالی اطراف اور شام کی جنوبی اطراف میں حکومت کی ہے اور ان تمام قبائل کی اصل حضرموت کی طرف لوٹتی ہے اور یہ قحطانی قبائل جنہوں نے مختلف اوقات میں جزیرہ کے شمال اور شام کے جنوب کو وطن بنایا، وہ اصلاً یمن کی طرف لوٹتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ قضاعہ ۔۔۔ اور قضاعہ، الشحر سے جو حضرموت میں ہے، آ کر آباد ہوئے اور انہوں نے اطراف شام میں اپنی حکومت کی بنیاد رکھی اور قضاعہ سے متعدد قبائل متفرع ہوئے ہیں جن میں سے بنی عذرہ اور بہرا وغیرہ بھی ہیں۔

۲۔ بنو کلب، یہ کندہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کندہ حضرموت کے شمال سے آیا تھا اور اس نے دومۃ الجندل میں جو آج کل جوف کے نام سے معروف ہے چنانچہ

مشہور حکومت کی بنیاد رکھی اور یہ غساسنہ اور قضاعہ اور کندہ بھی بت پرستی کے دین پر تھے مگر یہ اپنے پڑوسی بازنطینیوں کے اثر سے جو شام کے حاکم تھے، نصرانیت کی طرف منتقل ہو گئے لیکن ظہور اسلام کے وقت شمال کے قبائل کی اکثریت نصرانیت پر قائم تھی۔

اور منطقہ تبوک اور اس کے ارد گرد کا علاقہ حتیٰ کہ غرب میں بحر احمر کے کناروں تک کا علاقہ، قضاعہ کے قبائل کا وطن تھا اور کندہ کے قبائل کلب، مشرق میں اور تبوک سے شمال مشرق تک آباد تھے اور ان کی حکومت دومۃ الجندل میں تھی۔ اور یہ قبائل یعنی قضاعہ اور کندہ، مسلمانوں سے شدید عداوت رکھتے تھے اور کبھی کبھی - اپنی قوت اور قرب فتح کو محسوس کرتے - مدینہ میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کے بارے میں سوچتے تھے اور یہ بات جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے ان کے رومی دوستوں کے اکسانے پر تھی جو عربوں کی جنگوں سے ڈرتے تھے پھر ان قضاعیوں کے اس خوف کے خیال سے بھی تھی کہ اسلام کا اثر ان کے علاقوں تک پھیل جائے گا جس میں دومۃ الجندل کے بادشاہوں کی مانند انہیں حکومت و اقتدار حاصل تھا یا مدینیوں کی نگرانی میں جزیرہ کے شمال مشرقی حصے مشارف الشام میں قضاعہ کے قبائل کی مانند حکومت میں مطلق قوت حاصل تھی۔

اور مسلمان بھی اس طرف سے محتاط چوکس تھے، جونہی انہیں عموماً نصاریٰ اور خصوصاً قضاعہ کے کسی لشکر کی اطلاع ملتی قبل اس کے یہ لوگ مدینہ سے جنگ کے بارے میں اپنی سوچ کی تنفیذ کریں، وہ ان سے جنگ کرتے اور

---

[1] دیکھیے ہماری کتاب "العرب فی الشام قبل الاسلام" میں ان قبائل کی تاریخ اور شمال اور اطراف شام میں انہیں جو اقتدار، قوت اور حکومت حاصل تھی اس کے بارے میں بڑی تفاصیل موجود ہیں۔

ان کی جمعیت کو پراگندہ کرنے کے لیے جلدی کرتے۔

اور واقعات نے بتایا ہے کہ شمال کے عیسائی قحطانی قبائل اور بازنطینی حکومت کے درمیان وہاں ایک مشترکہ مصلحت تھی جس نے فریقین کو ایسا بنا دیا کہ وہ اپنی مسلح افواج کو ایک فوج بنانے لگے جو موقع ملنے پر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار کھڑی ہو اور یہ مشترکہ مصلحت، دفاع اور غلبہ کے خطرہ سے بچنے کی ہے جس میں کہ وہ شمالی علاقوں میں اپنے آزادانہ اقتدار کی حفاظت کریں جو مسلمانوں کی جانب سے خطرہ کے درپیش ہو۔

اور اس حقیقت کو تاریخ نے ثابت کیا ہے اور کتب سیر و مغازی اور تاریخ کی دوسری کتابوں کو دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ شمال کے یہ عیسائی قبائل خصوصاً غسان محافظوں کی مانند تھے جو بازنطینی حکومت کے لیے شام کی جنوبی حدود کی حفاظت کرتے تھے جیسے کہ وہ اپنے جنگلات میں جو جزیرہ کے شمال میں تھے اسلامی افواج کے کسی بھی دباؤ کے سامنے ڈٹ جانے کی کوشش کرتے تھے۔

اسلامی قبائل کے کچھ سوار اور کچھ سوار دستے ہمیشہ ہی جزیرہ کے شمال میں گشت کا دور نمایاں کرتے رہتے تھے اور بہت دفعہ ان گشتی دستوں کی مسلح افواج سے جنگ ہو جاتی تھی اور یہ وحشی قبائل ان مسلمان داعیوں کو قتل کر دیتے تھے اور ہمیں معلوم ہے جیسا کہ ہماری سابقہ کتاب غزوۂ موتہ میں مفصل بیان ہوا ہے کہ کس طرح ان عرب عیسائیوں نے شمال میں ذات اطلاح مقام پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پندرہ مدنی اصحاب کو جو کہ انہی کے ساتھ دعوت اسلام دیتے تھے شہید کر دیا۔

اسی طرح شمال کے قبائل خصوصاً متعلقہ تبوک اور شمال کا تمام مغربی حصہ بازنطینی حکومت کی فوج میں مددگاروں کی مانند تھے وہ طاقت و استقلال کے باوجود اور جزیرہ عرب کے اندر اپنے جنگلات میں آزاد ہونے کے باوجود ہمیشہ ہی بیزنطی رومی مسلح فوج کے پیچھے کا سہارا ہوتے تھے جو مسلمانوں کے

خلاف سرگرم عمل ہوتی تھی اور یہ عرب (خصوصاً قضاعہ) بے شمار تعداد اور جرات کی قوت تھے جن سے بازنطینی شہنشاہیت استفادہ کرتی تھی جیسا کہ ہماری ساتویں کتاب (غزوہ موتہ) میں مفصل بیان ہوا ہے کہ کس طرح بے شمار عرب رومی فوج کا نصف تھے جس کی قیادت ہرقل کے بھائی نے کی اور جس نے (موتہ) میں الکرک کے علاقے میں اس اسلامی فوج سے جنگ کی جو تاریخ اسلام میں جزیرہ کی حدود کو پار کر کے شام جانے والی پہلی فوج تھی اور ہمیں معلوم ہے کہ معرکہ موتہ میں رومیوں کی جانب سے ان عیسائی عربوں کا لیڈر مالک بن رافلہ بھی قتل ہوا -

بلکہ قضاعی (یہ وہ لوگ ہیں جن کی ہجرت کا راستہ الشحر تھا جو حضرموت میں ہے) جو عظیم قبیلہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں جو عرب جاہلیت اور اسلام میں بھرپور تاریخ کا حامل ہے (قبیلہ جہینہ) جس کے دیار بحیرہ احمر کی طرف خلیج عقبہ کے ساحل سے لے کر ینبع تک پھیلے ہوئے ہیں، مگر یہ جہینہ قبیلہ اپنی تاریخ کے کسی لمحے میں بھی رومیوں سے کوئی تعلق اور دوستی نہ رکھتا تھا اسی لیے جہینہ نے دعوت اسلام کے قبول کرنے میں سب قبائل سے جلدی کی اور ان کا ایک دستہ جو تقریباً چار سو جانبازوں پر مشتمل تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں فتح مکہ میں شرکت کی -

اور یہ بات ان کے بھائیوں یعنی شمال میں رہنے والے قبائل قضاعہ جیسے بہراء، بلقین، عاملہ اور بلی کے برعکس ہے جو منطقہ تبوک اور اس کے گرد و نواح میں حدود شام کے علاقوں میں رہتے تھے وہ اسلام اور مسلمانوں سے شدید دشمنی پر قائم رہے -

اور ان کے دوسرے کندی عیسائی عرب، جن میں سے دومۃ الجندل کے مشہور قلعوں والے بادشاہ بھی ہیں اس شدید اور مستحکم عمارات میں ان سے حفاظت کیا کرتے رہتے اور دومۃ الجندل کے باشندوں کے عناد کفر اور مسلمان دشمنی کی وجہ سے حضرت خالد بن ولید نے ان سے دو دفعہ جنگ کی۔ ایک دفعہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تبوک سے چار سو سواروں کے ساتھ، کلب کے ان کندی عیسائی عرب پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا اور دوسری دفعہ حضرت صدیقؓ کی خلافت میں حضرت

خالدؓ حیرہ سے عراق میں ان کے پاس آئے اور عیاض بن غنم فہری کی مدد سے، جو اکیلا ان کندیوں کو دھتکارنے سے عاجز آ گیا تھا کیونکہ یہ بہت بڑی تعداد والے تھے اور پتھر سے بنے ہوئے قلعوں میں پناہ لے لیتے تھے۔ آپ نے دومۃ الجندل میں ان کے قلعوں پر حملہ کیا۔

اور بار بار ان حملوں کے جو مسلمان شمال کے نصرانی قبائل جو کندہ اور قضاعہ سے تھے کے خلاف کرتے تھے، وہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے خطرناک قوت بنے رہے، کیونکہ جب کوئی اسلامی فوج کا دستہ انہیں تنگ کرتا اور وہ دیکھتے کہ اس کے ساتھ جنگ کرنا ان کے مفاد میں نہیں تو وہ شام کے جنوب کی پناہ لے لیتے جہاں نصرانیت میں ان کے شریک اور حلیف اور مددگار، خوش آمدید سے ان کا استقبال کرتے اور جب اسلامی افواج مدینہ واپس آ جاتیں تو یہ قضاعی نصاریٰ بھی شمالی حدود کے علاقوں میں اپنے جنگلات اور دیار میں واپس آ جاتے جیسا کہ اس وقت ہوا جب حضرت عمرو بن العاص نے مخلص، ممتاز اور کبار مہاجرین و انصار کے ساتھ ان سے جنگ کی اور یہ غزوہ ذات السلاسل کا واقعہ ہے جس کا رخ خصوصاً ان قضاعیوں کی طرف تھا جو حضرت عمرو بن العاص کے ماموں تھے۔

پھر وہاں قضاعہ اور کندہ کے حضارمہ کے بطون[1] سے، جو کہ دیار جزیرہ کی شمالی چوٹی سے مشرق میں حدود عراق تک اور مغرب میں خلیج قلزم یا بحر احمر تک پھیلے ہوئے تھے، اسلام کے خلاف دشمنی کی بڑی بڑی طاقتیں تھیں اور ان بطون کی اکثریت نصرانی مذہب کی اطاعت گزار تھی ——— اور جب وہ متحد ہو جاتے تو وہ اسلامی وجود کے لیے بڑا خطرہ بن جاتے، اس لیے کہ جب وہ متحد ہو جاتے تو وہ ایسی فوج جمع کر سکتے تھے جو ایک لاکھ جانبازوں سے کم نہ ہوتی تھی اور جب مدینہ کی اسلامی افواج ان کی اس تعداد سے غفلت کرے گی اور جزیرہ

---

[1] بطن، قوم کے اس گروہ کو کہا جاتا ہے جو قبیلے سے کم ہو (مترجم)

عرب کے نزدیک سے اکٹھے ہونے، دھاوا بولنے اور جنگ کرنے کی اجازت دے گی تو وہ مسلمان خود کو عسکری پیچیدگی کے سامنے پائیں گے جو احزاب کی اس پیچیدگی سے بھی زیادہ خطرناک ہوگی جس کا مقابلہ انہوں نے ہجرت کے پانچویں سن کیا تھا اور اس ہوازن اور ثقیف کی پیچیدگی سے بھی زیادہ خطرناک ہوگی جس کے شدید خوفناک خطروں کو جنگ حنین میں اس نے برداشت کیا تھا۔

جزیرہ کی شمالی پٹی میں پھیلی ہوئی ان تمام بستیوں کے خطرے کے علاوہ جو نصرانی تمدنی بطون کی صورت میں متشکل تھیں ایک دوسرا خطرہ بھی تھا اور وہ شام میں ان رومیوں کا وجود تھا —— جو قدیم زمانوں سے —— کندہ اور قضاعہ کے ان نصرانیوں سے مضبوط تعلقات رکھتے تھے اس لیے کہ وہ سب اصل میں ایک ہی دین کے حکم میں تھے اور یہ جنوبی لوگ بازنطینی شہنشاہیت کے تابع سے تھے جس کا سربراہ شاہ ہرقل تھا جس کے سر پر حال ہی میں ایرانیوں پر فتح پانے کا نشہ سوار رہتا تھا اور وہ اس عرصہ کے ان معرکوں میں ایرانی شہنشاہیت پر نمایاں فتوحات حاصل کیں جو ہرقل کے شکست دینے سے تھیں —— دنیا کی سب سے بڑی شہنشاہیت تھی۔

ان رومی جزیرۂ عرب کے صحرا میں اپنے بھاری لشکروں کو لے جا کر اس اسلامی وجود کا خاتمہ کرنے کے لیے جانبازی سے جنگ نہ کرتے تھے جس کے تسلط کی حدود کے کناروں تک پھیلنے سے وہ خائف تھے خصوصاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خط کے بعد جو ان کے بادشاہ ہرقل کو ملا جس میں آپ نے اسے اور اس کی قوم کو دعوت اسلام دی اور بادشاہ و راہب ہوئے تھے —— انجیل کے علم کے مطابق —— معلوم کر لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی ہیں جن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں بشارت دی ہے . . . اور یہ رومی اپنے بڑے لشکروں کو اسلام کو قطع کرنے بلکہ اس کا اس کے مرکز و منبع کے بیچ جزیرۂ عرب کے صحرا میں سے جا کر جانبازی نہ کرتے تھے کیونکہ وہ صحرائی جنگوں سے بہت ڈرتے تھے اس لیے

اس صحرا میں تعداد میں ہلکی جنگ کامیاب ہوتی تھی جسے رومی سپاہی اچھی طرح نہ لڑ سکتا تھا جب کہ مسلمان بدوی سپاہی اسے اچھی طرح لڑ سکتا تھا اس لیے کہ بیشتر سپاہ کو کم ساز و سامان اور ہتھیار رکھے ہوتے تھے اور وہ اس ہلکی جنگ کی عمل کاروائی سے پوری پوری واقفیت رکھتا تھا اور اسی میں اس نے پرورش پائی ہوئی تھی اور اسی میں اسے مہارت ہوتی تھی۔

اہل روم یہ جانبازی نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے بھاری لشکر جزیرہ کے صحرا میں داخل ہوں مگر ان کے امکان میں تھا کہ وہ جزیرہ کے معین علاقوں میں داخل ہو جائیں جو ان کی بھاری افواج کے لیے صرف مقام بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے وہ قضاعہ، کندہ اور تنوخ کے عربی بدوی بطون کو ان کی مادی پرورش کے حکم کے مطابق ہلکی جنگوں پر متحد کریں اور ان سے جزیرہ کے اندر ایک ایسی فوج بنائیں جو بظاہر عربی ہو اور اصلاً رومی ہو اور رومی کمان اس عربی فوج کو تیار کرنے کی اور اس کی نگرانی کی ذمہ دار ہو اور شاید مدینہ میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے رومی افسروں کی کمان میں اس کی قیادت اور رہنمائی کی ذمہ دار ہو یا کم از کم رومیوں کے لیے ممکن حد تک جزیرہ عرب سے حفاظت لینے کے ذرائع سے اور جزیرہ کی شمالی پٹی میں دعوت اسلام اور اس کے اثر کو روکنے کے ذرائع سے کام لیا پر متمرکز حملے کرے نیز یہ کہ شام کو بچائے کہ یہ دعوت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

یہ احتمالات تھے اور جزیرہ کے شمال کا یہ موقف تھا جہاں قضاعہ اور کندہ و تنوخ کے عربی نصرانی بطون تھے جو جزیرہ کے اندر اسلام کے خلاف بغاوت کی مضبوط پاکٹیں تھے اور شام میں ان کے پہلو میں رومی شہنشاہیت کی افواج تھیں جو ایرانیوں پر فتح پانے کے بعد دنیا کی سب سے بڑی اور طاقتور شہنشاہیت تھی اور وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے اپنے دل میں رغبت اور جزیرہ عرب کی حدود کو پار کرنے کی قدرت پاتی تھی۔

پس وہ عظیم رومی خطرہ جو شمال میں قائم تھا، مسلمانوں کو دھمکانے لگا اور

عملاً یہ عظیم رومی خطرہ اس وقت مجسم ہوا جب شام کے جنوب اور تبوک کے شمال میں رومی افواج کے اکٹھا ہونے کی اطلاع مسلمانوں کو پہنچی۔

اس وقت ضروری تھا کہ اسلام کا بڑا فوجی مارچ ہو جو کہ اولاً رومیوں کو خوفزدہ کرے اور ان کے اذہان سے جزیرہ عرب کی حدود کو پار کرنے کے خیال کو محو کر دے اور ان پر ثابت کر دے کہ مسلمان فوجی لحاظ سے معرکہ کو شام میں منتقل کر دینے کی قدرت رکھتے ہیں پھر یہ اسلامی مارچ —— رومیوں کو خوفزدہ کرنے کے بعد —— ان عربی نصرانی اور غیر نصرانی مقاومت کی پاکٹوں کے بقایا کے پیچھے کھڑا ہو جائے جو جزیرہ عرب کی شمالی پٹی میں اپنے کفر پر اور اسلام کی شدید عداوت پر قائم ہیں۔

اس طرح شہروں اور دیہات میں مسلمانوں کے درمیان عام لام بندی کا اعلان کیا گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کی عسکری زندگی کا سب سے بڑا لشکر جمع ہو گیا اور آپ نے مدینے میں تیس ہزار جانبازوں کے جمع کرنے کی قوت پائی اس بڑے لشکر نے شمال کی جانب تبوک کی طرف مارچ کیا اور مسلمانوں کا جلدی سے اکٹھا کرنا اور پھر عظیم فوج کے ساتھ مارچ کرنے میں سرعت سے کام لینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہیں شمال میں رومیوں کے شدید خطرے کا احساس تھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید گرمی کے وقت جب کہ موسم گرما شعلے مار رہا تھا، اس فوج کے ساتھ مارچ کیا اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں اسلامی کمان کو رومی افواج کے اجتماعات کے متعلق اہم معلومات ملی تھیں جو اس بات کا تقاضا کرتی تھیں کہ ممکن حد تک سرعت کے ساتھ شمالی حدود کی طرف مارچ کیا جائے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم فوج کے ساتھ شعلہ زن موسم گرما میں مارچ نہ کرتے۔ اس بات نے منافقین کو موقع دیا کہ وہ مسلمانوں کے عزائم کو روکنے کے لیے ان کے سامنے ان پیش بینیوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کریں جو انہیں گرمی کی شدت سے اپنے مارچ کے دوران

پیش آئیں گی جیسا کہ ابھی اس کتاب میں اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کیسے اکٹھا کی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ دشمن سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے تو آپ پوشیدگی کی اسکیم کا التزام کرتے اور اپنے مقرب ترین آدمیوں کو اپنے مارچ کے مقصد کے متعلق نہ بتاتے صرف اپنے جنگی بورڈ کے ارکان کو اطلاع دیتے جیسے حضرت ابوبکر صدیق کو جیسا کہ آپ نے فتح مکہ کے لیے دس ہزار جانبازوں کے ساتھ مارچ کیا اور کس جہت کی طرف وہ مارچ کر رہے تھے عوام کو اس کا علم اس وقت ہوا جب وہ مقدس بلدالحرام سے تقریباً دس میل کی مسافت پر پہنچے اس وقت عام فوج کو معلوم ہوا کہ آپ قریش مکہ کے پاس جا رہے ہیں۔

غزوۂ تبوک میں آپ نے سرکاری طور پر اعلان کیا کہ آپ رومیوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں اور جو کوئی اس فوج میں شامل ہونا چاہتا ہے جس کے شمالی حدود کی طرف پیش قدمی کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ تیار ہو جائے اور وہ جس طرح کے سامان اور اپنی گذران کے سامان کا محتاج ہے اپنے لیے اس کی مکمل تیاری کرے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس فوج کے ساتھ تقریباً چھ سو میل (تقریباً ایک ہزار کیلومیٹر) کا فاصلہ طے کرنے والے تھے۔

پس یہ کوئی چھاپہ مار غارت گری نہ تھی، جسے چھوٹی مسافت پر اور معمولی افواج کے ساتھ بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔

اسی طرح آپ نے مارچ کے بارے میں تو صراحت کیا کیونکہ جزیرہ عرب میں بیزنطینیوں اور غلیظ عربوں اور نصرانیوں کے سوا کوئی ایسی قوت نہ تھی جس کا خطرہ اس عظیم فوج کے کوچ کا سامنا کرتا۔ یہ غلیظ عرب اور ان کے نصاریٰ روایتی منطقۃ الحدود میں تبوک، دومۃ الجندل، عقبہ، ایلہ (ایلات) اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں رہتے تھے۔

پس یہ ایک عسیر جنگ تھی اور براہ راست روم کے ساتھ تھی، جو طویل مسافت کو طے کرنے والی تھی اور حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ یہ براہ راست روم لڑنے کے لیے جزیرہ کی حدود سے گزر کر شام جائے۔

پھر مدینہ میں منافقین اور یہودیوں کے لیے لغزش کا موقع تھے جو اس عظیم فوج کی خبر ان تک پہنچا دیتے خواہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس فوج کے مقصد کے بارے میں پوشیدگی کی سیاست کا التزام کریں، نیز یہ رومیوں کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ اور ان کے حلفاء جو لخم، کلب اور غسان اور دوسروں کو چھوڑ کر ان سے تعلق رکھتے ہیں اس لشکر کا مقصود ہیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ —— ہوازن کی شکست اور اس سے قبل قریش اور غطفان کی شکست اور اس کے بعد طائف کی شکست کے خاتمے کے بعد —— جزیرہ عرب میں کوئی ایسی خطرناک اسلام دشمن فوجی قوت نہ تھی جو اس عظیم فوجی اجتماع کی متقاضی ہو، جس کی مثال عہد نبوی میں جزیرہ نے نہیں دیکھی۔

اس لیے مارچ کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پوشیدگی کی اسکیم پر عمل کرنا سود مند نہ تھا کیونکہ رومی صرف اپنے جاسوسوں کے ذریعے اس مارچ کا علم ہونے پر یہ فیصلہ کر لیتے کہ شمال میں اس مارچ کا مقصود وہ اور ان کے حلیف ہیں، دوسرا کوئی نہیں۔ پھر اس غزوہ میں طویل مسافت کے باعث —— اور گرمی کی شدت کے نتیجے میں فوج جن پریشانیوں سے دوچار ہوگی —— مسلمانوں کی حقیقت ضرور واضح ہو جائے گی تاکہ فوج میں صرف وہی صادق الایمان شخص شامل ہو جو اس غزوہ عسرت میں عزم و حوصلہ کے ساتھ مشقتوں اور مشکلات کو برداشت کرنے والا ہو اور وہ اپنے جہاد اور یقین و ایمان کی تکمیل کرے جو اسے ان مشکلات پر غالب ہونے کی قدرت دے جو اسے لاحق ہونے والی ہیں اور اس پر مشقت غزوہ میں کوئی شک نہیں ہے۔

مسلمانوں کے درمیان عدم دلچسپی اور اس پر مشقت غزوہ کی اہمیت کا

واضح ہو گا کہ ان تاریخی واقعات کے دقیق جائزے کے بعد جن کی مسلمان اس جنگ سے توقع رکھتے تھے جو ـــــ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ـــــ نقصان دہ تھے، آپ نے فیصلہ کیا کہ اپنی فوج میں ہر اس شخص کو شامل کر لیں جو شہر اور دیہات کے مسلمانوں میں سے ہتھیار اٹھانے کی قدرت رکھتا ہے پس آپ نے سب کے سامنے عام لام بندی کا اعلان کر دیا کہ آپ شمال میں رومیوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

مدینہ شہر میں انصار و مہاجرین کے درمیان عام لام بندی کے اعلان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سابقون الاولون مہاجرین سے دو خاص نمائندوں کو جنگل کی طرف بھیجا، اور یہ نمائندے اس قبیلے کی طرف گئے جن کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ اگر اس سے جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں مدد مانگیں نیز انہیں یہ بھی بتائیں کہ اس فوج کا مقصد رومیوں سے جنگ کرنا ہے۔

اور آپ نے دارالخلافہ مدینہ اور جنگلات کے باشندوں کی طرف مدد مانگنے اور اکٹھا کرنے کے لیے صرف دو نمائندے بھیجنے پر ہی اکتفا کیا بلکہ آپ نے ملک کے ان باشندوں کی طرف بھی جہاد کے واسطے مدد مانگنے کے لیے نمائندے بھیجے جن کو اسلام قبول کرنے پر ابھی آٹھ ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔

مؤرخین نے قبائل کے گیارہ مشہور صحابہ کا ذکر کیا ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگل کی طرف بھیجا کہ وہ اپنے قبائل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جنگ کے لیے نکالیں اور وہ نمائندے یہ تھے۔

نمائندے کا نام	قبیلے کا نام جس کی طرف آپ نے بھیجا گیا
١۔ حضرت بریدۃ بن حصیب	اسلم کے لوگوں کی طرف جن کی منازل مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہیں۔
۲۔ حضرت ابو رہم الغفاری	غفار، جہینہ اور صفراء کی جانب
۳۔ حضرت ابو واقد اللیثی	بنی لیث جو کنانہ میں سے ہیں۔

۴۔ حضرت ابو الجعد الضمری	ساحل کے بنی ضمرہ کی طرف
۵۔ حضرت رافع بن مکیث	جہینہ کی طرف
۶۔ حضرت جندب بن مکیث	جہینہ کی طرف
۷۔ حضرت نعیم بن مسعود	اشجع کی طرف
۸۔ حضرت بدیل بن ورقاء	خزاعہ کی طرف
۹۔ حضرت عمرو بن سالم	خزاعہ کی طرف
۱۰۔ حضرت بشر بن سفیان	خزاعہ کی طرف
۱۲۔ حضرت العباس بن مرداس[1]	سلیم کی طرف

اور اہل مکہ کی طرف جو نمائندے بھیجے گئے، میرے پاس جو مآخذ ہیں ان میں ان میں سے کسی کا نام نہیں ملا، اور جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی طرف ایسے ہی نمائندے بھیجے جیسے صحرا کے باشندوں کی طرف بھیجے جیسا کہ مغازی الواقدی میں بیان ہوا ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امدادی دعوت کو شہروں دیہات میں بڑی قبولیت حاصل ہوئی اور منافقین کی تدبیروں اور مسلمانوں کے عزائم کو کمزور کرنے کی کوشش کے باوجود تیس ہزار مجاہد جمع ہو گئے۔

واقدی نے اپنی کتاب المغازی میں اس اہم غزوہ کی تیاری کے متعلق گفتگو کی ہے۔ اور اس نے اپنے دس شیوخ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ساقطہ ــــ یعنی انباط[2] ــــ جاہلیت میں اور اسلام کی آمد کے بعد ضرورت کی چیزیں اور تیل مدینہ میں لایا کرتے تھے چونکہ انباط کثرت کے ساتھ مسلمانوں کے پاس آیا کرتے تھے اس لیے ہر وقت ان کے پاس شام کی خبریں ہوتی تھیں پس فوج کا ہراول دستہ آیا

---

[1] ان صحابہ کرام کے حالات ہم نے اس سلسلہ کی اشاعت میں بیان کیے ہیں۔

[2] انباط ان عجمیوں کو کہا جاتا ہے جو عراقین کے درمیان آباد ہو گئے تھے (مترجم)

اور اس نے بیان کیا کہ شام میں بہت افواج جمع ہو چکی ہیں اور ہرقل نے اپنے اصحاب کو پورے ایک سال کی رسد دے دی ہے اور اس کے پاس لخم، جذام، غسان اور عاملہ بھی جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے پیشقدمی کی ہے اور ان کے ہراول دستے بلقاء کی طرف آ کر وہاں پڑاؤ کیے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے نزدیک ان سے زیادہ خوف ناک دشمن کوئی نہ تھا کیونکہ انہوں نے ان کو ——— جب وہ ان کے پاس تاجر بن کر آتے تھے ——— تیاری سامان جنگ اور گھوڑوں کے ساتھ دیکھا تھا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ کے لیے نکلتے تو کسی اور کا توریہ کرتے تاکہ غیروں سے معلوم نہ ہو کہ آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں حتیٰ کہ غزوہ تبوک آگیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید گرمی میں اس کا قصد کیا اور دور کے سفر سے دوچار ہوئے اور غازیوں اور بہت سی تعداد نے کوچ کیا پس آپ نے لوگوں پر ان کا معاملہ واضح کر دیا تاکہ وہ اپنی جنگ کے لیے تیاری کر لیں اور جس سمت آپ جانا چاہتے تھے اس کے متعلق آپ نے بتا دیا پھر واقدی نے ان نمائندگان کے ناموں کا ذکر کیا ہے جنہیں آپ نے جنگل کی طرف اس کے باشندوں کو جہاد کے لیے جمع کرنے کے واسطے بھیجا تھا۔

اور جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمال میں رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے عام لام بندی کا اعلان کیا وہ خشکی اور قحط کا سال تھا اور مسلمان خصوصًا صحرا کے لوگ، شدید تنگی میں تھے اسی لیے غزوۂ تبوک کو غزوۃ العسرۃ کا نام دیا گیا ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو اس عظیم فوج کی تمویل و تجہیز، مال جمع کرنے اور تیاری کے لیے اس کی تکمیل کے لیے بہت جد و مشقت کرنی پڑی نیز اس لیے کہ اس غزوہ کے لیے مسلمان شدید گرمی کے موسم میں تیار ہوئے اور اس عظیم فوج کو مدینہ سے شمالی حدود تک کا طویل سفر طے کرنا تھا اس لیے لازمی بھرتی نے صرف ان لوگوں کو شامل کیا جو گھوڑوں یا اونٹوں کی سواری رکھتے تھے اور یہ ساری فوج سوار تھی اسی لیے ان لوگوں کو چھوڑ دیا گیا

جن کے پاس اس غزوہ میں سواری نہ تھی اس غزوہ میں ان کی شمولیت کی شدید خواہش کے باوجود انھیں چھوڑ دیا گیا جیسا کہ قرآن کریم میں واضح طور پہ بیان ہوا ہے:

لیس علی الضعفاء ...... ما ینفقون -

(ترجمہ) کمزوروں، مریضوں اور ان لوگوں پہ جو خرچہ نہیں پاتے کوئی حرج نہیں ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ ہوں، نیکی کرنے والوں پہ کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ غفور رحیم ہے اور نہ ان لوگوں پہ کوئی حرج ہے جب وہ آپ کے پاس آئے کہ آپ انہیں سواری دیں آپ نے کہا میرے پاس تمہارے لیے سواری نہیں ہے وہ واپس چلے گئے اور غم کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے کہ وہ خرچہ کے لیے کچھ نہیں پاتے -

اور اس بات کی دلیل کہ رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے لازمی بھرتی تھی یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جو جسمانی اور مادی طور پہ قدرت رکھتا تھا، جنگ کرنے والی فوج میں شامل ہونے سے پیچھے رہنا جائز نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے مادی طور پہ تنگدستوں کو معذور قرار دیئے اور ان کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا ہے:

انما السبیل .... لا یعلمون -

(ترجمہ) الزام صرف ان لوگوں پہ ہے جو مالدار ہونے کے باوجود آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں انھوں نے عورتوں کے ساتھ رہنا پسند کیا ہے اور اللہ نے ان کے دلوں پہ مہر لگا دی ہے اور وہ نہیں جانتے۔

اور بعض لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فوج کے [illegible] کو مؤخر کیوں نہیں کیا یہاں تک کہ گرمی کا شعلہ زن موسم ختم ہو جاتا اور لوگوں کے معاشی حالات اچھے ہو جاتے اور ان کی مادی تنگی دور ہو جاتی اور پھر نادار صحابہ کے لیے مناسب مالی عطیات نہ ہوتے تو وہ اپنے فقر کی وجہ سے اس تاریخی غزوہ میں شامل ہونے کی استطاعت نہ پاتے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شمالی حدود کے حالات جیسا کہ معلومات نے بتایا ہے، یعنی خطرہ کو اس کے بڑھ جانے سے قبل دور کرنے کے لیے مسلمانوں سے شدید سخت حرکت کا تقاضا کرتے تھے کیونکہ رومی اور عرب عیسائیوں کی افواج جزیرہ کی حدود تک پہنچنے کے ارادے سے جمع ہو چکی تھیں اور جیسا کہ معلوم ہوتا ہے اسی بات نے نتیجے میں اسلامی کمان کو مجبور کیا کہ وہ گرمی کی شدت اور تنگی کے نتیجہ میں فوج کو لاحق ہونے والی پریشانیوں کے باوجود اس عظیم فوجی مارچ کے لیے تیار ہو جائے۔

افراد صحابہ کا فوج کے لیے عطیات دینا

چونکہ غزوہ تبوک کا سال عام مسلمانوں کے لیے تنگی اور قحط کا سال تھا اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالدار صحابہ کو اس عظیم فوج کی تیاری اور اس کے خرچ کو پورا کرنے کے لیے خیرات کرنے کی ترغیب دی — جسے موجودہ زمانہ میں عطیہ کہا جاتا ہے — کیونکہ مدینہ میں مسلمانوں کے بیت المال میں کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جو اس بڑی فوج کی تکوین وتجہیز (اخراجات اور تیاری) کے لیے کافی ہو۔

نیز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی فوجی محکمانہ نظام نہ تھا جو اسلامی اقتدار کی امداد کے لیے جنگ میں شمولیت کرنے پر سپاہیوں کو ان کے تقاضے کے مطابق تنخواہ دیتا بلکہ یہ جنگ وجدانی جذبے سے ہوتی تھی جس کی اساس ایمان تھا کہ یہ جنگ وہ جہاد ہے جس کے ذمہ داروں کے لیے اللہ نے دار آخرت میں اعلیٰ درجات تیار کیے ہیں اور خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو یہ جہاد کرتے ہوئے فوت ہو جائیں گے اور قرآن کریم نے ان لوگوں کے متعلق تاکید کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے تمام گروہوں سے فضیلت رکھتے ہیں اور وہ اپنی موت کے بعد زندہ ہو جاتے ہیں اور ان کی ارواح اللہ کے ہاں جنت کے اعلیٰ درجات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔

ولا تحسبن الذین ۔۔۔۔۔۔۔۔ الا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔

(ترجمہ) جو لوگ راہِ خدا میں مارے گئے ہیں انہیں مُردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے اور اللہ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے اس سے وہ خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے سے انہیں نہیں ملے ان سے بھی وہ خوش ہیں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔

اس عقیدہ کی رُو سے جہاد کا عقیدہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہے ۔ ان میں سے قدرت رکھنے والے لوگ جن ہتھیاروں اور گھوڑوں کے سامان اور میدان کارزار کی طرف وسائل نقل و حمل کی ضرورت ہوتی ہے ان سے اپنے آپ کو تیار کرنے کا فرض سنبھال لیتے ہیں اور وہ جہاد کی ان ضروریات کے لیے حکومت سے کوئی مطالبہ نہیں کرتے ۔ حکومت سے ان ضروریات کا مطالبہ وہ مجاہدین کرتے ہیں جو نادار ہوتے ہیں اور انہیں کوئی قدرت حاصل نہیں ہوتی اور حکومت ان لوگوں کی اسلحی، معاشی اور وسائل نقل و حمل کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کرتی ہے ۔

اور عام لام بندی کے اعلان کے وقت تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوج کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ کے لیے شمال کی طرف مارچ کریں ان لوگوں کی تعداد بہت تھی اور بیت المال میں ان افراد کی جنگی ضروریات جیسے ہتھیاروں اور وسائل نقل و حمل کو پورا کرنے کے لیے کوئی چیز نہ تھی ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب ثروت اور خوشحال صحابہ سے اپیل کی کہ وہ ان لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خوشدلی سے عطیات دیں جو جہاد میں رغبت رکھتے ہیں اور ان کے اموال خاص ان کی ان ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے جو اس پر مشقت اور طویل جنگی سفر میں انہیں پیش آئیں گی جس کی آمد و رفت میں تقریباً پورا ایک ماہ لگے گا ۔

اور مال دار اور خوشحال صحابہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اپیل کو سننے

والے تھے جو غازیوں کی تیاری کی تکمیل کے لیے عطیات کی ترغیب دینے والی تھی، حتیٰ کہ انہوں نے [illegible] ان سے ثواب کی امید پر عطیات کے میدان میں ایک دوسرے سے سبقت کی۔

اموال لیکر آنے والوں نے اعلیٰ درجے کی فیاضی سے عطیات دیئے اور - تھوڑے سے وقت میں —— رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض حضرات سے بہت سے اموال جمع کرنے کا کام مکمل کرلیا اور آپ نے ان اموال کے ذریعے فوج کی تکوین وتجہیز کی تکمیل کی نوبت پائی اور وہ یوں کہ آپ نے ان اموال سے ان لوگوں کی ضروریات اور تجہیزات اور وسائل نقل وحمل کو پورا کیا جو اپنے خاص مال سے ان کو پورا کرنے کی مقدرت نہ رکھتے تھے۔

جو اس فوج کی تیاری کے لیے عطیات دینے والے حضرت عثمان بن عفان تھے آپ نے اپنے مال خاص سے اس فوج کی تکوین وتجہیز کی ذمہ داری لے لی تھی جیسے حضرت عثمان نے اپنے خاص مال سے تیاری کے لیے دس ہزار درہم دیئے اور حضرت عثمان ایک کامیاب تاجر تھے -

کیا عظیم ایمان ہے جو اپنے مالک کو ایسا بنا دیتا ہے کہ وہ سخاوت اور بھلائی کی محبت میں اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ بطیب خاطر ان عظیم اخراجات کو فیاضی کے ساتھ خرچ کرتا ہے اور وہ دس ہزار مجاہدین کی اپنے مال خاص سے تمام ضروریات کے ساتھ تکوین وتجہیز کرتا ہے؟!

یہ قربانی ہے جس کے بعد کوئی قربانی نہیں، اور سخاوت ہے —— جس پر ابھارنے والا ایمان ہے —— جس کے بعد کوئی سخاوت نہیں۔ اس عظیم سخاوت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت کر دی کہ آپ حضرت عثمان کو بشارت دیتے ہوئے کہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے آپ نے فرمایا: عثمان نے اس کے بعد جو کام کیا وہ اسے نقصان نہیں دے گا!

اصحاب سیر ومغازی میں سے ہر ایک نے اپنی سند وروایت کے ساتھ ان جانبین

عطیات کا بیان کیا ہے جو اس غزوہ (غزوۃ العسرۃ) میں صحابہ نے فوج کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے دیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جہاد وقتال کی ترغیب دی اور اس کی رغبت دلائی اور انہیں خیرات کرنے کا حکم دیا سو ہر جہت سے صدقات اٹھا لائے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنا سب کچھ دیا اور اپنے مال سے چار ہزار درہم لائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے کوئی چیز باقی رکھی ہے؟ آپ نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں اور حضرت عمر بن الخطاب ؓ اپنا نصف مال لائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا: کیا آپ نے کوئی چیز باقی رکھی ہے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں، میں نصف مال لایا ہوں۔

اور حضرت ابوبکر ؓ جو کچھ لائے تھے اس کی اطلاع جب حضرت عمر ؓ کو پہنچی تو آپ نے کہا: ہم نے جس بھی نیکی کے کام کی طرف بھی سبقت کی ہے ابوبکر مجھ سے اس کی طرف سبقت کر گئے ہیں۔ اور حضرت عباس اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال جمع کر لائے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی آپ کے پاس لائے جو دو سو اوقیہ تھے اور حضرت محمد بن مسلمہ بھی مال لائے اور حضرت عاصم بن عدی[۱] نے نوے وسق کھجوریں عطیہ کے طور پر دیں اور حضرت عثمان ؓ نے اس فوج کی تہائی کو تیار کیا۔ اور آپ ان سب سے زیادہ خرچ کرنے والے تھے حتیٰ کہ آپ نے اس فوج کو اخراجات سے بے نیاز کر دیا۔ حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ ان کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی حتیٰ کہ آپ نے ان کے مشکیزوں کے منہ پر باندھنے والے دھاگوں سے بھی انہیں بے نیاز کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان نے اس کے بعد جو کچھ کیا وہ اسے نقصان نہیں دے گا۔[۲]

---

[۱] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھیے۔

[۲] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۹۱

اور مالداروں نے بلا تامل اور نیکی کے کام میں رغبت کی بنا سے ثواب کا کام سمجھا اور
کے سوالوں میں جو کمزور لوگ تھے ان کو ترغیب دی حتیٰ کہ ایک شخص ایک یا دو شخصوں کے
ونٹ لے کر آتا اور کہتا یہ اونٹ تم دونوں کے بیچ ہے تم باری باری اس پر سوار
جانا اور ایک شخص خرچ لے کر آتا اور ان سے جنگ پر جانے والے کسی شخص کو
یہ دیتا۔[1]

ی کو عطیات دینے میں عورتوں کی شمولیت

اور عورتوں نے بھی فوج کی تیاری کی
کے لیے عطیات دینے میں مردوں کے مقابلہ میں کوتاہی نہیں کی۔ ہر عورت نے
طاقت کے مطابق عطیہ دیا اور جن کے پاس درہم و دنانیر نہ تھے اس نے اپنی
ت کے زیورات عطیۃً دے دیے۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ عورتوں نے
ہر چیز پر قدرت پائی اس سے مدد کی۔ حضرت ام سنان اسلمیہ نے بیان کیا ہے کہ
میں نے حضرت عائشہؓ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ایک کپڑا
بچھا ہوا دیکھا جس میں ہاتھی دانت وغیرہ کے کنگن، بازوبند، پازیبیں، بالیاں
انگوٹھیاں پڑی ہوئی تھیں جنہیں عورتوں نے مسلمانوں کی تیاری کے سلسلہ میں
بھیجا اور لوگ شدید تنگی میں تھے۔[2]

ی عناصر کا مدینہ میں متحرک ہونا

بلاشبہ جن حالات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عظیم
فوج کو رومیوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے شمال کی طرف مارچ کرنے کے لیے جمع
وہ ہر جہت سے پہلوؤں سے مسلمان منافقوں کی نسبت سے مشکل حالات تھے اور
مسلمان شدید عسرت میں تھے حتیٰ کہ امام بخاریؒ نے اس غزوہ تبوک کو غزوہ عسر

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۹۲

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۹۲

کا نام دیا ہے۔[1]

اس عام تنگی اور شدید عسرت کے علاوہ جو مسلمانوں کے شامل حال تھی وہ وقت گرمی کا تھا اور کھجوروں کے پھل پک چکے تھے اور ان حالات میں دل چاہتا اپنے گھر پکی کھجوروں کے جھنڈوں کے درمیان سایوں سے متمتع ہونے کی طرف مائل تھے اور اصحاب سیر کے بیان کے مطابق لوگ ——— ان حالات میں ——— اپنے گھروں میں قیام کرنا پسند کرتے تھے اور اس وقت جانا ناپسند کرتے تھے اور تنگی ان کے گریبانوں کو پکڑے ہوئے تھی۔

لیکن ایمانداروں اور خوشحال مسلمانوں نے اپنے فیاضانہ عطیات سے اس تنگی کو کم کیا لیکن شدت کی گرمی کی شدت نے، اور مدینے کے پھلوں کے پکنے کے وقت نکلنے نے، جب کہ بہت سے لوگ انہیں توڑنا چاہتے تھے اور کھجوروں کے درختوں کی ٹہنیوں کے سائے میں ان سے لطف اندوز ہونا چاہتے تھے، لوگوں کی یہ کیفیت کر دی کہ وہ چاہتے تھے کہ کاش وہ اس موسم میں مدینے کو نہ چھوڑتے لیکن یہ ایک حکم تھا سالار رسول کی طرف سے فوجی حکم تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نافذ ہو جائے تو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کی مخالفت کرے خواہ اس کا دل اس کی طرف میلان نہ بھی رکھتا ہو۔

اور منافقین کے گروہی عناصر نے، تخریب کاری اور جھوٹی خبروں کے پھیلانے اور فوج کی صفوں میں عزائم کو کمزور کرنے کے لیے افواہیں اڑانے کے لیے فضا کو سازگار پایا، اسلام کی طرف منسوب ہونے والے اور مسلمانوں میں شمار ہونے والے ان منافق عناصر کو مسلمانوں کی حربی قوت دیکھ کر فکر ہوا جب سے آفتاب اسلام طلوع ہوا تھا مسلمانوں کو ایسی قوت حاصل نہ تھی ان خبیث عناصر نے جو باطل کا نقشہ کامل تھے جن کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منافقین رکھا ہے اسلام

---

[1] بخاری جلد ۲ صفحہ ۲

کی صفوں میں تخریبی کارروائیاں کرنے کی کوشش کی جس کا آغاز کل ہو چکا تھا اور یہ کوشش
خبریں پھیلانے، دشمنوں کو مرعوب کرنے، اختلافات پیدا کرنے اور مسلمانوں کی مختلف
یوں کے درمیان تشویش و اضطراب پیدا کرنے کے ذریعے ہوئی تاکہ رسول کریم صلی اللہ
وسلم مطلوبہ فوج جمع کرنے سے عاجز آجائیں اور جنگ ناکام ہو جائے۔

مگر ان منافقین کا منصوبہ کامل اپنی مردانہ وار کوششوں کے باوجود بری طرح ناکام ہوا
مومنین صادقین نے ان سے بیگانگی کا اظہار کیا اور ان کی خبیثانہ کوششوں کا مذاق
اور بلا تردد داعی جہاد کی بات کو قبول کیا خواہ وہ شہر کے رہنے والے تھے یا
ات کے، پس اس پُرشکوہ فوج کا انعقاد مکمل ہو گیا جن کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی۔
اور سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی منافقین کی گندی کارروائیوں کو سمجھ گئے
پ نے ان کا خاتمہ کر دیا اور ان کے خفیہ تخریبی اڈوں کی گرہ کشائی کر کے ان کو ظاہر کر
ور ان اڈوں کو تباہ کر دیا جن میں یہ خبیث باطنی مسلمانوں کی وحدت کے خلاف
سازشوں کے جال بنتے تھے، جیسا کہ قرآن کریم ان منافقین کے عیوب بیان
تے ہوئے نازل ہوا اور اس نے انہیں رسوا کیا اور مومنین صادقین ثابت
م رہے اور طے شدہ منصوبے کے مطابق اس پوری فوج نے مدینے سے خارج
حتیٰ کہ اس نے اکمل طور پر اپنے مشن اور مقاصد کو پورا کیا باوجودیکہ [illegible]
منافقین کی جماعتیں اس میں گھس گئی تھیں اور اگرچہ یہ منافقین بعض بزدلوں
و سرکشی پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور وہ فوج میں شامل ہونے کے
پھر اس سے باہر نکل آئیں لیکن ان یونٹوں کا نکلنا مسلمانوں کے مفاد میں ہو گیا
یونکہ یہ بڑے عناصر باطن میں اسلام دشمن تھے اور بظاہر مسلمانوں کی طرف
نسوب تھے۔

اور اگر یہ برے اور خبیث عناصر اپنی کثرت کے باوجود تبوک سے واپسی
اسلامی فوج کے اندر رہتے تو اس مومن فوج کے اندر تخریب کاری اور فتنہ بازی کا
باعث ہوتے اور اسے شر و فساد میں بڑھا دیتے جیسا کہ قرآن کریم نے اس کی

طرف اشارہ کیا ہے:

لو خرجوا فیکم .... واللہ علیم بالظالمین۔[1]

(ترجمہ: اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکلتے تو تمہیں فساد میں بڑھاتے۔ بیشتر فتنہ کی غرض سے تمہارے درمیان گھوڑے دوڑاتے اور تم میں ان کی بات ماننے والے بھی ہیں اور اللہ ظالموں کو جاننے والا ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے جمع کرنے اور اس کی تیاری میں کامیاب ہو جانے کے بعد ایک فوجی سالار کی طرح اس کی سلامتی کے خواہش مند تھے اور آپ منافقین کی دسیسہ کاریوں اور فوج میں ان کی مسلسل کوششوں کے اثرات سے پوری طرح محتاط تھے پس فوج کے اجتماع و تیاری کی تکمیل کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے ان کے ساتھ نکلنے میں جلدی کی اس طرح آپ نے فوج کو منافقین سے پاک کر لینے کے لیے ان کے فتنہ کا علم عمر سے الگ کر لیا، واقدی نے بیان کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جلدی کرنے لگے اور آپ اپنی فوج ثنیۃ الوداع میں مدینہ سے باہر لے گئے اور لوگ بہت زیادہ تھے جنہیں کوئی تحریر اکٹھا نہیں کر سکتی۔

منافقین کے تصرفات کے نمونے

منافقین —— جب سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تھے مسلمانوں سے پوشیدہ طور پر عداوت رکھتے تھے اور اپنے مختلف باطنی وسائل سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پریشانیوں کا سبب بنتے وہ مسلمانوں سے اعلانیہ دشمنی نہ کرتے تھے بلکہ بظاہر وہ مسلمانوں کی طرح نماز حج وغیرہ کے ظاہری شعائر ان کے ساتھ ادا کرتے تھے لیکن باطن میں ہر

---

[1] توبہ، آیت ۴۷

خفیہ طور پر مسلمانوں کے متعلق سازشیں کرتے تھے۔

چونکہ یہ منافقین اسلامی حکومت کے شہری تھے اور ـــــ بظاہر حلقہ بگوش اسلام ہونے کی وجہ سے ـــــ امت اسلامیہ کے جزو خیال کیے جاتے تھے اس لیے اسلامی قانون نے جس کے ذریعے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فیصلے کرتے تھے ان قرائن واشارات کے باوجود جو ـــــ ان کے تصرفات کے درمیان سے ـــــ ان کی خبث نیت اور پوشیدہ بغض اور اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ان کی سازشوں کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ انہیں کسی سزا کے دباؤ کے تحت نہیں رکھا کیونکہ اسلامی قانون صرف اس جرم کے خلاف سزا کا فیصلہ صادر کرتا ہے جو اعلانیہ اور ثابت شدہ ہو اور اس پر گواہ موجود ہوں اس قانون کی اساس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقین سے سلوک کرتے تھے اور ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی ثابت نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف اس بات سے استناد کرتے ہوئے سزا کا فیصلہ دیا ہو کہ وہ دل میں مسلمانوں سے بغض رکھتا ہے اور ان کے متعلق سازشیں کرتا ہے اور انہیں نقصان پہنچانے کی بڑی رغبت رکھتا ہے۔

یہ منافقین اس اسلامی قانون کے سائے میں ـــــ مسلمانوں سے پوشیدہ عداوت رکھنے کے باوجود ـــــ مسلم شہری کے حقوق سے متمتع ہوتے رہے اور اس حق سے بہرہ اندوز ہونے کو انہوں نے پردہ بنا لیا جس کے پیچھے وہ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے لگے اور خفیہ طور پر مسلمانوں کی ہستی پر تسلط پانے کے لیے مقدور بھر کام کرنے لگے اور انہیں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا جو موقع بھی ملتا کسی بھی سطح پر، وہ اس سے فائدہ اٹھاتے تاکہ وہ مسلمانوں کو ضرر پہنچائیں لیکن خبث و احتیاط کی وجہ سے وہ قانون کی زد میں نہ آتے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ـــــ اپنے معروف صبر و درگزر

اور بزدلی سے — ہمیشہ ان منافقین کے تصرفات سے بیگانگی کا اظہار کرتے حتیٰ کہ — بعض اوقات — یہ تصرفات مسلمانوں کو واضح نقصان پہنچانے کی حد تک پہنچ گئے ، جیسا کہ غزوۂ اُحد میں ہوا جب تین سو منافقین نے عبداللہ بن ابی کی قیادت میں تمرد اختیار کیا حالانکہ وہ اسلامی فوج میں شامل تھے جو قریش کے مقابلہ کے لیے اُحد کی طرف جانے والی تھی پس عبداللہ بن ابی ان منافقین کے ساتھ مسلمانوں کے عزائم کو کمزور کرتے اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرتے اور ان مشرکین کے حوصلوں کو تقویت دینے کا باعث ہوئے جو دیکھ رہے تھے کہ ان منافقین کے تمرد سے کیا ہوتا ہے جو بیچ اُحد اور مدینہ کے راستہ کے درمیان سے واپس آ گیا۔ اس کے باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی — حالانکہ اس وقت آپ کے بعض اصحاب نے تجویز پیش کی تھی کہ قریش سے مڈبھیڑ کرنے سے قبل ان منافق تخریبی عناصر سے فوج کو پاک کر لیا جائے[1]

اور اس قسم کے جھٹکے لگانے والے مواقف قبل ازیں عناصر نفاق نے بارہا اختیار کیے جیسا کہ ان کے سردار نے غزوۂ بنی المصطلق میں فتنہ کو بھڑکانے کا کام کیا اور اُم المومنین طاہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جھوٹی اور بڑی افواہ اڑائی جس کے بعد اس منافق کے نیک بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے آپ سے اپنے باپ کے قتل کے متعلق اجازت طلب کی اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کر دیتے (تو اس کا قتل ضرور ہوتا) لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مشکلات اور پریشانیوں کا جنہیں عبداللہ بن ابی نے پیدا کیا تھا کمال حکمت کے ساتھ علاج کیا اور رئیس المنافقین کے قتل کی اجازت نہ دی بلکہ اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس کے خاندان کے لوگوں نے اس کی خبیث حقیقت کو ظاہر کر دیا اور وہ اس سے نفرت کرنے لگے اور اس کا اثر و رسوخ کمزور ہونے لگا

---

[1] منافقین کے اس تمرد کی تفاصیل ہماری دوسری کتاب غزوۂ اُحد میں دیکھئے۔

حتیٰ کہ بالآخر ختم ہو گیا اور مسلمانوں نے اس کی موت سے سکون حاصل کیا[1] اور یہ جزیرہ عرب کی تمام شوریدہ سر اعراب پر اسلام کے مکمل تسلط کی تکمیل کے بعد ہوا۔

غزوۂ تبوک میں ابن ابی اور الجد بن قیس کا موقف

مدینہ میں بچے کھچے منافقین کے اثر و رسوخ کے آہستہ آہستہ کم ہو جانے کے باوجود ان کا کچھ اثر وہاں کے جرأت مند عناصر میں قائم رہا۔ عبداللہ بن ابی اور الجد بن قیس دونوں منافقین کے سردار تھے اور اس وقت تک بقید حیات رہے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کے خلاف غزوہ کرنے کے لیے فوج کے ساتھ شمالی حدود کی طرف مارچ کرنے کا عزم کیا۔

ان دونوں منافق سرداروں نے تشکیک کرنے والی افواہوں کی اشاعت سے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے پوری کوشش کی۔ ان افواہوں کا مقصد اس اسلامی فوج کی صفوں میں انارکی اور پریشانی پیدا کرنا تھا جس کے متعلق طے ہو چکا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مدینے سے تبوک کی طرف مارچ کرے۔

الجد بن قیس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بظاہر مسلمانوں کے ایک فرد کی طرح کہا کہ شاید وہ اپنی نیت کو صاف کرے اور —— اخلاص کے ساتھ تاریخی فوجی سفر میں شامل ہو جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خراب دلوں کی اصلاح سے مایوس نہیں ہوتے تھے اور آپ محبت و رحمت اور اصلاح کے رسول تھے اس لیے آپ نے انتہائی ادب کے ساتھ الجد بن قیس سے کہا کیا آپ اس سال ہمارے ساتھ جا سکیں گے؟ اور آپ نے ایسی زبان میں بات کی جس میں کچھ خوش طبعی بھی تھی آپ نے اسے کہا شاید تو رومیوں کی بیٹیوں

---

[1] اس قصہ کی تفاصیل ہماری تیسری کتاب غزوہ احزاب میں دیکھیے۔

کو جمع کرتے ہو اور اسلام دشمنوں کی عورتوں کو قیدی بنائے اور انہیں لونڈی بنانے کی اجازت دیتا ہے اور یہ مقابلہ کی ایک جنگی کارروائی ہے جس سے کوئی چارہ نہیں[1] اس لیے کہ جب دشمن مسلمانوں کی عورتوں کو قیدی بناتے ہیں تو انہیں لونڈیاں بنا لیتے ہیں۔ الجد بن قیس نے منافقانہ دجالانہ اور فریب کارانہ زبان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا آپ مجھے اجازت دیں گے اور مجھے فتنے میں نہیں ڈالیں گے بقسم بخدا میری قوم کو معلوم ہے کہ مجھ سے بڑھ کر عورتوں کو پسند کرنے والا کوئی نہیں اور مجھے خوف ہے کہ اگر میں نے رومیوں کی عورتوں کو دیکھ لیا تو میں ان کے بارے میں صبر نہیں کر سکوں گا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبیث جواب کو برا محسوس کیا مگر آپ نے
———— چونکہ آپ خندہ رو بڑے عالی ظرف تھے -- ... اس جواب کی برائی کو بیان نہ کیا
جو خبث و نفاق کے بہت سے معانی کا حامل تھا۔ آپ نے اس کی قباحت کو زیادہ سے زیادہ واضح بھی بیان کیا کہ آپ نے الجد بن قیس سے اعراض کیا اور اس منافق سے اس حد تک بردباری سے کام لیا کہ اسے فوج سے پیچھے رہنے کی اجازت دے دی اور فرمایا میں نے تجھے اجازت دے دی ہے[2]

اور عقیدہ کے نقطہ ہائے انفصال میں سے ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس منافق الجد بن قیس کا ایک صالح بیٹا زبردست مومن تھا اور وہ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوا تھا اور وہ حضرت معاذ بن جبل کا ماں جایا بھائی تھا جس کا نام عبداللہ تھا[3] اس صحیح العقیدہ۔ دیندار مومن نوجوان کو جب اپنے باپ کی گفتگو کی اطلاع

---

[1] جنگی قیدی عورتوں کے بارے میں اسلام کے موقف کی تفصیل ہماری چوتھی کتاب غزوہ بنی قریظہ میں دیکھیے اس میں دشمنان اسلام کے تمام شبہات کے بطلان کا سامان موجود ہے۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۹۳

[3] عبداللہ بن الجد بن قیس۔ اسد الغابہ میں ہے کہ آپ بنی سلمہ کے انصار میں سے تھے اور بدر و احد میں شامل ہوئے تھے۔

تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضطرب کرنے والی تھی تو وہ اس کے پاس اسے نصیحت کرنے گیا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو بڑی بات کہی ہے اس سے اللہ کے حضور توبہ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج میں شامل ہو کر جہاں آپ جانا چاہتے ہیں چلا جائے، خصوصاً اس لیے کہ وہ مدینے کے مالداروں میں سے ایک مالدار اور خزرج کے محبوب سرداروں میں سے ایک سردار ہے اور ان میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ وہ رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے والی نبوی فوج کے ہراول میں ہو۔

اس مومن طیب نوجوان عبد اللہ نے اپنے باطنی منافق باپ الجد بن قیس سے ناواقفیت کے انداز میں دریافت کرتے ہوئے —— کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ قسم بخدا بنی سلمہ میں آپ سے بڑا مالدار کوئی نہیں اور نہ آپ خود جنگ کرتے ہیں اور نہ کسی کو —— یعنی آپ کسی محتاج کی بھی مدد نہیں کرتے ا گھوڑا اور اونٹ دیتے ہیں کہ وہ اس پر سوار ہو کر اس غزوے میں شامل ہو۔ الجد منافق نے اپنے راست باز مومن بیٹے سے کہا —— اے میرے بیٹے ہوا، گرمی اور تنگی میں ہمیں رومیوں کی طرف جانے کی کیا ضرورت پڑی ہے؟

پھر وہ بڑی جھوٹی زبان میں باتیں کرنے لگا اور رومیوں کی قوت سے ڈرانے لگا تاکہ وہ اپنے مومن بیٹے کے دل پر اثر انداز ہو جائے مگر اس کی خبیث باتوں کو سننے والا اور پھر ان کی مانند غداروں کے پاس بیٹھنے والا کون تھا اس نے —— اپنے بیٹے سے گفتگو کرتے ہوئے —— کہا —— خدا کی قسم میں رومیوں سے مطمئن نہیں ہوں حالانکہ میں دیہات میں اپنے گھر میں موجود ہوں، میں ان کے پاس جا کر ان سے جنگ کروں؟ اے میرے بیٹے قسم بخدا میں مصیبتوں کو جانتا ہوں۔

اس راست باز مومن نوجوان کے دل میں خدا اور اس کے رسول کے لیے [illegible] کے [illegible] کرنے لگے اور اس نے عقیدے کے اعتبار سے اسے پرکھا اور اس نے —— اپنے عقیدے کی مدد میں —— الوہیت کے جذبے کو [illegible] اور اس

اپنے باپ کو یوں مخاطب کیا جیسے خبیث منافقین سے خطاب کیا جاتا ہے۔ اس نے وضاحت سے اسے کہا کہ وہ منافق ہے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رہنے کے باعث رومیوں کا خوف نہیں ہے جیسا کہ اس کا خیال ہے بلکہ آپ کے اسلام کے خلاف سازشیں کرنے اور مسلمانوں کو جنگ سے باز رکھنے میں دلچسپی ہے اس نے اسے کہا: یہ منافق ہے، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیرے بارے میں قرآن نازل ہوگا اور وہ اسے پڑھیں گے پس عظیم منافق اپنے بیٹے کی بات سے ناراض ہوگیا پھر اس نے اس کے چہرے پر جوتا مارا اور اس کا بیٹا اس سے حسن سلوک کرنے والا تھا۔ سو راست باز مومن بیٹے نے صبر کیا اور اپنے باپ کی مجلس سے واپس آگیا اور اس سے کوئی بات نہ کی۔[1]

اور عظیم منافق کفر و نفاق میں بڑھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مسلسل بُری افواہیں اڑانے اور اللہ کے دین کے بارے میں لوگوں کو شک میں ڈالنے لگا اور انہیں اس طویل اور پُرمشقت غزوہ میں عنقریب شدید گرمی سے جو صعوبتیں پہنچنی تھیں انہیں بڑھا چڑھا کر بیان کرنے لگا اور یہ سب کچھ شر پھیلانے کے ارادے اور مسلمانوں پر اثر ڈالنے کی خبیث رغبت کے باعث تھا کہ شاید وہ اس کی بُری افواہوں سے متاثر ہو کر جہاد میں شرکت کرنے سے پہلو تہی کریں اور جیش نبوی پراگندگی اور کمزوری کا شکار ہو جائے جس نے تبوک کی طرف مارچ کرنے کی تیاری میں اپنی تجہیز و تجشیر کو مکمل کرنا شروع کر دیا تھا۔

اصحاب سیر و حدیث نے بیان کیا ہے کہ جد بن قیس منافق نے اپنی قوم بنی سلمہ سے اپیل کی اور ان کا پیشرو جبار[2] بن صخر تھا اور اس اپیل میں اس نے انہیں

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۹۵

[2] جبار بن صخر بن امیہ بن خنساء بن سنان انصاری ثم خزرجی، آپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے تھے، بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور بدر و احد اور تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شمولیت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے کی ترغیب دی کیونکہ موسم شدید گرمی کا تھا اس نے جبار بن صخر اور بنی سلمہ کی ایک جماعت سے کہا اے بنی سلمہ گرمی میں نہ چلو۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ وہ جہاد سے بے رغبتی کرتے ہوئے اور حق میں شک کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بڑی افواہیں اڑاتے ہوئے کہنے لگا گرمی میں باہر نہ نکلو۔

لیکن خبیث اپنی مساعی میں ناکام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں قرآن نازل کیا جس میں اس نے اسے رسوا کیا۔ جیسا کہ اس کے مومن بیٹے نے امید کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم منافق اور اس کے امثال کی پوزیشن کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

فرح المخلفون .... ولیبکوا کثیرا جزاء بما کانوا یکسبون۔[1]

ترجمہ: پیچھے چھوڑے گئے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے پیچھے بیٹھ رہنے سے خوش ہو گئے اور کہنے لگے گرمی میں باہر نہ نکلو ...... کہہ دیجیے جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے کاش وہ سمجھتے پس چاہیے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں اس چیز کے بدلے میں جو وہ کماتے ہیں۔

اور جد بن قیس منافق نے جو بات دختران روم کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی اس میں ہے کہ

کیا آپ مجھے اجازت دیں گے اور مجھے فتنہ میں نہیں ڈالیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا جس میں تاکید کی کہ یہ منافق اور اس کے امثال بہت بڑے فتنہ میں پڑنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ومنہم من یقول .... وان جہنم لمحیطۃ بالکافرین[2]

---

[1] سورۃ توبہ آیت ۸۱ – ۸۲

[2] سورۃ توبہ آیت ۴۹

(ترجمہ: اور ان میں سے ایک کہتا ہے مجھے اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ آگاہ رہو وہ فتنہ میں گر پڑے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کا گھیراؤ کرنے والی ہے۔

اور جب یہ آیت کریمہ الجد بن قیس اور اس کے امثال کی فضیحت کرتے ہوئے اور ان کے نفاق کو ثبوت دیتے ہوئے نازل ہوئی تو اس کا بیٹا عبداللہ اس کے پاس گیا اور اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر بڑا موقف اختیار کرنے کی وجہ سے دوبارہ ملامت کرتے ہوئے کہنے لگا کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ بلاشبہ تیرے بارے میں قرآن نازل ہوگا اور مسلمان اسے پڑھیں گے؟

لیکن منافق باپ اپنی گمراہی پر مصر رہا اور اس کے خبیث دل میں نفاق بڑھ گیا اور اس نے اپنے مومن بیٹے پر اس کے دوبارہ فضیحت کرنے کی وجہ سے شدید غضب کا اظہار کیا اور اس نے اعلان کیا کہ وہ اس سے عنقریب سب تعلقات قطع کرلے گا اس نے اسے کہا: اے کمینے خاموش رہ خدا کی قسم میں کبھی تجھے نفع مند چیز سے فائدہ نہیں پہنچاؤں گا، قسم بخدا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی زیادہ سخت ہے[1]

عبداللہ بن ابی کا تخریبی کردار

اب رہا خزرج کے سردار اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا کردار تو اس نے اس فوج کی صفوں کے اندر جس کے متعلق طے پا چکا تھا کہ وہ رومیوں کے مقابلے کے لیے مدینہ سے تبوک کی طرف مارچ کرے گی۔ بزدلی پھیلانے اور تخریب کاری کرنے کی کوششوں میں سب سے بڑا کردار ادا کیا۔

دوسرے عظیم منافق الجد بن قیس کا کردار رومی فوج کے اجتماع اور ان کی موہومہ شوکت سے خوف زدہ کر کے مسلمانوں کے عزائم کو کمزور کرنے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ 995

اور رک گئے اور اپنی قوم سے یہ اپیل کرنے پر مصر تھے کہ وہ اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ چلیں کیونکہ گرمی شدید ہے مگر عبد اللہ بن ابی کا کردار و تخریب کاری اور اختلافات پیدا کرنے کے سبب ان میں بڑا خطرناک اور عظیم تھا ۔

اس لیے کہ عبد اللہ بن ابی نے پریشانی پیدا کرنے اور روکنے والی کارروائیوں پر اور زبانی توہین پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ اس نے جیش نبوی کی تجہیز و تیاری کی تکمیل کے بعد اس کے اندر تفرقہ کی کارروائی کی گئی ۔

پس عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کا گروہ لشکر اسلامی محبت سے علیحدہ ہونے کے اشتبا رہے اس وقت بہت بڑی تعداد میں جیش نبوی میں شامل ہو گیا جب آپ نے عام لام بندی کا اعلان کیا اور یہ بات اس فوج کی مدد و تقویت کے لیے نہ تھی بلکہ اس کی صفوں کے اندر پراگندگی و پریشانی اور گروہ بندی پیدا کرنے کے ارادے سے تھی اور یہ کہ جب فوج دشمن کی طرف خارج کرے تو وہ اس فوج سے الگ ہو جائیں اور مدینہ کی طرف واپس چلے جائیں ۔

اور عبد اللہ بن ابی نے شمال کی طرف اقدام کرنے والی فوج کی نسبت اس عمل خود سے اس تخریبی کردار کو دوبارہ بھی دکھایا جو معرکۂ احد کے دوران اس نے اپنی جماعت کے ساتھ مشرکین قریش سے جنگ کرنے کے لیے احد کی طرف خارج ہونے والی فوج کے ساتھ کیا یعنی وہ نصف راستے سے اپنے جتھے کے ساتھ مدینہ واپس آ گیا اور وہ تفرقہ بنا تھا اور فوج کی ناکامی کرتے تھے اس امر کا مومنین کے دلوں پر بہت بڑا اثر پڑا تھا قریب تھا کہ یہ امر جیش نبوی میں دوسرے خطرناک اور عظیم تر نقصان پہنچا دیتے اور قریب تھا کہ انصار کے دو قبیلے عبد اللہ بن ابی اور اس کے نقش قدم پر پہلو بہ پہلو چلتے اور اگر اللہ ان دو قبیلوں کو ثابت قدم نہ رکھتا تو یہ مدینہ واپس آ جاتے اور قریش کے ساتھ جنگ کرنے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

اشتراک کرنا چھوڑ دیتے نہیں وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے اور معرکہ کے اختتام تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے میں مسلسل مصروف رہے۔[1]

اور غزوۂ تبوک میں عبد اللہ بن ابی اپنے منافق اصحاب کی بہت بڑی فوج کے ساتھ نکلا کہ وہ بھی جیش نبوی کا ایک جزو ہے مگر جب جیش نبوی نے ثنیۃ الوداع سے جہاں وہ پڑاؤ کیے ہوئے تھا مارچ کا آغاز کیا یہ رئیس المنافقین تو سکتے کے طور پر کھڑا ہو گیا اور ان سپاہیوں کے بہت بڑے مجموعے کے ساتھ مدینہ واپس آ گیا جو جیش نبوی میں منسلک تھے اور جو لوگ رئیس المنافقین کے ساتھ واپس ہوئے وہ بھی یقیناً اسی طرح کے منافق تھے۔

اور رئیس المنافقین کے اس تصرف کا واضح مقصد ایک یونٹ کو دوسری یونٹ جیسا کام کرنے کی ترغیب دے کر جیش نبوی کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کرنا تھا اور جب عبد اللہ بن ابی نے اپنے دستے کے ساتھ تمرد اختیار کیا تو اس نے کچھ باتیں کہیں جو ان لوگوں کے لیے تحریک تھی جو فوج میں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد ثابت قدم رہے تھے اور فوج کی دوسری یونٹوں کو تمرد اختیار کر کے مدینہ واپس جانے کی ترغیب اور سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کام کو چھوڑنے کی باتیں بھی تھیں لیکن عظیم منافق کی کوششیں ناکام ہوئیں اور اس کے خاص دستے کے سوا فوج سے نکل کر مدینہ واپس جانے میں کسی نے اس کا اتباع نہ کیا اور اس دستے کے سب افراد اسی کی مانند منافق تھے اور جیش نبوی نہایت قوت و عظمت کے ساتھ متماسک رہا اور وہ یوں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں تیس ہزار مجاہد باقی رہ گئے اور آپ نے ان کے ساتھ تبوک کی طرف مارچ کیا اور جس متماسک جیش کو آپ نے ان کے ساتھ مارچ کیا تھا اس کو پورا کیا اور عبد اللہ بن ابی اور اس کے منافق گروہ کو ناکامی اور خسارے کے سوا کچھ نہ ملا۔

اگرچہ عبد اللہ بن ابی اپنی فرار ہونے والی یونٹ کے ساتھ اس فوج کی وحدت کو نقصان

---

[1] عبد اللہ بن ابی اور اس کی منافق قوم کے تمرد کی تفاصیل ہماری دوسری کتاب غزوۂ احد میں دیکھیے۔

پہنچانے اور مسلمانوں کو ستانا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ سے متفرق ہو جانے کی ترغیب دینے کے ارادے سے فوج سے علیحدہ ہوا تھا تاکہ آپ اپنے اس تاریخی غزوہ میں ناکام ہو جائیں پھر بھی حکیم اور حلیم رسول نے عبداللہ بن ابی اور اس کے متمرد دستے کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان بُرے تصرفات کے مقابل جو منافقین مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنے کے لیے کرتے تھے ہمیشہ یہی دستور تھا۔

واقدی جیش نبوی کے تبوک کی طرف مارچ کرنے کے روز عبداللہ بن ابی اور اس کے منافق اتباع کے تسلط کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ . . . اور عبداللہ بن ابی اپنی فوج کے ساتھ آیا اور اس نے اسے ذباب[1] کے بالمقابل ثنیۃ الوداع پہ ٹھہرا دیا اور اس کے ساتھ اس کے یہود اور منافق حلیف بھی تھے جو اس کے پاس آ گئے تھے اور یہ کہا جاتا تھا کہ ابن ابی کی فوج دونوں فوجوں سے کم نہیں تھی اور جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا اس نے بھی قیام کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق کو فوج پر نائب مقرر کرتے تھے اور آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو ابن ابی پیچھے رہنے والے منافقین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا اور استہزاء کرتے ہوئے کہنے لگا ۔ . . محمد صلی اللہ علیہ وسلم رومیوں کے ساتھ تکلیف دہ حالت، گرمی اور دور دراز علاقے میں جنگ کرتے ہیں حالانکہ آپ کو اس کی طاقت نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتے ہیں کہ رومیوں سے جنگ کرنا کھیل ہے؟ اور اس کے ہم راز لوگوں نے بھی اس کے ساتھ یہی اظہار کیا۔

---

[1] ذباب ذال کی زیر کے ساتھ، مراصد الاطلاع میں ہے کہ ذباب مدینے میں ایک پہاڑ ہے اور مرضات الذباب ایک دوسری جگہ ہے۔

پھر اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کی شکست کی تمنا کرتے ہوئے کہا — قسم بخدا مجھے آپ کے اصحاب کل رسیوں میں جکڑے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے متعلق یہ بات بری خبر کے طور پر اڑائی۔[1]

بلاشبہ جیش نبوی کے مخلص اور سچے عناصر عبداللہ بن ابی کے حربے تعرض سے نالاں ہوئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے یار و مددگار چھوڑنا برا لگا۔ پس وہ جیش نبوی کے اندر پراگندگی اور پریشانی پیدا کرنے کے ارادے سے اپنی خاص فوجی یونٹ کے ساتھ واپس آگیا اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ بعض مخلص تائیدین نے اس بات میں بھی دلچسپی لی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی اور اس کے متمرد گروہ سے کامل صفایا کی اس طرح ذمہ داری لیں کہ ان سے جنگ کریں اور مدینہ چھوڑنے اور رومیوں کے مقابلے کے لیے مارچ کرنے سے قبل ان کا خاتمہ کر دیں اور اس میں ان مسلح منافقین کی آزمائش مشتمل تھی جو مسلح نبوی افواج کو مزید پسپا کرنے کا مجنونانہ جذبہ رکھتے تھے — اس فوج سے الگ ہو گئے تھے اور ان کا دستہ یہ اعلان کرتا ہوا مدینے واپس آگیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب شمال کی طرف رومیوں کے مقابلے کے لیے مارچ کرتے ہیں تو اپنے اصحاب کو آگے کرتے ہیں تاکہ رومی انہیں رسیوں میں جکڑ لیں اس لیے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس المنافقین کے خیال کے مطابق رومی افواج کا صحیح اندازہ نہیں لگایا تھا — محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتے ہیں کہ رومیوں سے جنگ کرنا کھیل ہے! قسم بخدا مجھے آپ کے اصحاب کل رسیوں میں جکڑے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔[2]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۹۶

[2] رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی گفتگو کا اقتباس۔

لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم —— نہایت دوراندیش اور حلیم شخص تھے کہ عظمت و بزرگی میں کوئی شخص آپ کی انتہا کو نہ پہنچ سکتا تھا اور ایسے تجربہ کار تھے جو عملی اقدام سے قبل نتائج کا اندازہ کر لیتے تھے اور ان سب باتوں سے بڑھ کر آپ اپنے رب کے حکم سے بات کرتے تھے اس نے فرمایا کہ آپ عبداللہ بن ابی اور منافق پارٹی کے متعلق کوئی کارروائی کریں جنہوں نے فوج کو بے یار و مددگار چھوڑتے اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا، ایسے وقت میں جسے موجودہ دور کی زبان میں ایمرجنسی اور استثنائی حالات کا نام دیا جا سکتا ہے، عصری تقاضوں —— حتیٰ کہ جمہوری ممالک میں بھی —— اس شخص کا جس کے متعلق ثابت ہو جائے کہ وہ مسلح افواج کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے تخریبی کارروائی کر رہا تھا، سخت ترین سزا دی جاتی ہے جو بعض اوقات موت تک پہنچتی ہے اور خصوصاً اس وقت جب وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے تیار اور جنگ کے لیے کوچ کی حالت میں ہوں اور عبداللہ بن ابی اور اس کے دستے نے جس کے ساتھ اس نے غدر کیا اور فوج سے اس کا جزو ہونے کے بعد اس سے الگ ہو گیا اس فوج کو نقصان پہنچانے کے لیے مکمل تخریبی کام کیا۔

لیکن رسول حکیم نے جب کہ آپ مدینے کے خطرے میں تھے، نفاق کی متمرد افواج اور ان کے خبیث لیڈر کی تادیب کے لیے کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ اس وقت آپ کی زبان سے عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کے فعل پر کوئی مذمت کا کلمہ بھی نہیں سنا گیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اور ان کے تصرفات سے تغافل اختیار کیا اور کوچ کرتے کرتے سیدھے چلے گئے حتیٰ کہ تبوک پہنچ گئے اور اپنے مقاصد کو پورا کیا اور کامیاب و کامران واپس آئے اور رئیس المنافقین اور اس کی پارٹی کے تصرفات آپ پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ منافقین کے تصرفات اور ان میں سے فوج کی واپسی اور جیش نبوی میں سپاہی اور سالار کے طور پر ان کی شمولیت کے بعد ان

کے علیحدہ ہونے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت اختیار کرنا عین حکمت تھا اور وہ یوں کہ جیش نبوی سے ان منافقین کا نکلنا خبیث جراثیم سے اس کے پاک ہونے کے قائم مقام تھا اور اگر وہ ان کی صفوں کے اندر شامل رہتے تو وہ عنقریب ایسے خطرناک نقصانات پہنچاتے اس لیے کہ وہ ہمیشہ ہی اس کے اندر فتنہ، افواہ بازی اور پریشانی پیدا کرنے کا باعث رہتے ہیں۔

اور قرآن کریم نے اس حقیقت کو ثابت کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لو خرجوا فیکم .... واللہ علیم بالظالمین[1]

(ترجمہ) اور اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکلتے تو تمہیں فساد میں بڑھا دیتے اور تمہارے درمیان فتنے کے ارادے سے گھوڑے دوڑاتے اور تم میں ان کی اطاعت کرنے والے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔

اور وہاں کچھ منافقین کے ایسے عناصر بھی تھے جو عبداللہ بن ابی اور الجد بن قیس اور ان کی پارٹیوں سے تعلق کا اظہار کرنے والے تھے —— اور وہ جسمانی زور اور دیگر لحاظ سے —— جہاد میں شمولیت اختیار کرنے کی قدرت رکھتے تھے اب عناصر مختلف جھوٹے عذرات کے ساتھ معذرت کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپیل کرتے ہوئے آئے کہ انہیں فوج میں شامل ہونے سے معافی دی جائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی گفتگو نہیں کی اور ان کے عذر کو قبول کر لیا اور انہیں جنگ میں شامل ہونے پر مجبور نہ کیا یہ منافق عناصر بہت پوشیدہ تھے جن کی تعداد اسی بیاسی آدمیوں تک پہنچتی تھی[2] اور یہ ان عناصر کے علاوہ تھے جن کے ساتھ عبداللہ بن ابی واپس لوٹ آیا تھا۔

منافقین کے سازشی اڈے کی تباہی | سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے

---

[1] توبہ آیت ۴۷۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۹۹۵

اصحاب پر منافقین کا وہ پوشیدہ بغض و کینہ مخفی نہ تھا جو وہ مسلمانوں سے رکھتے تھے ان کو مزید چھپانے کی رغبت اور امت اسلامیہ کو تباہ کرنے کی اندرونی کوششیں بھی ان سے پوشیدہ نہ تھیں حالانکہ یہ منافقین اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے مفادات کے حریص ہیں اور ان کے زعماء (جیسے عبداللہ بن ابی اور الجد بن قیس) ان بہت سی میٹنگوں میں شامل ہوتے تھے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کبار صحابہ کے ساتھ منعقد کرتے تھے۔ اس لحاظ سے کہ منافقین کے یہ زعماء بظاہر امت اسلامیہ کا جزء تھے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس علم کے کہ یہ منافقین ہیں ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرتے تھے اور ان کے بہت سے تصرفات سے درگذر کرتے تھے۔ جب تک وہ تصرفات اس حد سے تجاوز نہ کرتے جو ان کے بیمار دل، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے بغض کے متعلق چھپائے ہوئے تھے اور جب تک امت اسلامیہ کے امن و سلامتی کو عملاً نقصان پہنچانے کے درجہ تک نہ پہنچتے۔ پس جب منافقین اپنے تصرفات میں اس درجہ تک پہنچ جاتے تو حکیم اور دانا رسول ان کے خلاف پھر کاروائیاں کرتے جو امت اسلامیہ کے امن و سلامتی کی حفاظت کرتیں۔

اس لیے مسلمانوں کے جاسوس —— جنہیں آج کل نظام امن کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے —— ان منافقین کی نگرانی کرتے اور نظام امن کی ان منافقین کی نگرانی کے نتیجہ میں ان گھناؤنی سرگرمیوں اور خفیہ میٹنگوں کا انکشاف مکمل ہو گیا جنہیں یہ منافقین فوج کی سلامتی اور امت اسلامیہ کے اتفاق پر تسلط پانے کے لیے منعقد کرتے تھے۔ پس امن کے محافظوں نے مدینہ میں سالار رسول کے پاس یہ خبر پہنچائی کہ وہاں ایک اڈہ ہے جس میں نفاق کے عناصر خفیہ طور پر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور اس میں ان سازشوں کا جال بنتے ہیں جو فوج کی سلامتی اور امت کے امن کے لیے خطرہ ہیں۔ درحقیقت یہ اڈہ ایک یہودی کا گھر ہے جو باوجود مسلمانوں کی پناہ میں ہونے کے اس کا گھر ہونے سے قبل تخریب کار

اور اسلام اور مسلمانوں پر تسلط پانے والے عناصر کی ملاقات کی جگہ تھا اور اس یہودی کا نام سویلم تھا۔

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اڈے کی اور اس میں پائی جاتی وجوہ کی مدد سے منافقین کی سازشوں کی کاروائیوں کی اطلاع ملی تو آپ نے مدینہ میں امن فورسز کو حکم دیا کہ وہ اس سازشی اڈے کو تباہ و برباد کر دیں اور وہ سویلم یہودی کا گھر تھا۔ پس امن فورسز نے سویلم یہودی کے گھر کا محاصرہ کرنے میں سرعت سے کام لیا جس میں جو کیڈرز اس کے ساتھ ایک گھناؤنی میٹنگ کر رہے تھے پھر اسلامی امن فورسز نے کیڈرز سمیت اس گھر میں آگ لگا دی اور یہاں تک اس آگ نے سویلم یہودی کے گھر کو لپیٹ کر گئی اور اگر اس میں جمع ہونے والے کیڈرز گھر کی کھڑکیوں سے چھلانگیں لگا کر موت سے نجات نہ پاتے تو قریب تھا کہ وہ انہیں بھی لپیٹ کر جاتی اور جس امن فورسز نے آتش زنی اور سویلم یہودی کے گھر کی تباہی کی کاروائی کا نفاذ کیا ان کی کمان مشہور صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے کی۔

ابن ہشام نے ابن اسحٰق سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ کچھ منافقین سویلم یہودی کے گھر میں جمع ہوتے ہیں اور اس کا گھر جاسوم کے پاس تھا وہ لوگوں کو غزوہ تبوک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہونے سے روکتے تھے پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان سمیت سویلم کے گھر کو جلا دیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے ایسے ہی کیا اور ضحاک بن خلیفہ نے گھر کی چھت سے چھلانگ لگائی اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس کے اصحاب بھی داخل ہو گئے اور وہ بھاگ گئے اور اس بارے میں ضحاک نے کہا ہے کہ

بیت اللہ کی قسم قریب تھا کہ ضحاک اور ابن ابیرق کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی آگ بھڑک کر رہتی اور وہ سویلم کے گھر پر چھا گئی اور میں اپنی ٹوٹی ہوئی
ٹانگ اور کہنی پر ٹھہر گیا، تم پر سلامتی ہو میں دوبارہ اس قسم کا کام
نہیں کروں گا اور جس پر آگ حاوی ہو جائے میں ڈرتا ہوں کہ وہ جلا
دے گی۔

دوران ڈکٹیٹروں کے ساتھ جو کچھ ہوا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق ڈکٹیٹروں کے اس اڈے کو جلانے پر اکتفا کیا جس میں یہ ملاقات کرتے تھے اور وہ سویلم یہودی کا گھر تھا اور آپ نے ان لوگوں میں سے جو سویلم کے گھر میں تھے جلا اور آتش زنی کے وقت کسی کو گرفتار کرنے کا حکم نہیں دیا حتیٰ کہ سویلم یہودی کے خلاف بھی آپ نے اس کے گھر کے جلانے کے سوا کوئی کارروائی نہیں کی۔

سب سے خطرناک اڈہ

ڈکٹیٹر منافقین کی ملاقات کے مقام سویلم یہودی کے گھر کو اسلامی امن فورس کے جلا دینے کے

باوجود یہ منافقین اپنے خفیہ اصحاب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف سازشیں کرنے سے باز نہ آئے بلکہ نفاق میں دور تک چلے گئے اور اسلام اور اس کے شعائر جیسے نماز کا اظہار کرتے رہے اور اس دوران میں خفیہ طور پر اسلام اور اس کے نبی کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور انہوں نے اپنے مجرمانہ اعمال اور اپنی خبیث سازشوں کے جال کے لیے جنہیں وہ مختلف اسالیب سے اسلام کے خلاف کوشش و محنت سے برابر بُنتے رہے، اس دین کی طرف اپنے انتساب کو پردہ بنائے رکھا۔

اور جب کہ مدینہ میں منافقین کا ایک ہی اڈہ تھا جسے اسلامی امن فورس نے دریافت کر لیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے مارچ کرنے سے قبل اسے تباہ کر دیا اور وہ سویلم یہودی کا گھر تھا بلاشبہ دوسرا ایک اس سے بھی بڑا اور خطرناک اڈہ تھا، جسے اسلامی امن فورس نے مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے ساتھ تبوک سے واپسی کے

بعد دریافت کیا ہیں آپ نے اس کے جلانے کا حکم دے دیا اور اس کی تباہی کا کام مکمل ہو گیا۔ اور وہ مسجد ضرار ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔

منافقین نے مسجد کی طرز پر ایک اڈہ بنایا تاکہ وہاں سے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے اور سازشوں کے لیے ملاقات کی جگہ بنائیں اور اس میں گڑبڑ کرنے والے جاسوسوں سے محفوظ تھا۔ جیسا کہ وہ بظاہر مسجد اور ان کے گھروں میں سے ایک گھر تھا اور یہ منافقین کی ایک کارروائی تھی جو بہت خبیث اور ضعیف تھی اور اس مسجد کو آگ سے جلانے کی کارروائی مکمل ہو گئی جب کہ سویلم یہودی کے گھر کو جلایا گیا اور یہ تبوک سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد ہوا جیسا کہ اس کی تفصیل اس بحث میں عنقریب بیان ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

فوج کے اجتماع کی تکمیل اور انتظامی تدابیر

کبار مالدار صحابہ کے فیاضانہ عطیات کے بعد مدینہ میں اسلامی فوج کے اجتماع کی تکمیل ہو گئی اور اسے جن ہتھیاروں اور نقل و حمل کے لیے جن اونٹوں اور گھوڑوں کی ضرورت تھی ان کی تیاری بھی مکمل ہو گئی اور عطیات میں قوم کے مختلف گروہوں نے شرکت کی جن میں وہ عورتیں بھی تھیں جو اپنے گہرے ایمان کے باعث ـــــ اپنے خاص زیورات سے فوج کی تیاری کے لیے عطیات اور صدقات دیتی تھیں.... اس طرح فوج کے اجتماع کے مکمل اور تیار ہونے کے بعد اس کی تعداد ـــــ منافقین کے اس سے علیحدہ ہو جانے کے بعد ـــــ تیس ہزار سے زیادہ تک پہنچ گئی۔

رسولِ اعظم اور سپہ سالار اعلیٰ کی جانب سے اسلامی افواج کے لیے حکم صادر ہوا کہ یہ فوج مدینہ سے شمال کی جانب مارچ کے لیے تیار ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، فوج کے تمام عناصر، افسروں اور سپاہیوں کو یہ اطلاع دے دی تھی کہ آپ ان کے ساتھ ان رومیوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں جن کے متعلق آپ کو اطلاع ملی ہے کہ وہ جزیرہ عرب کی شمالی حدود کے نزدیک منطقہ عمان میں جمع ہو رہے ہیں تاکہ وہ حضارمہ، کندیوں اور قضاعیوں کے عرب عیسائیوں اور یمانی غساسنہ کی مدد سے جو قسطنطنیہ کے باذنطینی تاج سے وابستہ تھے اس شاہ ہرقل کو کفایت کرنے کے لیے جزیرہ عرب پر جنگ مسلط کر دیں جو کسریٰ پرویز پر اپنی تباہ کن فتوحات کے نشہ میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ اسے اس

نے شکست دے کر اس سے تمام بازنطینی مقبوضات چھین لیں جو ایرانیوں نے شام، ایشیائے کوچک اور افریقہ میں غصب کر لی تھیں۔

اور شاہ ہرقل مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے پرجوش نہ تھا کیونکہ وہ اپنے انجیلی علم واسع کی بنا پر یقین رکھتا تھا کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا ایک عبث فعل ہے کیونکہ محمد بن عبداللہ ہاشمی اللہ کے تائید یافتہ رسول ہیں جیسا کہ وہ اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے تھے اور جیسا کہ شاہ ہرقل کو اس حقیقت کا یقین اُن کے بڑے پوپ "روما" نے اس وقت دلا دیا تھا جب شہنشاہ ہرقل نے اس کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ وہ اس کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے متعلق بیان کرے اور اس سے یقین حاصل کرنے کے لیے دریافت کیا کہ کیا وہ منتظر نبی ہے جس کی صفات اور ظہور کی ضروریات کا ذکر تورات و انجیل میں پایا جاتا ہے۔

اور ہمیں معلوم ہے کہ اس شاہ ہرقل نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط وصول کیا جس میں آپ نے اسے اور اس کی قوم کو [illegible] اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے حضرت دحیہ کلبی کو بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ نبی منتظر ہیں جسے وہ اپنے ہاں انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور اس نے حضرت دحیہ کا حد درجہ احترام کیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی احترام کیا اور اس نے اپنی شہنشاہیت کے دینی لیڈروں اور کبار تابعین کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ سب کے سب اسلام میں داخل ہو جائیں کیونکہ آپ کا دین عنقریب اپنے سب مخالفین پر غالب آ جائے گا اور آپ کی فوج ہر اس زمین پر غالب آ جائے گی جو ان کی راہ میں رکاوٹ بنے گی خواہ وہ کوئی بھی ہو لیکن بڑے بڑے پادریوں، راہبوں اور فوجی افسروں نے شہنشاہ ہرقل کے مشورے کو کلیۃً [illegible] کر دیا بلکہ وہ اس کے اس مشورے پر ناراض ہو گئے اور اس کی معزولی کے لیے اس کے خلاف انقلاب برپا کرنے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ اپنی دانشمندی سے ان کو پرسکون کرنے میں کامیاب ہو گیا اور وہ بھی پرسکون ہو گئے اور وہ شہنشاہیت

تحت پر تو ظاہر ہو چکی کہ اس نے اور انہوں نے اس بادشاہ کی اس توقع کو کہ اس وقت کے صاحب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت رومی شہنشاہیت کی ان تمام مملکات پر قابض ہو گئیں جو صدیوں سے بلاد شام، مصر اور شمالی افریقہ میں تھیں اور شاہ ہرقل نے پہلے سے ہی بتایا تھا کہ جب وہ اس کے مشورے کو نہیں مانیں گے اور اسلام میں داخل نہ ہوں گے تو یہ بات عنقریب رونما ہو گی[1]

جیسا کہ معلوم ہوتا ہے شاہ ہرقل جیشِ نبوی کے ساتھ کسی فوجی مقابلے میں شامل ہونے کے لیے پرجوش نہ تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ نبی مرسل تو یہ من اللہ ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے سیاستدانوں، پادریوں شہنشاہیت کی فوج کے فوجی افسروں نے شہنشاہ پر دباؤ ڈالا کہ وہ جزیرہ عرب کی حدود پر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادے سے اپنی افواج کو جمع کرے اس نے بادلِ نخواستہ اور اس فوج کشی کا پکا قائل ہوئے بغیر ایسا کیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس بادشاہ کو جیشِ نبوی کے تبوک پہنچنے کی اطلاع ملی جو حدود شام کے نزدیک ہے تو اس نے اپنی افواج کو متفرق کر دیا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے خیال سے انحراف کیا اور ان کو ایک نرم اور مہذب خط لکھ کر دیا جس میں ذاتی طور پر تسلیم کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پیغمبر مرسل ہیں جن کا ذکر انجیل میں بیان ہوا ہے جیسا کہ اس کتاب میں اس کی تفصیل میں ابھی بیان ہوگی۔

مدینہ کا نائب امیر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظامی طور پر اصل یہ دستور تھا کہ آپ جب کبھی جنگ یا کسی اور کام کے لیے مدینہ کو چھوڑنے کا ارادہ کرتے تو دار الخلافے میں اپنے اصحاب میں سے کسی شخص کو اس کے امور کے انتظام کے لیے اپنی نیابت میں حاکم بنا کر چھوڑتے

---

[1] شاہ ہرقل کے واقعہ کی تفصیل ہماری صاحبزادی کی کتاب غزوۂ موتہ میں دیکھیے۔

حتیٰ کہ آپ اس کی طرف واپس آجاتے اور اس دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور اس کے نواح پر حضرت سباع بن عرفطہ[1] غفاری کو حاکم مقرر کیا۔

پس آپ نے مدینہ سے فوج کے ساتھ مارچ کرنے سے قبل ایک ربانی فرمان جاری کیا جس کے مطابق آپ نے حضرت سباعؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا اور حضرت سباعؓ مدینہ کے باشندے نہ تھے بلکہ قبائل کے بدوی کنانی قبیلے سے تھے جن کے دیار غفار تک اور مدینہ کے درمیان بدوی قبائل تھے اور بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تصرف میں اسلام کی لائی ہوئی مساوات کا خلاصہ پایا جاتا ہے اور اس کے ذریعے آپ نے عنصریت اور جاہلی قبائلی تعصب کا خاتمہ کر دیا اور آپ نے اپنی غیر حاضری میں اہل مدینہ پر ان میں سے کوئی امیر مقرر نہ کیا بلکہ ان پر ایک بدوی کو امیر مقرر کیا جس کی سابقیت اسلام نے اُسے اس لائق بنایا کہ وہ انصار و مہاجرین کے دارالخلافے کا امیر ہو۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمزاد حضرت علیؓ بن ابی طالب کو مدینہ میں پیچھے چھوڑا اور آپ نے انہیں امیر بنا کر نہیں چھوڑا آپ نے انہیں صرف اس لیے پیچھے چھوڑا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص کاموں میں مصروف رہیں اور وہ آپ کے اہل و عیال کے کاموں کی دیکھ بھال کریں۔

اور منافقین نے حضرت علیؓ کے متعلق —— جیسا کہ فتنہ اور پریشانی پیدا کرنے کے بارے میں ان کا طریق تھا —— افواہ اڑا دی اور کہنے لگے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بوجھ محسوس کرتے ہوئے اور ان سے ہلکا ہونے کے لیے پیچھے چھوڑا ہے منافقین کے اس خبیث قول نے امیر المومنین حضرت

---

[1] آپ کے حالات اس سلسلہ کی گزشتہ کتاب میں دیکھیے۔

پنجے کے بل پر اٹھ گیا اور انہیں اس حد تک تکلیف ہوئی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ ملے ——— اور آپ ابھی تک مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے —— اور منافقین نے مدینہ میں جو بری اور تکلیف دہ بات مشہور کی ہوئی تھی اس کی آپ کو اطلاع دی ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ، یا نبی اللہ منافقین کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے بوجھ محسوس کیا ہے اور آپ مجھ سے تھکے ہوئے ہیں ۔ سو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اطمینان دلایا کہ یہ قول محض افترا ہے اور آپ سے خواہش کی کہ وہ اس کی پرواہ نہ کریں اور مدینہ واپس چلے جائیں تا کہ جو ذمہ داری آپ نے ان کے سپرد کی ہے اسے مسلسل ادا کرتے رہیں ۔ آپ نے انہیں فرمایا انہوں نے جھوٹ بولا ہے ۔ میں نے تو آپ کو ان کے لیے پیچھے چھوڑا ہے جو میں اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں ۔ واپس چلے جائیے اور میرے اور اپنے اہل میں میری جانشینی کیجیے ۔ اے علی کیا آپ پسند نہیں کرتے کہ آپ کو مجھ سے وہی مقام حاصل ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھا ۔ ہاں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ واپس آ گئے اور منافقین کی افواہوں سے تجاہل اختیار کیا اور مدینہ میں رہ کر اپنے اہل اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کے امور کی نگرانی کرتے رہے حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آ گئے[1]

گریہ کناں مومنین کا حال

جیش نبوی کے اجتماع و تیاری کے دوران دو مختلف باتیں رونما ہوئیں ۔ وہاں اہل مدینہ کے کچھ ایسے عناصر بھی تھے جو جسمانی اور مادی طور پر اس عظیم غزوہ میں عملی مشارکت کی قدرت رکھتے تھے جس کے متعلق طے ہو چکا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے مارچ کریں گے لیکن یہ عناصر پیچھے رہے اور انہوں نے مختلف بناوٹی اور جھوٹے عذرات کی جلو میں

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳

جنگ میں شمولیت تھی اور یہ عناصر منافقین تھے۔

دوسری جانب ایسے مخلص مومن عناصر بھی نمایاں ہوئے جو قدرت رکھنے والے اور پیچھے رہنے والے منافقین کے الٹ تھے۔ یہ عناصر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شمولیت کے لیے شوق سے سرشار تھے اور اس کے آرزومند تھے اور بہت سچے اور جسمانی لحاظ سے مشارکت پر قدرت رکھتے تھے لیکن اپنی محتاجی کی وجہ سے مادی طور پر قدرت نہ رکھتے تھے ان کے پاس نہ زندگی گزارنے کا سامان تھا اور نہ ٹرانسپورٹ تھی جس کے ساتھ وہ اس جنگ میں شامل ہو سکتے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بلایا تھا۔

یہ عناصر (یہ سات جوان تھے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ شاید وہ آپ کے پاس وہ چیز پائیں جس سے وہ جنگ میں شامل ہو سکیں لیکن حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ——— جو صادق و مصدوق تھے ——— انہیں بتایا کہ آپ کے پاس ان کی خواہش کو پورا کرنے کا کوئی سامان نہیں۔ تو وہ جہاد فی سبیل اللہ کے شرف کے کھونے پر حسرت سے روتے ہوئے واپس آ گئے۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے ——— پھر کچھ مسلمان نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور وہ گریہ کرنے والے تھے اور وہ انصار وغیرہم کے سات آدمی تھے اور وہ بنی عمرو بن عوف سے تھے۔

حضرت سالم بن عمیر[1] ، بنی حارثہ کے بھائی حضرت علبہ بن زید[2] ، حضرت ابو لیلیٰ[3]

---

[1] سالم بن عمیر بن ثابت بن النعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف الانصاری الاوسی۔ آپ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور بدر اور تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ صرف اس غزوہ تبوک سے الگ رہے۔ آپ مادی طاقت کے نہ ہونے کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے اور آپ ان گریہ کناں لوگوں

(باقی حصہ پر)

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب، بنی مازن کے بھائی جو بنی نجار سے تھے اور بنی سلمہ کے بھائی حضرت عمرو بن حمام بن الجموحؓ، حضرت عبداللہ بن المغفل المزنی بنو واقف کے بھائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں سے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تعریف کی ہے۔ حضرت سالمؓ نے حضرت معاویہ کی خلافت میں وفات پائی۔

[۲] علبہ بن زید بن صیفی الخزرجی الانصاری آپ ان گریہ کناں لوگوں میں سے تھے جو چشم پُر آب واپس گئے تھے جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے، عبدالمجید بن ابی عبس بن جبیر نے روایت کی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی ترغیب دی تو ان میں ہر ایک اپنی طاقت کے مطابق صدقہ لے کر آیا۔ حضرت علبہ بن زید نے کہا میرے پاس صدقہ دینے کو کچھ نہیں اے اللہ میں اپنی عزت اس شخص کو صدقہ دیتا ہوں جسے وہ تیری مخلوق میں سے پہنچے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے صدقے کو قبول کر لیا ہے۔

[۳] عبدالرحمٰن بن کعب ابو لیلیٰ آپ بنی مازن سے تھے جو بنی نجار سے تھے۔ ابن اثیر نے بیان کیا ہے آپ بدر میں شامل ہوئے اور آپ افاضل صحابہ میں سے تھے۔

حاشیہ صفحہ ہذا

[۱] عمرو بن الحمام الانصاری جو بنی سلمہ سے تھے اور جعفر المستغفری نے بیان کیا ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اُحد کے روز شہید ہوئے اور آپ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام ایک قبر میں دفن ہوئے اور ان دو بھائیوں کی قبر کا نام دیا گیا اور یہ دونوں ایک دوسرے سے خالص محبت رکھتے تھے اور ابو موسیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ کے ساتھ جس شخص کو دفن کیا گیا وہ حضرت عمرو بن الجموح ہیں

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۴ پر)

حضرت حرمی بن عبداللہؓ، حضرت عرباض بن ساریہ فزاریؓ ۔ پس انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگی اور یہ لوگ ضرورت مند تھے آپ نے فرمایا میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بیان کیا ہے کہ یہی بات صحیح ہے اور اس کے سوا جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی کچھ اہمیت نہیں ہے۔

سے عبداللہ بن مغفل بن عبد بن نہم اور بعض نے عبد نہم بیان کیا ہے، المزنی جو بنی اد بن طابخہ سے تھے اور آپ کی کنیت ابو سعید تھی، حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ اصحاب الشجرہ میں سے تھے اور مزینہ کے جنگل کے باشندے تھے اور مزینہ ایک بہادر اور مبارک قبیلہ ہے جس کے اسلام میں شاندار اور بزرگ کارنامے ہیں اس قبیلہ نے نعمان بن مقرن کی مدد سے اور خلیفہ صدیقؓ کی کمان میں مدینہ کو جو سر پھرے (طلیحہ بن خویلد اور عیینہ بن حصن اور ان دونوں کی قوم) سے بچانے کے لیے فعال شرکت کی ..... حضرت عبداللہ بن مغفل نے مدینہ میں سکونت اختیار کی پھر بصرہ منتقل ہو گئے اور جب مسلمانوں نے ایران کو فتح کیا تو آپ تستر شہر کے دروازے میں داخل ہونے والے پہلے شخص تھے اور آپ رواۃ حدیث میں سے تھے ......

آپ سے حضرت حسن بصری، ابو العالیہ، اور عبداللہ بن الشخیر کے دونوں بیٹوں مطرف اور یزید، اور عقبہ بن صہبان، ابو الوازع، معاویہ بن قرۃ اور حمید بن ہلال وغیرہم نے روایت کی ہے ..... آپ نے ۵۹ھ میں وفات پائی اور بعض کا قول ہے کہ آپ نے ۶۰ھ میں عبیداللہ بن زیاد کی امارت کے زمانے میں بصرہ میں وفات پائی ہے۔

✤

حاشیہ صفحہ ہذا

سلہ حرمی بن عبداللہ بن رباح الدوسی الانصاری الواقفی۔ آپ اسلام کے سابقین

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۵ پر)

تمہاری سواری کے لیے کچھ نہیں پاتا تو وہ واپس چلے گئے اور اس غم کے باعث کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں ، ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان پاکیزہ جوانوں کو معذور قرار دیا اور قرآن میں ان کی تعریف کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

ولا علی الذین .... فہم لا یعلمون[لہ]

(ترجمہ) اور نہ ان لوگوں پر کوئی الزام ہے کہ جب وہ آپ سے سواری مانگنے آئے تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تمہاری سواری کے لیے کچھ نہیں تو وہ واپس چلے گئے اور غم کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں سے تھے اور تبوک کے سوا ، تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔

سہ العرباض بن ساریہ بنی سلیم سے تعلق رکھتے تھے ، بہت سے تابعین نے آپ سے روایت کی ہے اور آپ ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مشہور حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مؤثر نصیحت کی جس سے آنکھیں رواں ہو گئیں اور دل خوفزدہ ہو گئے اور ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ یہ الوداعی نصیحت ہے آپ ہمیں کیا وصیت کرتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور سمع و اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں خواہ حبشی غلام کی سمع و اطاعت کرنی پڑے اور تم میں سے جو شخص زندہ رہا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا ۔ بدعات سے اجتناب اختیار کرو بلاشبہ وہ ضلالت ہیں اور تم میں سے جس شخص نے وہ زمانہ پایا اس پر میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنا لازم ہے۔

حضرت عرباض نے ۷۵ھ میں وفات پائی۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) لہ توبہ آیت ۹۲ - ۹۳

کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں۔ الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو مالدار ہوتے ہوئے آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ انھوں نے عورتوں کے ساتھ رہنا پسند کیا اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور انہیں علم نہیں ہے۔

فصل سوم

- جیشِ نبوی کا شمال کی طرف مارچ کرنا۔
- ان گریہ کناں لوگوں کا حال جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معذور قرار دیا۔
- جیشِ نبوی سے پیچھے چھوٹ گئے تین آدمیوں کا حال۔
- فوج کے اندر منافقین کے برے اعمال۔
- فوج کے دیارِ ثمود سے گزرنا اور ان میں داخل ہونے سے روکنا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فوج کے ساتھ تبوک پہنچنا۔
- سرحد پر رومیوں کے وجود کا کوئی نشان نہ ہونا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع کے خطبہ کی طرح خطبہ دینا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب خصوصاً آپ شمال کو جاتے تو اس وقت فوج کو مدینہ کے شمال میں الجرف میں پڑاؤ کرنے کا حکم دیتے اور آپ نے الجرف میں اپنی چھاؤنی قائم کی حتیٰ کہ فوج کی تشکیل و تجہیز مکمل ہو گئی اور عدد (منافقین کے مقتدر گروہ کے علیحدہ ہو جانے کے بعد) تیس ہزار تھی، اور اس میں کچھ منافق عناصر بھی تھے جو فوج میں افواہیں اڑانے کے ارادے سے باقی رہ گئے تھے بلکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت قتل کرنے کی کوشش کی جب آپ فاتح بن کر تبوک سے واپس آ رہے تھے جیسا کہ اس کتاب میں اپنے مقام پر ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

اسلامی فوج کے اجتماع کی تکمیل کے بعد آپ نے اس کے سالار اور علمبردار مقرر کیے اور علمبرداروں میں سے چار سالار بہت نمایاں تھے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بڑا جھنڈا آپ کو عطا فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوج میں اعلیٰ عہدہ کے حامل تھے۔

۲۔ حضرت زبیر بن العوام؛ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بڑا جھنڈا آپ کو عطا فرمایا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ حضرت ابوبکرؓ کے بعد دوسرے فوجی عہدے پر آتے تھے کیونکہ لواء رایہ سے بڑا ہوتا ہے۔

۳۔ ان دونوں کے بعد حضرت اسید بن الحضیر کا فوجی عہدہ آتا ہے جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کا جھنڈا دیا تھا۔

۴۔ حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ؛ احد کے مشہور ہیرو؛ آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خزرج کا جھنڈا عطا فرمایا اور خزرج ہمیشہ تعداد میں اوس سے

---

[1] کوئی صاحب اس امر سے پریشان خاطر نہ ہوں کہ حضرت ابوبکرؓ کو بھی آپ نے بڑا جھنڈا عطا فرمایا اور حضرت زبیر بن العوامؓ کو بھی اپنا بڑا جھنڈا دیا۔ اس بات یہ ہے کہ عربی زبان میں جھنڈے کے لیے کئی الفاظ استعمال ہوتے ہیں آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو جو جھنڈا دیا اس کا نام عربی زبان میں لواء ہے اور جو جھنڈا آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اس کا نام رایہ ہے۔ مسلّمہ امر ہے کہ جھنڈا لواء رایہ سے بڑا ہوتا ہے۔ ہماری زبان میں چونکہ اتنی وسعت نہیں کہ وہ عربی زبان کے ہر لفظ کے صحیح مفہوم کو ادا کر سکے اس لیے ہم نے ترجمہ میں دونوں کا ترجمہ جھنڈا ہی کیا ہے اور اس نوٹ کے ذریعے اصل حقیقت کی توضیح کر دی ہے۔

(مترجم)

زیادہ جانتے تھے۔

۵۔ حضرت زید بن ثابت —— آپ نوجوان تھے —— رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خزرج کے بنی مالک بن النجار کا جھنڈا عطا فرمایا اور اسے اس جھنڈے کی نسبت سے جسے حضرت ابو دجانہؓ اٹھائے ہوئے تھے دوسرا جھنڈا خیال کیا جاتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نجار کا جھنڈا حضرت عمارہ بن حزم کو عطا فرمایا پھر اسے ان سے لے کر حضرت زید بن ثابت کو دے دیا۔ حضرت عمارہ نے کہا یا رسول اللہ شاید آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا قسم بخدا نہیں، لیکن قرآن کو مقدم کرو اور زید تجھ سے قرآن کے زیادہ اخذ کرنے والے ہیں اور قرآن مقدم کرتا ہے خواہ نکٹا غلام ہی ہو۔

اور کسی مورخ نے دستوں کے امراء اور مہاجرین و انصار اور بقیہ قبائل کے فوجی جھنڈوں کے حاملین کی پوری تفاصیل بیان نہیں کیں جیسا کہ انھوں نے فتح مکہ کے متعلق بیان کی ہیں۔

ہاں ان مورخین نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی بھرتی کے وقت —— تقریباً وہی طریقہ اختیار کیا جو آپ نے حدیبیہ میں فوج کی بھرتی کے وقت اختیار کیا تھا اور وہ فوج مکہ کی طرف جاتے ہوئے اپنے راستے میں تھی۔

ان مورخین نے بیان کیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے —— فوج کی بھرتی اور اپنی افواج کی تنظیم کے وقت —— انصار کے تمام بطون کو حکم دیا کہ وہ لواء اور رایۃ بنالیں اور عرب قبائل میں بھی رایات اور الویۃ تھے اور آپ نے اوس اور خزرج کو حکم دیا کہ وہ ان کے علمبردار وہ ہوں جو قرآن کو زیادہ اخذ کرنے والے ہوں اور حضرت ابو زید بنی عمرو بن عوف کے علمبردار تھے اور حضرت معاذ بن جبلؓ بنی سلمہ کے علمبردار تھے[2]

---

[1] توبہ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ حنین میں دیکھیے [2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص

فوج میں گھڑ سوار فوج

اس زمانے میں گھڑ سوار فوج، طاقتور فوج تھی جس پر سپاہی اور خصوصاً عرب اعتماد کرتے تھے کیونکہ گھوڑے اس حالتِ جنگ کے لیے اہم وسیلے تھے جو دیہاتی عرب اچھی طرح لڑ سکتے تھے کیونکہ انھوں نے انہی جنگلوں میں پرورش پائی تھی اور ان کے وسیع صحرائی علاقے، گھوڑوں کی تربیت کرنے اور ان کی پشتوں پر حالتِ جنگ کی مہارت حاصل کرنے کے لیے مناسب جگہ تھے اور اس دور کی گھڑ سوار فوج کی اہمیت کو اس زمانے میں بکتر بند گاڑیوں سے تشبیہ دی جا سکتی ہے کیونکہ اس زمانے میں سپاہی حیثیت سے ہراول میں گھڑ سوار فوج سے کام لیتے تھے جیسے آج بکتر بند گاڑیوں سے لیا جاتا ہے۔

اور اس فوج کی اہمیت کے پیشِ نظر جس کی عنقریب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذمہ داری لینے والے تھے اور اس وجہ سے کہ آپ شہنشاہیت کی افواج سے مقابلے کا عزم کیے ہوئے تھے جو مختلف سمتوں پر بہت سی فوجی طاقتوں کی مالک تھیں آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی فوج میں گھڑ سوار فوج ایک طاقتور قوت ہو اور آپ کی یہ خواہش پوری ہوئی، فوج کا نصف حصہ گھڑ سواروں کا تھا اور بقیہ اونٹ سوار تھے اور حالتِ جنگ میں اونٹوں کی اپنی اہمیت ہے، اور یہ لڑائی ان کی مانند کسی چیز سے نہیں ڈرتے، ہاں گھوڑوں کے بعد اونٹ دوسرے نمبر پر آتے ہیں اور جب ہم اس بات کا اعتقاد کر لیں کہ گھوڑے سرعتِ حرکت اور خندقوں کے پھلانگنے اور جنگ کے دوران ٹیلوں پر چڑھنے اور اترنے میں اونٹوں پر فوقیت رکھتے ہیں تو یہ اونٹ جنگ میں اور مقابلے کے لحاظ سے ٹینک کی بہ نسبت نصف مجنزہ سے مشابہت رکھتے ہیں اور جس فوج کا تہائی حصہ گھڑ سوار ہو وہ مسلمانوں کی نسبت سے جو فرزندانِ صحرا تھے، نبوی فوج کی ہتھیار بندی کے عظیم انقلاب پر دلالت کرتا ہے، جسے آپ نے ——— تبوک کی طرف مارچ کے وقت ——— روم و ایران کی فوجوں کے میدانِ جنگ میں رکھا تھا۔

اور جب ہم تھوڑا پیچھے کی طرف رجوع کریں تو ہم مسلمانوں کو پہلے معرکے میں جو معرکۂ
تھا اور ہجرت کے دوسرے سال ہوا تھا ایسا پاتے ہیں کہ ان کے پاس ایک گھوڑے
دو گھوڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا اور اسی طرح گھڑ سوار قوت میں سے جنگ احد
میں بھی ان کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔

اور عہد نبوی میں گھڑ سوار قوت کی جو سب سے بڑی فتح ـــــ تبوک سے قبل
تھی وہ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں تھی اور وہ دو ہزار چار سو آدمی سوار تھے
یہ ۸ھ کا واقعہ ہے جب جیش نبوی میں گھڑ سوار قوت کا انقلاب جلد آیا ـــ
گویا اس بات کی طرف راجع ہو کر بہت سے صحرائی لوگ اسلام میں داخل ہو گئے
گھوڑوں کے جمع کرنے کی مانند کوئی رغبت نہ رکھتے ـــــ اور ایک سال سے
بھی کم عرصے کے بعد جیش نبوی میں گھڑ سوار قوت دو ہزار چار سو سے بڑھ کر
دس ہزار سواروں تک پہنچ گئی جب کہ فتح مکہ اور غزوہ حنین ۸ھ میں ہوئے اور
غزوۂ تبوک ۹ھ میں ہوا۔

واقدی نے اپنی مغازی کی جلد ۳ کے صفحے پر بیان کیا ہے کہ مورخین نے
بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیس ہزار فوج تھی اور دس ہزار
گھوڑے تھے۔

اور غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سوار قوت سے بہت
استفادہ کیا اور آپ نے جنگ میں جو دور دراز مسافتوں کے طے کرنے کا تقاضا
کرتی ہے اس سریع الحرکت قوت سے کام لیا اور جب آپ تبوک میں تھے اور عظیم
فتح کے اپنے مقاصد پورے کر لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
خالد بن ولید کو چار سو بیس جانبازوں کے ساتھ جو سب کے سب گھڑ سوار تھے
دومۃ الجندل کی مملکت کو تابع بنانے کے لیے بھیجا اور وہ دومۃ الجندل کے بادشاہ
اکیدر کی افواج پر متغلب ہو گئے اور انھوں نے اس بادشاہ کو قیدی بنا لیا تھا
جس کی تفصیل عنقریب اپنے موقع پر بیان ہوگی۔

اور فوج کے تبوک کی طرف مارچ کرنے سے قبل رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک حکم صادر فرمایا جس کے بموجب آپ نے ہر اس انسان کو اس تاریخی غزوہ میں اپنے ساتھ شامل ہونے سے روک دیا جب تک وہ جنگ کے ضروری سامان گزران اور ہتھیار یعنی گھوڑے اور اونٹ سے مکمل طور پر تیار نہ ہو اور آپ نے یہ حکم بعد مسافت اور گرمی کی شدت کی وجہ سے دیا اور اصحاب سیر و مغازی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ——— ہمارے ساتھ صرف صاحب قوت ہی نکلے ——— یعنی ایک شخص ایک سرکش اونٹ پر نکلا تو اس نے اسے گرا دیا اور لوگ کہنے لگے شہید شہید، سو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ .. جنت میں صرف مومن داخل ہوگا ——— یا نفس مومن داخل ہوگا ——— اور نافرمان جنت میں داخل ہوگا اور اس شخص کو اس کے اونٹ نے سوغادین گرا دیا تھا اور یوں ماہ رجب ۹ھ میں رسول اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ جو تیس ہزار جانبازوں تک پہنچی ہوئی تھی تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور منافقین کی وہ تمام کوششیں ناکام ہو گئیں جو انہوں نے اس فوج کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور اختلاف پیدا کرنے کے لیے کی تھیں تاکہ وہ جنگ ناکام ہو جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی کثرت تعداد کے لحاظ سے اور ان مقاصد کی اہمیت کے لحاظ سے جنہیں اس جنگ نے پورا کیا تھا، سب سے بڑی عسکری کارروائی تھی اور وہ اس رومی شہنشاہیت کو خوفزدہ کرنا تھا جو اس وقت ——— ایران شہنشاہیت پر فتح پانے کے بعد ——— دنیا کی سب سے بڑی قوت تھی اور یہ شہنشاہیت بھی اپنی عظیم فوجی یونٹوں کو جنہیں اس نے جزیرہ عرب کی حدود پر جمع کر دیا تھا، تبوک کے پاس لے آئی اور یہ کام اس نے خوف اس علم کے ہونے پر کیا کہ جیش نبوی تبوک پہنچ گیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے والے چار شخص غزوہ تبوک میں

صادقین میں سے چار اشخاص کے سوا جو سب کے سب انصاری تھے، کوئی شخص کسی عذر کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا اور یہ چار بھی کسی شک اور ارتیاب کی بنا پر پیچھے نہیں رہے، صرف انھیں بشری کمزوری نے آ لیا اور دوسروں کی صحبت ان پر زیادہ اثر ڈال دی۔ یہ اشخاص حضرت کعب بن مالک[1]، حضرت ہلال بن امیہ[2]، حضرت مرارہ بن الربیع[3] اور حضرت ابو خیثمہ تھے۔

حضرت ابو خیثمہ زندگی کی خواہشات و ترغیبات کے آگے اپنی بشری کمزوری پر غالب ہو گئے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملنے میں سرعت سے کام لیا اور دوسرے تینوں اشخاص مدینہ میں پیچھے رہے اور بشری کمزوری نے انھیں روک لیا وہ ہر روز کہتے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں گے حتیٰ کہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ختم ہو گیا اور آپ مدینہ واپس آ گئے اور آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ان کی تادیب کے لیے ان کا مقاطعہ کر دیں کیونکہ انھوں نے فوج سے تخلف اختیار کیا ہے اور اس میں شرکت لازمی تھی اور مسلمان ان تینوں سے بات نہ کرتے حتیٰ کہ انھیں تباہ کن نفسیاتی عذاب نے آ لیا جسے اللہ ہی جانتا ہے اور یہ ان کی صفائی کے لیے تھا اور وہ پچاس سے کچھ اوپر راتیں اسی حالت میں رہے حتیٰ کہ قرآن ان کی توبہ کا اعلان کرتے ہوئے نازل ہوا کیونکہ وہاں کوئی ایسا شبہ نہ تھا جو ان کے ایمان و اسلام میں کسی جانب

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

[2] ہلال بن امیہ بن عامر بن قیس بن عبد الاعلم الاوسی الانصاری، آپ بدر و احد میں شامل ہوئے۔ آپ قدیم الاسلام تھے اور آپ بنی واقف کے اصنام کو توڑا کرتے تھے اور فتح مکہ کے روز ان کا جھنڈا بھی آپ کے پاس تھا۔

[3] مرارہ بن الربیع بن ربعی بن عدی بن زید الاوسی الانصاری، آپ بدر میں شامل ہوئے۔

میں آمیزش کرتا، لیکن انسان خطا کا پتلا ہے اور اللہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان تین پیچھے رہنے والے بزرگوں کا واقعہ ہم اس کتاب کی آئندہ فصول میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

حضرت ابوخیثمہ جنہوں نے اپنے نفس امارہ کو شکست دی اور اپنی بشری کمزوری کی مقاومت کو کچل ڈالا، ہم انہیں کہتے ہیں کہ وہ اپنے عجیب واقعہ کو ہم سے بیان کریں، جس میں بہت سی عبرتیں ہیں اور اس میں یہ بھی ہے کہ شیطان ہر انسان کی حتیٰ کہ صحابہ کے بہترین اشخاص کی بھی لگام کو ——— پکڑ لیتا ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ مومن اپنی لگام کو اس کے پکڑ لینے کے بعد شیطان سے کیسے چھڑاتا ہے جیسا کہ حضرت ابوخیثمہ نے کیا جب کہ اسلامی وجدان کی قوت، ان کی بشری کمزوری پر غالب ہو گئی اور آپ نے شیطان کو ——— اس کے کامیاب ہو جانے کے بعد ——— غصے سے بھنتے ہوئے چھوڑ دیا۔

حضرت ابوخیثمہ مومن تھے جن کے اسلام کے متعلق شک نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی آپ پر عیب لگایا جا سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے دس دن بعد آپ واپس آئے اور ایک گرم دن میں اپنی دو بیویوں کے پاس آ گئے اور آپ نے ان دونوں کو اپنے اپنے چھپروں پر پایا اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے چھپر پر چھڑکاؤ کیا اور اس میں آپ کے لیے پانی ٹھنڈا کیا اور آپ کے لیے کھانا تیار کیا، پس جب آپ ان دونوں کے پاس پہنچے تو آپ نے دونوں چھپروں پر کھڑے ہو کر کہا ——— سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے اگلے پچھلے قصور معاف کر دیے گئے ہیں وہ دھوپ، ہوا اور گرمی میں اپنی گردن پر اپنے ہتھیار اٹھائے ہوئے ہوں اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سایوں، تیار کھانوں اور دو خوبصورت بیویوں کے ساتھ اپنے مال میں مقیم ہو، یہ کوئی انصاف نہیں ہے پھر کہنے لگے خدا کی قسم میں تم دونوں میں سے کسی کے چھپر میں داخل نہ ہوں گا حتیٰ کہ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں، پس آپ نے اپنا اونٹ

کو بٹھایا اور اس پر اس کا پالان کسا اور زادِ راہ لیا اور روانہ ہو گئے اور آپ کی دونوں بیویاں آپ سے باتیں کرتی رہیں اور آپ ان سے بات نہ کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے وادی القریٰ میں حضرت عمیر بن وہب الجمحی[1] کو پایا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتے تھے آپ نے انہیں ساتھ لیا اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھی بن گئے اور جب وہ تبوک کے نزدیک آئے تو حضرت ابوخیثمہ نے کہا اے عمیر! میرے کچھ گناہ ہیں اور آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے اور آپ کے مجھ سے پیچھے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ میں آپ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں، حضرت عمیر نے ایسے ہی کیا اور حضرت ابوخیثمہ روانہ ہو گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوئے ——— آپ تبوک میں اترے ہوئے تھے ——— تو لوگوں نے کہا یہ مسافر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوخیثمہ ہوگا، تو لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ! ابوخیثمہ ہیں اور جب آپ آگئے تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوخیثمہ تجھ پر افسوس ہے پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حالات بتائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا بہت اچھا اور آپ کے لیے دعا فرمائی۔

اور غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے والوں اور آپ سے جا ملنے والوں میں حضرت ابوذر غفاریؓ بھی تھے آپ اپنی سواری کے اونٹ کی کمزوری کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے ——— اپنی لاغری کے باعث چلنے سے عاجز تھا پس آپ نے اسے چھوڑ دیا اور پیادہ پا چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

واقدی نے بیان کیا ہے: حضرت ابوذرؓ فرمایا کرتے تھے، میں نے غزوہ

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب صلح الحدیبیہ میں دیکھیے۔

تبوک میں اپنے اونٹ کی وجہ سے تاخیر کی جو کمزور اور لاغر تھا، میں نے کہا میں اسے چند دن چارہ ڈالتا ہوں پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں گا۔ سو میں نے اسے چند دن چارہ ڈالا پھر میں نکلا اور جب میں ذوالمروۃ[1] میں پہنچا تو وہ چلنے سے عاجز ہو گیا پس میں نے چند دن اس کا انتظار کیا اور میں نے اس میں کوئی حرکت نہ دیکھی تو میں نے اپنا سامان اپنی پشت پر اٹھا لیا اور شدید گرمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیدل روانہ ہو گیا اور لوگ متفرق ہو گئے اور میں نے مسلمانوں میں سے کوئی شخص اپنے سے ملتے نہ دیکھا اور میں نصف النہار کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مجھے سخت پیاس لگی تھی ایک دیکھنے والے نے راستے سے دیکھا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ یہ شخص اکیلا ہی راستہ پر چل رہا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، ابوذر ہوگا پس جب لوگوں نے مجھے غور سے دیکھا تو کہنے لگے، یا رسول اللہ! یہ ابوذرؓ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ میں آپ کے نزدیک آ گیا تو آپ نے فرمایا ابوذر کو خوش آمدید، جو اکیلا ہی چلتا ہے اور اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا آپ نے فرمایا اے ابوذر! آپ کو کس بات نے پیچھے رکھا؟ تو آپ نے حضور علیہ السلام کو اپنے اونٹ کا واقعہ بتایا پھر آپ نے فرمایا میرے اہل میں سے آپ کا پیچھے رہنا مجھے بہت گراں تھا اے ابوذر، اللہ نے ہر قدم کے بدلہ تیرا ایک گناہ بخش دیا ہے یہاں تک کہ تو میرے پاس پہنچ گیا ہے، اور آپ نے اپنا سامان اپنی پشت سے اتارا پھر پانی طلب کیا تو پانی کا ایک برتن لایا گیا اور آپ نے اسے پیا۔[2]

---

[1] ذوالمروۃ، وادی القریٰ میں ایک مشہور بستی ہے۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص

جس راستے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک روانہ ہوئے

تبوک —— جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مارچ کا ہدف تھا —— مدینہ کے شمال میں واقع ہے اور جزیرہ عرب کے شمال مغربی کونے میں ہے اور شام کی جنوبی حدود پر ہے اور آج کل وہ اردن کی ہاشمی مملکت کے جنوب مغرب میں واقع ہے اور تبوک، مدینہ سے تقریباً چھ سو میل دور ہے یعنی تقریباً نو سو کیلومیٹر ہے۔

اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ کے شمال سے چلے اور آپ نے الجرف میں پڑاؤ کیا جو مدینہ کے شمال میں تین میل کے فاصلے پر احد کے مغرب میں واقع ہے، وہاں سے آپ نے اپنی فوج کے ساتھ مارچ کا آغاز کیا۔

آپ اپنی فوج کے ساتھ —— الجرف کے بعد —— جس پہلی منزل پر اترے اس کا نام ذو خشب[1] ہے، معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس سفر میں رات کو چلتے تھے اور دن کو آرام کرتے تھے اور یہ بات تمازت آفتاب کی شدت کی طرف راجع ہے اور مورخین نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پہلے مرحلے میں پہلی ذو خشب میں کی اور یہ ایک جگہ ہے جیسا کہ یاقوت نے اپنے معجم میں بیان کیا ہے ---- جو مدینہ سے ایک رات کی مسافت کے فاصلے پر ہے۔

اور جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذو خشب میں اترے آپ اپنی فرودگاہ میں ظہر و عصر کو جمع کرتے رہے۔ آپ ظہر کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ وہ ٹھنڈی

---

[1] ذو خشب، یاقوت نے بیان کیا ہے یہ مدینہ سے ایک رات کے سفر پر ایک وادی ہے اور ایسے ہی اخشب یمامہ کی ایک بلند وادی ہے اور وہ پہاڑوں کی وجہ سے سخت اور کھردری ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں چڑھا نہیں جا سکتا۔

ہو جاتی اور عصر کو جلد پڑھتے پھر دونوں کو اکٹھا کر دیتے اور آپ ایسا ہی کرتے رہے حتیٰ کہ تبوک سے واپس آگئے ۔

اور مؤرخین نے ان منازل کی ترتیب و تفصیل بیان نہیں کی جن میں اقامت کر کے آپ نے رات گزاری یا تبوک کے راستے میں ان میں ٹھنڈک حاصل کی ، ہاں ان مساجد کے ناموں کی معرفت سے جنہیں مؤرخین نے ذکر کیا ہے اور جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اور انہیں آپ کی طرف منسوب کیا ہے اور انہیں گنا ہے وہ پندرہ مساجد ہیں ان سے منازل کے ناموں کا پتہ چل سکتا ہے جن میں آپ نے استراحت فرمائی یا آپ نے ان میں رات بسر کی اصحاب سیر نے بیان کیا ہے کہ آپ کے سفر تبوک میں آپ کی مساجد مشہور ہیں جو یہ ہیں :-

۱ ۔ وہ مسجد جس میں آپ نے ذو خشب میں ایک بڑے درخت کے نیچے نماز پڑھی ۔

۲ ۔ آپ کی وہ مسجد جو الفیفاء[1] میں ہے ۔

۳ ۔ المروۃ[2] کی مسجد

۴ ۔ السقیا[3] کی مسجد

۵ ۔ وادی القریٰ[4] کی مسجد

---

[1] الفیفاء : وادی العقیق کے نواح میں ایک جگہ ہے اور الفیفاء متعدد جگہوں کا نام ہے

[2] پہلے بیان ہو چکا ہے کہ المروۃ وادی القریٰ کی ایک بستی ہے ۔

[3] یاقوت نے بیان کیا ہے کہ السقیا ، الفرع کی عملداری میں ایک بڑی بستی ہے جو جحفہ سے ۱۹ میل پر ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جنوب میں واقع ہے اور السقیا مذکورہ بلاشبہ مدینہ کے شمال میں ہے اور اصحاب معاجم میں سے میں نے کسی کو اس کی حد بندی بیان کرتے نہیں دیکھا ۔

[4] وادی القریٰ کی وسیع تفاصیل ہماری کتاب غزوہ خیبر میں دیکھئے ۔

۶- الحجر[1] کی مسجد
۷- ذنب[2] حوصاء کی مسجد
۸- ذوالجیفہ[3] کی مسجد
۹- شق تارا کی مسجد، جو جوبر[4] کے پاس ہے۔
۱۰- ذات الخطمی[5] کی مسجد
۱۱- سمنت[6] کی مسجد
۱۲- الاخضر[7] کی مسجد
۱۳- ذات الزراب[8] کی مسجد
۱۴- المدران کی مسجد
۱۵- تبوک کی مسجد

اور تبوک کی طرف خروج کے ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ

---

[1] الحجر —— کال اصطخری —— وادی القریٰ میں ایک جگہ ہے۔
[2] اصحاب معاجم میں سے میں نے کسی کو اس کی جگہ کی حد بندی بیان کرتے نہیں دیکھا
[3] یاقوت نے بیان کیا ہے، یہ تبوک اور مدینے کے درمیان ایک جگہ ہے اور اس نے اس سے مزید کچھ بیان نہیں کیا۔
[4] میں نے اصحاب المعاجم میں سے کسی کو اس کی جگہ کی حد بندی بیان کرتے نہیں دیکھی۔
[5] ذات الخطمی، یاقوت نے بیان کیا ہے کہ اس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مسجد ہے اور اس نے اس کی جگہ کی حد بندی نہیں کی۔
[6] سمنت، یاقوت نے بیان کیا ہے کہ یہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک پانی ہے۔
[7] کسی محقق نے اس کی جگہ کی حد بندی کو بیان نہیں کیا۔
[8] محققوں نے اس کی جگہ کی حد بندی کو بیان نہیں کیا۔

تصریحات اور کچھ بیانات ظاہر ہوئے جو مدوّن ہو گئے جنہیں فقہا نے سنت سے عمل کرنے کے لیے اپنی تالیفات میں مدون کیا۔

۱۔ شدید گرمی کے اوقات میں نماز ظہر کی تاخیر کا جواز حتیٰ کہ فضا ٹھنڈی ہو جائے اور یہ امر جائز ہے اور سنت بھی ہے اور شافعیہ میرے خیال میں اسے سنت خیال کرتے ہیں۔ اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جیسا کہ غزوہ تبوک میں ہوا) ظہر کو ٹھنڈا ہونے تک مؤخر کرتے تھے اور عصر کو جلدی پڑھتے تھے پھر دونوں کو اکٹھا کر دیتے تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی سنت ہے کہ آپ جب سفر پر ہوتے تھے تو ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا کرتے تھے (جمع تقدیم) اس وقت جب آپ کو فروکش ہونے کی حالت میں ظہر یا مغرب کا وقت آ جاتا اور جب اپنے سفر میں روانگی کے بعد ان دونوں میں سے کسی کا وقت آ جاتا تو آپ ظہر اور مغرب کو مؤخر کرتے پھر ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ جمع کرتے یہ جمع تاخیر ہے۔

۲۔ روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر میں فوج کے ایک اونٹ کے پاس سے گزرے۔ جسے اس کے مالک نے لاغری اور کمزوری کے باعث چھوڑ رکھا تھا، پس ایک گزرنے والا اس کے پاس سے گزرا اور اس کے پاس ٹھہر کر اسے کئی دن چارہ ڈالا پھر وہ اسے اپنی فرودگاہ کی طرف لے گیا اور اونٹ ٹھیک ہو گیا اور اس نے اس پر سفر کیا تو اس کے پہلے مالک نے اسے دیکھ لیا تو وہ دونوں جھگڑتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اونٹ یا گھوڑے کو ہلاکت کی جگہ سے زندہ کیا وہ اسی کا ہے[1]

منافقین فوج میں مدینہ چھوڑنے سے قبل فوج سے عبداللہ بن ابی اور

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰

کرنے اور تخریب کاری کرنے اور فوج کی مختلف پارٹیوں کے درمیان افواہیں اڑانے اور پریشانی پیدا کرنے کے ارادے سے نکلے بلکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کے ارادے سے نکلے اور انھوں نے عملاً بھی دھوکے سے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی جیسا کہ اس کتاب میں ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ ــــ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنیۃ الوداع سے چلتے ہوئے گزرے تو لوگ آپ سے پیچھے رہنے لگے اور کہنے لگے یا رسول اللہ فلاں پیچھے رہ گیا ہے تو آپ فرماتے اسے چھوڑ دو، اگر اس میں کوئی بھلائی ہے تو عنقریب اُسے اللہ تم سے ملا دے گا اور اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو اللہ نے تمہیں اس سے راحت دی ہے، پس آپ کے ساتھ بہت سے منافقین نکلے اور وہ صرف غنیمت کی امید سے نکلے تھے[1]

اور اصحاب مغازی و سیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو رہم[2] غفاری سے اعراب کی اس جماعت کے متعلق پوچھا جو جہاد کی عام لام بندی کی دعوت کے تھے اور جنگ کی قدرت رکھنے کے باوجود اپنے جنگل میں غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے، واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو رہم غفاری نے حدیبیہ میں درخت تلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، حضرت ابو رہم غفاری نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص [illegible]

[2] حضرت ابو رہم کا نام کلثوم بن حصین تھا اور آپ غفار قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور مشہور صحابہ میں سے تھے لیکن آپ بدر و احد میں شامل نہیں ہوئے اور آپ حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیر حاضری میں دو مرتبہ آپ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا، ایک دفعہ عمرۃ القضاء میں اور دوسری دفعہ فتح مکہ کے سال، اور آپ مدینہ میں سکونت رکھتے تھے

کے ساتھ تبوک کی جنگ کی۔ آپ نے بیان کیا کہ میں ایک شب آپ کے ساتھ چلا اور ہم اخضر مقام پر تھے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھا اور مجھے اونگھ آگئی اور میں بیدار رہنے لگا اور میری اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے نزدیک ہوگئی اور مجھے اس کا آپ کے قریب ہونا اس خوف سے ڈرانے لگا کہ میں رکاب میں آپ کے پاؤں کو گزند پہنچاؤں گا پس میں اپنی اونٹنی کو ہانکنے لگا اور راستے کے دوران مجھے نیند آگئی اور ہم رات کے ایک حصے میں تھے اور میری اونٹنی آپ کی اونٹنی سے ٹکرا گئی اور آپ کا پاؤں رکاب میں تھا اور میں آپ کے قول حس سے بیدار ہوگیا (حس کا لفظ عرب تکلیف کے وقت بولتے ہیں) میں نے کہا یا رسول اللہ میرے لیے استغفار کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چلیے، اور آپ مجھ سے ان لوگوں کے متعلق پوچھنے لگے جو بنی غفار میں سے پیچھے رہ گئے تھے اور میں آپ کو ان کے متعلق بتانے لگا اور آپ مجھ سے پوچھنے لگے، سرخ اور طویل قامت لوگوں نے کیا کیا ہے اور میں آپ کو ان کے پیچھے رہنے کے متعلق بتانے لگا، آپ نے پوچھا، ان سیاہ رو سرخ فام اور چھوٹے قد اور گھنگھریالے بالوں والوں نے کیا کیا ہے، میں نے کہا یا رسول اللہ قسم بخدا میں ان لوگوں کو نہیں جانتا آپ نے فرمایا بہت اچھا وہ لوگ جو شبکہ شدخ میں رہتے ہیں، حضرت ابو رہم بیان کرتے ہیں میں نے بنی غفار میں انہیں یاد کیا اور وہ مجھے یاد نہ آئے اور مجھے یاد آیا کہ وہ اسلم کے کچھ لوگ تھے جو ہم میں رہتے تھے اور وہ شبکہ شدخ میں اترا کرتے تھے اور ان کے پاس بہت سے اونٹ تھے، میں نے کہا یا رسول اللہ، وہ لوگ اسلم قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جو ہمارے حلیف ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— کسی کے پیچھے رہنے والے نے ان لوگوں کو اس بات سے منع نہیں کیا کہ وہ اپنے

---

[1] شبکہ شدخ، ایک جگہ کا نام ہے اور سہیلی میں شبکہ شرخ ہے۔

دونوں میں سے ایک ارشاد ہے ایک شخص کو جو راہِ خدا میں جنگی سے کام لینے والا ہے اور بہادری سے ساتھ نکلنے والا ہے، سوار کرا دیں یا دوڑ سے نکلنے والے کی مانند ثواب ملے گا لوگو یہ بات ہیں سے قریش میں سے مہاجرین و انصار اور غفار اور اسلم کا پیچھے رہنا بھی بہت گراں ہے[1]

لوگوں سے ملو، وہ چل چکے ہیں

یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواہش سے کلام نہیں کرتے اس وقت فرمائی جب منافقین کی باتوں کی، حضور آپ کو ٹال اور فوج تبوک کی طرف داپس کر رہی تھی اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، عبداللہ بن ابی کی پارٹی کے منافقین عناصر پیش پیش بھی ہیں شامل تھے اور یہ عناصر فوج میں ہمیشہ موجود رہے اور انہیں اس کی لو ٹوٹ بھی شمار کیا جاتا تھا حتیٰ کہ فوج تبوک سے واپس آ گئی۔

یہ پوشیدہ اور گھناؤنے عناصر فوج کی مختلف ٹکڑیوں کے درمیان موجود تھے اور وہ ـــــ جب کہ فوج تبوک کے راستے میں تھی ـــــ مسلمانوں کے قائدین اور فضلاء مہاجرین و انصار سے مذاق کر رہے تھے اور فوج کی صفوں کے درمیان رومی فوج کی قوت و عظمت کے متعلق زبانی خبریں نشر کر رہے تھے اور انھوں نے اپنے اعلانات میں اس رومی فوج کے متعلق تصور دیا کہ گویا وہ مغلوب نہ ہونے والی فوج ہے حتیٰ کہ یہ ظاہر ہوا اور اسی طرح منافق عناصر خفیہ تحقیقاتی لگا رہا تھا جس کی رومی کمان کی طرف، رومی فوج کی عظمت کی اشاعت کرنے پر ڈیوٹی لگائی گئی تھی اور اسی طرح یہ پوشیدہ عناصر افواہوں کے اڑانے سے اسلامی فوج کے حوصلہ کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ کام ان اطراف کے مقام پر جس سے سلامی فوج ہمیشہ ممتاز رہتی ہے شکست کی روح کو ابھارنے کے ارادے سے کیا جا رہا تھا۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible]

صاحب حدیث و مغازی نے اس کا ذکر کرتے بیان کیا ہے کہ منافقین کی ایک پارٹی تبوک میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ان میں ودیعہ بن ثابت بھی تھا، جو بنی عمرو بن عوف کا ایک شخص تھا اور جلاس بن سوید بن الصامت اور بنی سلمہ کا حلیف مخشی بن حمیر اشجعی اور ثعلبہ بن حاطب بھی تھے۔ اس نے کہا تم رومیوں سے جنگ کرنے کو کس طرح خیال کرتے ہو؟ بخدا کی قسم ہم تم کو کل رسیوں میں جکڑا ہوا پاتے ہیں ——— اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق افواہ اڑاتے ہوئے اور مسلمانوں کو ڈراتے ہوئے یہ بات کہی اور ودیعہ بن ثابت نے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اصحاب سے مذاق کرتے ہوئے کہا ——— مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اپنے ان قاریوں کو دیکھ رہا ہوں کہ انھوں نے ہمارے پیٹوں کو پُر کر دیا ہے اور زبانوں سے ہمیں جھٹلایا ہے اور مڈبھیڑ کے وقت ہمیں بزدل بنا دیا ہے۔ اور جلاس بن سوید نے کہا اور یہ ام عمیر کا خاوند تھا اور اس کا بیٹا عمیر اس کی گود میں یتیم تھا ——— یہ ہمارے سردار اور اشراف ہیں اور ہم سے فضیلت والے ہیں۔ خدا کی قسم اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں اور قسم بخدا میں چاہتا ہوں کہ میں اس بات پر صلح کر لوں کہ ہم میں سے ہر شخص کو سو کوڑے مارے جائیں اور ہمارا اس بات سے چھٹکارا ہو جائے کہ تمہاری ان باتوں کی وجہ سے ہمارے بارے میں قرآن نازل ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر سے فرمایا، لوگوں سے ملو، وہ جل چکے ہیں اور جو باتیں انھوں نے کی ہیں ان کے متعلق ان سے پوچھو۔ اگر وہ انکار کریں تو کہو، ہاں تم نے ایسی ایسی بات کی ہے۔ پس حضرت عمار ان کے پاس گئے اور ان سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عذر کرتے ہوئے آیا، ودیعہ بن ثابت نے کہا ——— اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ پر سوار تھے ——— اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کا تنگ پکڑ لیا اور اس کے دونوں پاؤں پتھروں کو لگ رہے تھے اور وہ کہہ رہا

تھا ـــــ یا رسول اللہ ہم بحث کر رہے تھے۔ یا کھیل رہے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف التفات نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ولئن سألتهم .... بانهم كانوا مجرمين[1]

(ترجمہ) اگر تو ان سے پوچھے تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم بحث کر رہے تھے اور کھیل رہے تھے۔ کہہ دیجیے کیا اللہ سے اور اس کی آیات سے اور اس کے رسول سے تم استہزاء کرتے ہو۔ تم عذر نہ کرو تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں تو ہم ایک گروہ کو عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ عمیر نے جلاس کے قول کا جواب دیا۔ جب اس نے کہا کہ ہم گدھوں سے بدتر ہیں ـــــ اس نے کہا: تو گدھے سے بدتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور تو جھوٹا ہے۔

اور جلاس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر حلف اٹھایا کہ اس نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت اتار دی۔

يحلفون بالله .... وما لهم في الارض من ولي ولا نصير[2]

(ترجمہ) وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے اور اپنے اسلام کے بعد کفر کیا ہے اور اس چیز کا ارادہ کیا ہے جسے وہ حاصل نہیں کر پائے اور انہیں صرف یہ بات بری لگی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا ہے پس اگر وہ توبہ کریں تو ان کے لیے بہتر ہے اور اگر وہ

---

[1] توبہ آیت ۶۵ - ۶۶

[2] التوبہ آیت ۷۴

لیں پھیریں تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں انہیں دردناک عذاب دے گا اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

اور جاہلیت میں اپنی قوم کے بعض افراد کے ذمے الجلاس کی دیت تھی اور وہ محتاج تھا پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو آپ نے اس دیت کو لیا اور وہ اس سے مستغنی ہو گیا۔

مخشی بن حمیر کی توبہ

مخشی بن حمیر نے کہا یا رسول اللہ قسم بخدا مجھے میرے نام اور میرے باپ کے نام نے بٹھا دیا اور اس آیت میں مخشی بن حمیر کو معاف کر دیا گیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبدالرحمن یا عبداللہ رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ شہید ہو کر مرے اور اس کی جگہ بھی معلوم نہ ہو، پس وہ جنگ یمامہ میں قتل ہوا اور اس کا کوئی نشان نہ پایا گیا۔

اور جلاس بن سوید کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والے منافقین میں شامل تھا اور وہ لوگوں کو خروج سے روکتا تھا اور ام عمیر اس کے ماتحت تھی اور عمیر اس کی گود میں یتیم تھا اور اس کے پاس کوئی مال نہ تھا اور وہ اس کی کفالت کرتا تھا اور اس سے حسن سلوک کرتا تھا اور وہ کہتا تھا — خدا کی قسم اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں، عمیر نے اسے کہا اے جلاس! تو مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھا اور میرے نزدیک ان سے زیادہ محترم تھا اور مجھے ان کی نسبت یہ بات زیادہ گراں گزرتی تھی کہ وہ کسی ایسی چیز سے دوچار ہو جسے ہم ناپسند کرتے ہیں، تو نے ایک ایسی بات کہی ہے کہ اگر میں نے اس کا ذکر کیا تو وہ مجھے رسوا کر دے گی اور اگر میں نے اسے چھپایا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا اور ان دونوں باتوں میں سے ایک دوسری کی نسبت مجھ پر آسان ہے، پس اس نے جلاس کی بات کا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے جلاس کو اس کی ضرورت کے لیے صدقہ سے مال دیا تھا اور وہ محتاج آدمی تھا ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے الجلاس کی طرف آدمی بھیجا اور عمیر نے جو بات کہی تھی اس کے متعلق اس سے دریافت کیا تو اس نے خدا کی قسم اٹھائی کہ اس نے یہ بات بالکل نہیں کہی اور یہ کہ عمیر کاذب ہے ــــــ اور وہ عمیر بن سعید تھا ــــــ اور وہ بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا وہ کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اے اللہ میں نے جو بات تیرے رسول سے بیان کی ہے اس کی وضاحت اپنے نبی پہ اتار تو اللہ نے یہ آیت اتاری۔

یحلفون باللہ ما قالوا .... الی قولہ ـــ اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ ۔

یہ اس صدقہ کے متعلق ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا ، جلاس نے کہا : میں سنتا ہوں کہ اللہ نے مجھ پہ توبہ کو پیش کیا ہے خدا کی قسم عمیر نے جو بات کی ہے وہ میں نے کہی ہے اور جب اس نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور اچھی طرح توبہ کی اور عمیر بن سعید سے وہ جو بھلائی کرتا تھا اس سے نہ ہٹا تو اس بات سے اس کی توبہ مشہور ہو گئی [1]

وادی ثمود سے گزرنا اور ان کے کنوؤں سے پانی پینے سے روکنا اور آثار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دانشمندانہ سیاست تھی کہ آپ نے رکاوٹ پیدا کرنے اور کفر و استہزاء کے کلمات بولنے کے باعث عنصر نفاق کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی حالانکہ قرآن کریم نے ان کے انکار کے بعد انہیں اس کی وجہ سے رسوا کیا ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف مسلسل مارچ کرتے رہے اور مارچ کے دوران آپ وادی القریٰ سے گزرے جو مشہور کھیتوں والی اور

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۷۴ ، مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۰۳ ، ۱۰۰۴ ، ۱۰۰۵ ،
سیرت حلبیہ جلد ۳ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۰۱

قیام کی خوبصورت جگہ ہے اور اس کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے سه

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا میں وادی القریٰ میں ایک شب گذاروں گا
تب تو میں خوش بخت ہوں گا ۔

اور اسی طرح آپ دیار ثمود (صالح علیہ السلام کی قوم) میں سے حجر[1] کے پاس سے گزرے تو وہاں بھی آپ نے فوج کے ہر شخص کو اس کنویں سے جس سے ثمود پانی لیتے تھے، پانی پینے اور وضو کرنے سے منع کر دیا ۔

اور ثمود، سرکش انسانوں کا ایک گروہ تھا جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور

---

[1] حجر (حا کی زیر اور جیم کے سکون کے ساتھ) یاقوت نے اپنے معجم میں بیان کیا ہے کہ وادی القریٰ میں مدینہ اور شام کے درمیان دیار ثمود کا نام ہے اور اصطخری نے بیان کیا ہے کہ حجر ایک چھوٹی بستی ہے جس کے باشندے تھوڑے ہیں اور وہ پہاڑوں کے درمیان وادی القریٰ سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے ۔۔۔ اور وہیں ثمود کی منازل تھیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وتنحتون من الجبال بیوتا فارھین) اور اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے وہاں پہاڑوں کے درمیان بنے گھروں کی مانند گھر دیکھے ہیں اور ان پہاڑوں کا نام الاثالث ہے اور وہ ایسے پہاڑ ہیں کہ جب دیکھنے والا انہیں دور سے دیکھتا ہے تو انہیں جڑے ہوئے خیال کرتا ہے اور جب ان کے درمیان پہنچتا ہے تو ان کے ہر ٹکڑے کو الگ الگ دیکھتا ہے اور چکر لگانے والا ان کے ہر ٹکڑے کے درمیان چکر لگاتا ہے اور ان کے ارد گرد ریت ہے جو اوپر نہیں چڑھ سکتی، ان میں سے ہر ٹکڑا اتنا ہے اور ان پر کوئی شدید مشقت سے ہی چڑھ سکتا ہے اور وہیں ثمود کا وہ کنواں ہے جس کے بارے میں اور ناقہ کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ لھا شرب ولکم شرب یوم معلوم اس کے لیے اور تمہارے لیے پانی کا ایک دن مقرر ہے ۔

اس کے رسول حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کے بعد ان سے دشمنی کی اور ان کے واقعہ اور ان کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کے واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے اور انہوں نے نافرمانی کرتے ہوئے اور امر الٰہی کو چیلنج کرتے ہوئے اس ناقہ کی کونچیں کاٹ دی تھیں پس ان پر شدید عذاب آیا اور اللہ نے ان کو زلزلہ سے تباہ و برباد کر دیا۔

اور کتب تاریخ و سیر میں بیان ہوا ہے کہ دیار ثمود میں حجر مقام پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی تو آپ نے فرمایا بلاشبہ آج شب شدید ہوا چلے گی تم میں سے جو شخص کھڑا ہو وہ اپنے ساتھی کے ساتھ کھڑا ہو اور جس کے پاس اونٹ ہے وہ اس کی رسی کو مضبوطی سے باندھ دے اور جس بات سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ڈرایا تھا وہ رونما ہوئی اور شدید تیز ہوا چلی اور سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق انصار بنی ساعدہ کے دو آدمیوں کے سوا ہر شخص ہی جو کھڑا ہوا اپنے ساتھی کے ساتھ کھڑا ہوا۔ ان دونوں میں سے ایک اپنی حاجت کے لیے اکیلا باہر گیا اور دوسرا اکیلے ہی اپنے اونٹ کی تلاش میں باہر چلا گیا۔

جو شخص اپنی حاجت کے لیے باہر گیا وہ شدید گلا گھٹنے کی مصیبت سے دوچار ہوا اور جو اپنے اونٹ کی تلاش میں گیا تھا ہوا نے اسے اٹھا کر طی کے دو پہاڑوں میں پھینک دیا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی گئی جو دونوں آدمیوں کو پیش آیا تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھی کے ساتھ باہر نکلے پھر آپ نے اس شخص کے لیے دعا کی جسے گلا گھٹنے کی تکلیف پہنچی تھی تو جو تکلیف اسے لاحق ہوئی تھی اس سے اسے شفا حاصل ہو گئی اور دوسرا شخص جو طی کے دو پہاڑوں میں گرا تھا اسے طی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس وقت واپس کر دیا جب آپ تبوک سے مدینہ واپس آ رہے تھے؎

؎ جوامع السیرۃ مؤلفہ ابن حزم صفحہ ۲۴۵، سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۲، زرقانی صفحہ ۶۳ ج ۳

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حجر کے پاس سے گزرے تو لوگوں نے اس کے کنوئیں سے پانی لیا اور آٹا گوندھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا ـــــ اس کا پانی نہ پیو اور نہ اس سے وضو کرو اور جو آٹا گوندھا ہوا ہے اسے اونٹوں کو ڈال دو۔ حضرت سہل بن سعد[1] بیان کرتے ہیں میں اپنے اصحاب سے چھوٹا تھا۔ اور میں تبوک میں ان کا مہمان نواز تھا پس جب ہم آئے (یعنی حجر میں جو دیار ثمود میں سے ہے) تو میں نے ان کے لیے آٹا گوندھا پھر میں نے گندھے ہوئے آٹے کا کچھ وقت انتظار کیا اور میں اپنا حصہ تلاش کرنے چلا گیا تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی اعلان کرنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ ان کے کنوئیں کا پانی نہ پیو، پس لوگ اس پانی کو گرانے لگے جو ان کے مشکیزوں میں تھا، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے آٹا گوندھا ہے آپ نے فرمایا اسے اونٹوں کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۶، سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ

[1] (حاشیہ صفحہ ہذا) سہل بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ خزرجی انصاری آپ کا نام حزن تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام سہل رکھا، زہری نے بیان کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت سہل پندرہ سال کے تھے اور حضرت سہل نے حجاج کی حکومت کا زمانہ پایا اور حضرت سہل سے تابعین کے ائمہ حضرت سعید بن المسیب، زہری، ابو حازم اور آپ کے بیٹے عباس بن سہل وغیرہ نے روایت کی ہے حضرت سہل نے ۹۱ھ میں ایک سو سال کی عمر میں وفات پائی، بیان کیا جاتا ہے کہ آپ مدینہ میں اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے باقی رہنے والوں میں سے آخری صحابی تھے اور آپ اپنی داڑھی کو سیاہ رنگ سے رنگتے تھے۔ اگر میں مر گیا تو تم کسی سے یہ نہ سنو گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ڈال دو ——— حضرت سہل بیان کرتے ہیں کہ میں نے جو آٹا گوندھا تھا اُسے لیا اور اُسے دو کمزور اونٹوں کو ڈال دیا اور وہ دونوں سب سے اونٹوں میں سے زیادہ کمزور تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت صالح علیہ السلام کے کنوئیں کی طرف گئے اور ہم نے مشکیزوں سے پانی لیا اور ان سے غسل کرنے لگے پھر ہم سیراب ہو گئے اور ہم اس روز شام کو واپس آگئے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— اپنے نبی سے آیات (معجزات) نہ مانگو یہ لوگ حضرت صالح کی قوم تھے ۔ انھوں نے اپنے نبی سے معجزہ مانگا اور ناقہ اس راستے سے ان کے پاس آتی تھی اور انہیں اس روز اپنا دودھ پلاتی تھی جس روز پانی پینے آتی تھی پس انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو انہیں تین بار وعدہ دیا گیا اور اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا سو عذاب نے انہیں پکڑ لیا اور ان میں سے ایک شخص کے سوا جو حرم میں تھا سب لوگ جو آسمان کے نیچے تھے ہلاک ہو گئے ۔ اسے حرم نے عذاب الٰہی سے بچا لیا ۔ صحابہ نے دریافت کیا یا نبی اللہ وہ کون تھا ؟ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؛ ابو رغال ابو ثقیف ۔ انہوں نے پوچھا اس کی جناب سے اس کا کیا واسطہ تھا ؟ آپ نے فرمایا حضرت صالح نے اسے زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا تو وہ ایک شخص کے پاس پہنچا جس کے پاس ایک سو بکریاں تھیں جن کا دودھ بہت کم تھا یا ختم ہو چکا تھا اور اس کے پاس بچے والی بکری بھی تھی اور ایک بچہ بھی تھا جس کی ماں گذشتہ کل کو مر گئی تھی اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید لے لو ۔ سو ۔ یہ ہے ایک دودھیل بکری لے لو تو اس نے کہا یہ اس بچے کی ماں کے بعد اس کی ماں ہے ۔ اس کی بجائے دس بکریاں لے لو ۔ اس نے کہا ؛ نہیں ۔ اس نے کہا بیس لے لو ۔ اس نے کہا نہیں ۔ اس نے کہا پچاس لے لو ۔ اس نے کہا نہیں ۔ پھر اس نے کہا ۔ اس نے کہا اس بکری کے سوا سب بکریاں لے لو ۔ اس نے کہا نہیں اس نے کہا اگر تو دودھ کو پسند کرتا ہے تو میں بھی اسے پسند کرتا ہوں پھر اس نے اپنا رخ پھیر دیا اور کہنے لگا اسے اللہ کو اور وہ پھر اس نے

اپنے تیر کو سوفار لگایا اور اسے قتل کر دیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے پہلے پیغمبر خدا کے ابھی تک کوئی پہنچانے نہیں پایا اس نے آکر حضرت صالح کو وہ قتل کی اطلاع دی تو حضرت صالح نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر تین بار کہا اے اللہ ابو رغال پر لعنت کر[1]

ثمود کی رہائش گاہوں میں داخل ہونے سے روکنا

حدیث اور اخبار کی کتب میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ آپ حجر میں تھے فرمایا ان عذاب یافتہ لوگوں — یعنی حضرت صالح کی قوم — کے پاس روتے ہوئے جاؤ کہ تمہیں بھی ان کی طرح عذاب نہ پہنچے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا — جب کہ آپ حجر میں تھے — ان لوگوں کی رہائش گاہوں میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ تمہیں بھی ان کی طرح عذاب نہ پہنچے یا ان پر روتے ہوئے جاؤ پھر آپ نے اپنا سر ڈھانک لیا اور تیزی سے چل کر وادی سے گزر گئے[2]

اور مغازی الواقدی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — تم ان عذاب یافتہ لوگوں کے پاس روتے ہوئے جاؤ پس اگر تم رونے والے نہیں تو ان کے پاس مت جانا، تمہیں بھی وہ عذاب پہنچے گا جو انہیں پہنچا ہے اور حضرت ابو سعید خدری نے بیان کیا ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انگوٹھی لایا جو اسے حجر میں معذبین کے گھروں سے ملی تھی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ آپ نے اس سے اعراض کیا اور اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو چھپا لیا کہ اس پر نظر نہ پڑ جائے اور فرمایا اسے پھینک دو۔ سو اس نے اسے پھینک دیا اور مجھے اس وقت تک معلوم نہیں

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۲۶

[2] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۶۲، مغازی الواقدی جلد ۳ ص [illegible]

کہ وہ کہاں گری ہے۔ اور حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان منہدم بیوت کے بالمقابل آگئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا یہ وادی المعذّب ہے اور وہ اس میں اپنی سواریوں کو دوڑانے لگے یعنی تیز چلنے کے لیے انہیں ایڑ مارنے لگے حتیٰ کہ وہ اس سے باہر نکل گئے۔ ؎

فوج کے اندر تشکیک اور برے عناصر

اس بحث میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تبوک کی طرف مارچ کرنے والی فوج کے عناصر مختلف قسم کی کئی پارٹیوں کو اپنے اندر لیے ہوئے تھے ان کا اسلام سے کوئی واسطہ نہ تھا وہ صرف بظاہر اسلام کی محبت کے حامل تھے اور وہ منافقین تھے اور جن پر باطنیوں کا لفظ منطبق ہوتا ہے کیونکہ وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے اور کفر کو چھپاتے تھے۔

اور قرآن کریم نے ان آیات میں جو آپ پر نازل ہوئیں انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح کر دیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے —— جب انہوں نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور آپ کے اصحاب سے استہزاء و ٹھٹھے کی بڑی باتیں کیں اور انہوں نے اس وقت اپنے برے سلوک کا انکار کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جواب طلبی کی لیکن ان سے جو بات سرزد ہو چکی تھی اس پر انہوں نے معذرت کی اور اس کا باعث فقط بحث اور کھیل تھا لیکن قرآن کریم نے کفر سے انہیں رسوا کیا اور فرمایا تم معذرت نہ کرو تم نے کفر کیا ہے اور ان میں سے بعض نے توبہ کی اور بعض اپنے باطنی کفر پر قائم رہے۔

اگرچہ قرآن کریم نے کفر و الحاد سے انہیں رسوا کیا ہے پھر بھی رسول حکیم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فوج سے نہ نکالا اور نہ ان کے خلاف کوئی تادیبی

؎ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۱

کا سربراہ [illegible] — موجودہ زمانے کی تعبیرات کے مطابق — آپ ناظم بندی اور ایمرجنسی کی حالت میں تھے اور جنگ کے لیے مارچ کرنے والی بڑی فوج کے اندر ان کا مسلسل آزادانہ طور پر موجود رہنا اس فوج کے لیے اور خصوصاً اس کے سالار اعلیٰ کے لیے پریشانیوں کا باعث بن سکتا تھا۔

اور عملاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نیک اصحاب جو اس فوج کے افراد تھے مسلسل ان منافقین کی جانب سے بہت سی پریشانیاں برداشت کرتے رہے اور یہ خبیث عناصر جو بباطن کافر اور بظاہر مسلمان تھے، ان کے مریض دلوں میں کینے اور حسد کی ہنڈیاں ابل رہی تھیں اور اس نے ان کی خو بگاڑ کر سخت کر دیا اور ان کے دلوں کو جھنجوڑ دیا کہ اس میدانِ جنگ میں جس کی نظیر جزیرہ عرب نے بلکہ تمام دنیا نے اپنی تاریخ میں نہیں دیکھی، مسلمانوں کی وحدت قائم ہو اور نفاق کے ان خبیث عناصر کو یہ بات بری لگی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے مرکز سے خوفزدہ اور مغضوب کر کے نکلے تھے اور آپ کے خون کو آپ کے اہل اور خاندان نے مباح کر دیا تھا اور آپ کے ساتھ آپ کے رفیق اور دوست صدیق اکبرؓ کے سوا کوئی نہ تھا...... ان منافق عناصر کو یہ بات بری لگی کہ یہ عظیم فوجی قوت — جو تیس ہزار جانباز تھے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی سر بسر تعمیل کرے کہ اس کی کوئی نظیر نہ ہو...... اس فوج میں اوس اور خزرج کی بڑی اکثریت تھی، جو ان منافقین میں سے ایک شخص کو رئیس بنانے کی تیاری کر رہے تھے جس کے مطابق، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل یثرب میں اس کی شاہانہ تاجپوشی کے انتظامات کر رہے تھے اور وہ خزرج کا سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔

یہ منافقین جن کا سرغنہ عبداللہ بن ابی تھا اپنے خبیث دلوں کی گہرائیوں سے سمجھتے تھے کہ یثرب کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور وہاں کے باشندوں کا اسلام میں داخل ہونا (سفید انقلاب کے قائم مقام ہے — اگر یہ تعبیر درست ہو

کی جس نے ابن ابی اور مشائخ کو الٹ پلٹ دیا جن میں رئیس المنافقین یثرب کا باتاج بادشاہ بننے کو تھا اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اس وقت ابن ابی کی قوم اس کے لیے قیمتی پتھروں کا تاج بنا رہی تھی تاکہ اسے اس کے سر پر رکھیں۔[1]

اس لیے رئیس المنافقین اور اس کے دوست منافق سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب میں اپنے اسلام کے پھیلانے سے ان کے زعیم عبد اللہ بن ابی سے وہ بادشاہت چھین لی ہے جس کے تخت پر بیٹھنے کی وہ تمنا لیے بیٹھا تھا اور اسے صدمہ پہنچا تھا یہاں سے یہ منافقین مسلمانوں کی وحدت کو پارا پارا کرنے اور ان کی جمعیت کو پریشان کرنے کے لیے اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سازشیں کرنے لگے تاکہ قریب تھا کہ ان کی وحدت کو ـــــ جسے اسلام نے قائم کیا تھا ـــــ وہ بادشاہت لوٹا دیتی جس کا عبد اللہ بن ابی آرزو مند تھا۔

اور منافقین ـــــ جب سے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے مدینہ مشرف ہوا تھا ـــــ اس جدید پوزیشن کے خلاف جسے اسلام نے قائم کیا تھا کام کر رہے تھے ایسے وہ ہر مناسب موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشوں کے جال بنتے تھے لیکن غزوۂ تبوک میں انھوں نے اپنی تخریبی کارروائیوں کو وسعت دے دی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خطرناک کام کیے جو دھوکے سے آپ کے قتل کرنے کی کوشش تک پہنچے اور وہ ایسے کام تھے جن کی مانند کاموں کی منافقین نے ماضی میں جرأت نہ کی تھی۔

اور ان کے تخریبی تشکیکی کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے فوجی عناصر کے درمیان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق کے متعلق،

---

[1] عبد اللہ بن ابی کا واقعہ اور اس کی تاج پوشی کی کوشش کا حال ہماری پہلی کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

شک و شبہ پھیلانے کی کوشش کی اور ایک واقعہ یہ ہوا کہ جیش نبوی نے ایسے علاقے میں پڑاؤ کیا جہاں پانی نہ تھا اور وہ تبوک کی طرف جاتے ہوئے اپنے راستے میں تھا اور جیش کو —— جو تیس ہزار تھا —— شدید پیاس لگی اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال کی اہمیت کی اطلاع دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی طرف دعا کرنے کے لیے متوجہ ہوئے تو اس نے آپ کو معجزے سے سرفراز فرمایا اور وہ یوں کہ اللہ تعالے نے بارش نازل کر دی اور فوج پانی سے سیراب ہو گئی اور انھوں نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو پانی پلایا اور ان کے دل پر سکون ہو گئے اور فوج میں موجود عناصر نفاق کے امکان میں تھا کہ وہ اس معجزہ پر غور کرتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر اس سے ایک دلیل کے طور پر نصیحت حاصل کرتے لیکن وہ اپنے کفر و عناد پر مصر رہے اور کہنے لگے یہ بارش اتفاقاً ہوئی ہے ۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے —— جب کہ آپ تبوک کے راستے میں تھے —— ایک روز صبح کی تو فوج کے پاس کوئی پانی نہ تھا ۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس امر کی شکایت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پانی والی جگہ پر نہ تھے — یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کنوؤں اور پانی کے چشموں والی زمین میں نہ تھے ۔ حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد[1] بیان کرتے ہیں کہ —— میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رو بقبلہ ہو کر دعا کی —— اور قسم بخدا میں نے آسمان پر کوئی بادل نہ دیکھا —— اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دعا کرتے رہے حتیٰ کہ میں بادلوں کو دیکھنے لگا کہ وہ ہر جانب سے اکٹھے ہو رہے ہیں اور ابھی آپ نے اپنی قیام گاہ کا قصد کیا تھا کہ بادل نے ہم پر

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ خیبر میں دیکھیے ۔

پانی برسا دیا اور گویا میں بارش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر سُن رہا تھا پھر اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ہم پر مطلع صاف کر دیا اور زمین ایک دوسرے میں پانی پہنچانے والے تالاب بن گئی تھی۔ پس اس نے لوگوں کو پانی پلایا اور وہ سب کے سب سیراب ہو گئے اور ضرورت کے مطابق انہوں نے پانی اٹھا لیا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُن رہا تھا کہ ـــ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

اور حضرت فاروق عمر بن الخطابؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ـــ ہم شدید گرمی میں نکلے اور ایک منزل پر اترے جس میں ہمیں پیاس نے تکلیف دی حتیٰ کہ ایک شخص اپنے اونٹ کو ذبح کرتا اور اس کے گوبر کو نچوڑ کر پی جاتا اور باقیماندہ کو اپنے جگر پر رکھ لیتا۔ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس امر کی شکایت کی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعا سے خیر کا عادی بنایا ہے ہمارے لیے اللہ سے دُعا کیجیے۔ آپ نے فرمایا کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ ہاں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ان دونوں کو اس وقت تک واپس نہ لائے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجا اور وہ برسا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد نے بیان کیا ہے کہ میں نے منافقین کے ایک شخص سے کہا تو ہلاک ہو جائے کیا اس کے بعد بھی کوئی بات رہ گئی ہے؟ اس نے کہا۔ گزرنے والا بادل تھا، اور وہ دوسروں پر معلّق تھا۔[2]

اور یونس بن محمد نے یعقوب بن عمر بن قتادہ سے بحوالہ محمود بن لبید بیان

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible]

[2] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible]

کیا ہے کہ اس نے ان سے پوچھا کہ کیا لوگ اپنے میں سے منافقین کو جانتے تھے؟ اس نے کہا، ہاں خدا کی قسم جانتے تھے اور ایک شخص ان کے باپ، بھائی اور عزیزوں کو جانتا تھا، میں نے تیرے دادا قتادہ بن النعمان کو بیان کرتے سنا ـــــ ہمارے گھر میں منافقین نے ہمارا پیچھا کیا پھر بعد ازاں میں نے حضرت زید بن ثابت کو بنی النجار کے متعلق بیان کرتے سنا ـــــ اللہ اسے برکت نہ دے پوچھا جاتا، اے ابو سعید کسے؟ اور وہ کہتے، سعد بن زرارہ کو ـــــ اور یہ شخص فاضل صحابی حضرت اسعد بن زرارہ کے علاوہ ہے ـــــ اور قیس بن قہد پھر حضرت زید بیان کرتے ہیں اور میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں دیکھا ہے کہ جب کبھی پانی کا معاملہ پیش آتا جو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اللہ نے بادل بھیج دیا اور اس نے بارش برسا دی حتی کہ لوگ سیراب ہو گئے، ہم نے کہا اسے تو ہلاک ہو جانے کیا اس کے بعد بھی کوئی بات رہ گئی ہے؟ اس نے کہا گزرنے والا بادل تھا اور اسے محمود بن لبید خدا کی قسم آپ کی اس سے قرابت داری ہے؟ محمود نے بیان کیا کہ میں اسے جانتا ہوں[1]

اور جیش نبوی کے تبوک کی طرف مارچ کرنے کے دوران منافقین اپنی خبیث کوششوں میں مسلسل مصروف رہے تاکہ مسلمانوں کے اعتماد کو اپنے نبی کے صدق کے بارے میں متزلزل کر دیں پس انہیں اپنے خبیث مقاصد کے پورا کرنے کے لیے جو موقع بھی ملتا وہ اس سے فائدہ اٹھاتے اور اس بات کی بالکل پروا نہ کرتے کہ وہ اپنے عیب دار فکر و تصرفات سے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دے رہے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت اور آپ ان پہ جو صبر کر رہے ہیں اس سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۹

اور اتفاقاً ایک واقعہ رونما ہوا جس سے سچے مومنین کے ایمان میں اضافہ ہو گیا اور بڑے بڑے منافق انکار کرنے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق تشکیک پیدا کرنے افواہیں پھیلانے میں بڑھ گئے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے آپ کو بارش کے واقعہ سے سرفراز فرمانے کے بعد کوچ کیا تو ایک مقام پر آ کر آپ نے رات گزاری اور جب صبح ہوئی تو آپ کی ناقہ قصویٰ گم ہو گئی اور آپ کے بعض اصحاب اس کی تلاش میں نکلے اور اس فوج میں جو بڑے منافق تھے انہوں نے اس واقعہ سے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق کے متعلق دلوں میں شک پیدا کرنے کے لیے راستہ بنا لیا۔ حضرت عمارہ بن حزم نے بیان کیا ہے —— آپ بدری تھے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے —— کہ ایک منافق مرد زید بن اللصیت جو بنو قینقاع کے یہودیوں میں سے تھا اور بظاہر مسلمان تھا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت بغض و کینہ رکھتا تھا یہ منافقین کا سردار ابن اللصیت، حضرت عمارہ بن حزم کے کجاوے میں تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصویٰ گم ہو گئی اور آپ کے بعض اصحاب اسے تلاش کرنے گئے تو زید بن اللصیت نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خیال نہیں کرتے کہ وہ نبی ہیں اور تم کو آسمانی خبریں دیتے ہیں اور انہیں معلوم ہی نہیں کہ ان کی ناقہ کہاں ہے؟

یہ خبیث بات بعین عداوت کی دلیل ہے جو شک و ریب سے پھوٹی ہے اس منافق نے چاہا کہ اسے پھیلا دے ممکن ہے کہ اس کے کرتوت سے فوج میں بعض موجود خوش دلوں کو نشانہ بنائیں اور وہ بھی اس بات میں ملوث ہو جائیں جس میں یہ منافق اور اس کی خبیث پارٹی ملوث تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس منافق کو ذلیل و رسوا کیا اور شک و ریب سے پیدا ہونے والے اثرات کو باطل کر دیا جن سے اس نے فوج کے کانوں پر تیر اندازی کی تھی۔

اس منافق نے فوج کی موجودگی میں جو بات کہی تھی اس کی اطلاع رسالت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً فرمایا کہ وہ بشر ہیں اور غیب نہیں جانتے لیکن اس وقت آپ نے یہ بھی تاکید کی کہ آپ نبی مرسل ہیں اور نبی اپنے علو مرتبت کے باوجود جو تمام مراتب سے بالا ہوتا ہے —— اور غیبیات سے صرف وہی کچھ جانتا ہے جس کی اللہ اسے خبر دیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی موجودگی میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی ہے کہ ایک منافق کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور وہ تمہیں آسمانی خبریں دیتے ہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ ان کی ناقہ کہاں ہے اور قسم بخدا میں صرف وہی بات جانتا ہوں جو اللہ مجھے سکھاتا ہے۔ اور اس نے مجھے اس کے متعلق بتا دیا ہے اور وہ وادی میں فلاں فلاں درے میں ہے —— آپ نے انہیں وہ درہ بھی بتایا —— اسے ایک درخت نے اس کی مہار سمیت روک رکھا ہے۔ جاؤ اور اسے لے آؤ۔ پس وہ گئے اور اسے لے آئے اور حضرت عمارہ بن حزم بھی موجود تھے اور انہیں معلوم تھا کہ زید بن اللصیت ہی یہ خبیث بات کہنے والا ہے۔ پس جب حضرت عمارہ اپنے کجاوے میں آئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عجیب بات بیان کی ہے وہ کسی کہنے والے کی بات کے متعلق ہے جس کے متعلق اللہ نے آپ کو خبر دے دی ہے۔ اس نے ایسے ایسے کہا ہے —— یعنی جو بات زید نے کہی تھی —— راوی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے جو عمارہ کے کجاوے میں تھا کہا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہ ہوا تھا، خدا کی قسم آپ کے آنے سے قبل زید اس بات کو کہنے والا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمارہ زید بن اللصیت کی گردن پکڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے خدا کی قسم میرے کجاوے میں بڑی مصیبت ہے اور مجھے معلوم ہی نہیں اے دشمن خدا میرے کجاوے سے باہر نکل جا۔

اور جس شخص نے عمارہ کو زید کے متعلق بتایا وہ آپ کا بھائی عمرو بن حزم تھا

دکھا رہے ہیں۔ آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی اور جو شخص جا کر وہاں سے ناقہ کو لایا وہ حارث بن خزمہ اشہلی[1] تھا۔ آپ نے اسے دیکھا تو اس کی مہار درخت سے الجھی ہوئی تھی۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ زید بن اللصیت نے کہا کہ گویا میں اسی روز مسلمان ہوا۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شک کرتا تھا اور اب میں آپ کے بارے میں صاحب بصیرت ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پس لوگوں نے خیال کیا کہ اس نے توبہ کر لی ہے لیکن خارجہ بن زید[4] اس بات سے انکاری ہیں کہ ابن اللصیت نے توبہ کی ہے اور خارجہ کہا کرتے تھے کہ زید بن اللصیت ہمیشہ ہی بے جرأت رہا حتیٰ کہ مر گیا[5]

عربوں میں اونٹوں کے پہلے حدی خوان

واقدی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی القریٰ[6] میں گئے تو آپ نے نصف شب کو ایک حدی خوان کو سنا اور آپ نے فرمایا ہمیں چلو ہم اسے ملیں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا حدی خوان کن میں سے ہے تم میں سے ہے یا تمہارے دوسروں میں سے ہے؟ انہوں نے کہا ان ہمارے دوسروں میں سے ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ

---

[1] حارث بن خزمہ بن عدی بن ابی غنم، بنی عبد الاشہل کے حلیف۔ موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ بدر اور تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور حضرت علیؓ کی خلافت میں ۴۰ھ میں وفات پائی۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۱ [3] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۱

[4] یہ خارجہ مشہور صحابی حضرت زید بن ثابت کے بیٹے ہیں اور فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ پایا اور مدینہ میں فوت ہوئے

[5] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۲ [6] مشتق: مدینہ اور تبوک کے درمیان ایک وادی ہے۔ وفاء الوفاء جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ میں بھی بیان ہوا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے جاتے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جماعت ہے۔ آپ نے پوچھا کون لوگ ہیں ہو؟ انھوں نے کہا عذرہ کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی عذرہ سے ہوں لیں۔ آپ نے نسب بیان کیا حتی کہ عذرہ تک پہنچ گئے۔ لوگوں نے کہا ہم رشتوں کے جاننے والے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ بات کیسے ہے؟ انھوں نے کہا اہل جاہلیت میں ایک دوسرے پر غارت گری کرتے تھے پس ان میں سے ایک شخص پر غارت گری کی گئی اور اس کے ساتھ جس کا غلام بھی تھا سو اس کے اونٹ پر گھٹنے ہو گئے اس نے اپنے غلام کو انہیں اٹھانے کا حکم دیا تو اس نے کہا میں نہیں کر سکتا تو اس نے اس کے ہاتھ پر غصہ کیا اور پکار کر کہنے لگا: سنو میرا ہاتھ اس نے میرا ہاتھ ... اور زخم اچھے ہونے لگے اور اس کا نام کہتے تھے اونٹوں کو اٹھانے کی کھوٹ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے تھے۔[1]

اہل یمن کی نصرت اسلام اصحاب سیر و مغازی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے راستے میں اپنے اصحاب کو بشارت دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اسلام کو ایران و روم پر غلبہ دے گا اور ان کی حکومتوں پر قبضہ دے گا اور اہل یمن ایک زبردست قوت اور جماعت کے ذریعہ اسلام کی مدد کرنے میں بڑے نمایاں ثابت ہوں گے اور روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا ---- اور وہ تبوک کی طرف روانہ تھے ---- کہ میں تم لوگوں کو بشارت دیتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے خزانے ایران و روم عطا فرمائے ہیں اور بادشاہوں سے ملک کسریٰ کے ساتھ مدد کی ہے[2]

---

[1] مغازی واقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۲۱

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۲۱

وہ ہوا و فضا میں جہاد کرتے ہیں اور اللہ کی غنیمت کو کھاتے ہیں؎

اور یہ نبوت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد واقعات نے اسلام کی روشن تاریخ کے زمانے میں —— اور خصوصاً شام اور افریقہ کی فتح میں ثابت کر دیا ہے کہ ان میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے خالص قوت تھی اور خلیفہ صدیق کے زمانے میں جب آپ کی افواج جہاد کے لیے حدود شام و عراق سے گزریں تو ان کی امارات عظیم تھیں اور شام میں چاروں افواج کا ایک سالار یمنی تھا یعنی حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حمیر کا ایک بادشاہ ذوالکلاع حمیری ان جنگوں میں نمایاں ہوئے وہ ان افواج کا سالار تھا جو یمن سے آئی تھیں اور جنگ یرموک میں نمایاں تھیں ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ایک صحابی کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھنا

تبوک کی طرف مارچ کے دوران اور صحیح طور پر حجر اور تبوک کے درمیان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے نماز پڑھی اور یہ پہلی دفعہ ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کسی دوسرے مسلمان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور تاریخ کے مصادر میں بیان ہوا ہے کہ فوج نے نماز صبح کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا اور آپ اپنے کسی کام کی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور فوج کو خوف پیدا ہوا کہ ان کے صبح کی نماز پڑھنے سے قبل سورج طلوع ہو جائے گا تو انھوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے اپیل کی کہ وہ ان کی امامت کریں تا کہ وہ نماز پڑھ لیں تو انھوں نے ایسے ہی کیا اور ابھی انھوں نے پہلی رکعت کا رکوع نہیں کیا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے پس مسلمانوں نے حضرت

؎ مغازی الواقدی جلد ۳ صـ ۲۰۱

عبدالرحمٰن بن عوف کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے آگاہ کیا اور یہ آگاہی تسبیح کے طریق سے ہوئی تاکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امامت کی جگہ سے ایک طرف ہو جائیں تو آپ نے ویسے ہی کیا اور وہ یوں کہ ایک صف اوّل کی طرف الٹے پاؤں پیچھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی نماز میں امام برقرار رہیں تو انہوں نے حکم کی بجا آوری کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھی اور جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سلام پھیرا تو لوگ اچھل پڑے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بقیہ رکعت کو ادا کرنے لگے ..... اور اس موقع پہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف امت کے صالحین میں سے ہیں اور آپ نے ..... نماز سے فارغ ہونے کے بعد — فرمایا — تم نے اچھا کیا کسی نبی نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک اس کی امت کے صالح شخص نے اس کی امامت نہیں کی۔[1]

قانونی پوائنٹ

جیسا کہ ہمیشہ ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال، قوانین ہوتے ہیں جن پہ مسلمان عمل کرتے ہیں بلاشبہ وہ قول جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ وہ تبوک کی طرف رواں تھے اس نزاع کے بارے میں فرمایا جو آپ کے اصحاب میں سے دو آدمیوں کے درمیان پیدا ہوا اور یہ قول، ایک قانون بن گئی جس پہ فقہاء نے جنایات میں عمل کیا۔ اصحاب سیر نے بیان کیا ہے کہ یعلیٰ[2] بن منبہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لائے جو آپ کا مزدور تھا اس نے فوج کے ایک شخص سے جھگڑا کیا اور اس شخص نے اس کو دانتوں سے کاٹا اور مزدور نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے سے چھڑایا تو اس کے اگلے دانت نکل گئے پس کاٹنے والا

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۲

[2] شاید یہ یعلیٰ بن منبہ مشہور صحابی ہیں، جن کا ذکر حضرت عثمانؓ کے قتل میں نمایاں ہے۔

زخمی اس سے چھٹ گیا اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنا جھگڑا لے گیا اور وہ قصاص کا خواہش مند تھا، یعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ میں بھی اپنے مزدور کے ساتھ کھڑا ہو گیا تاکہ دیکھوں کہ وہ کیا کرتا ہے، پس ان دونوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا! تم میں سے ایک شخص قصد کرتا ہے اور اپنے بھائی کو سانڈ کی طرح دانتوں سے کاٹتا ہے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دانتوں کو جو تکلیف پہنچی تھی اُسے باطل قرار دے دیا کیونکہ دانتوں سے کاٹنے والا زیادتی کرنے والا تھا اور اس کے دانت اس کی زیادتی کے نتیجے میں نکلے تھے[1]

تبوک پہنچنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً چار سو میل کا سفر کرنے کے بعد تبوک پہنچ گئے اور وہاں صرف تھوڑا سا پانی تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ———— کو ایک معجزہ سے یوں سرفراز فرمایا کہ آپ کے لیے یہ چشمہ بہت سے پانی سے پھوٹ پڑا حتیٰ کہ فوج سیراب ہو گئی، ایسے ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو خبر دی تھی کہ تبوک ———— پانی کی اس کمی کے بعد عنقریب خوبصورت باغات والا ہو جائے گا اور عملاً یہ بات رونما ہوئی جیسا کہ آجکل دیکھا جاتا ہے اور یہ معجزہ کا ایک نشان ہے۔

اور مغازی میں بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان شاء اللہ کل تم چشمہ تبوک پر آؤ گے اور تم اسے دن کے چڑھ جانے کے وقت پاؤ گے پس جو شخص اس کے پاس آئے وہ میرے آنے تک اس کے پانی کو نہ چھوئے، حضرت معاذ بن جبل کا بیان ہے کہ ہم آئے تو دو آدمی اس کی طرف سبقت کر چکے تھے اور چشمہ زلال کی طرح تھوڑا تھوڑا جاری تھا آپ نے ان دونوں

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صـ۱۰۱۲

سے دریافت کیا کیا تم دونوں نے اس کے پانی کو چھوا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، پس آپ نے ان دونوں کو وہ بات کہی جو اللہ نے چاہا تھا کہ انہیں کہیں پھر انھوں نے اپنے ہاتھوں سے تھوڑے تھوڑے چلو بھرے حتیٰ کہ وہ مشکیزے میں جمع ہو گیا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے پھر اسے دوبارہ اس میں ڈال دیا تو چشمے میں بہت پانی آ گیا اور لوگوں نے پانی پیا پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — اے معاذ اگر تیری زندگی لمبی ہوئی تو تو جلد ہی اس جگہ کو باغات سے بھرا ہوا دیکھے گا۔[1]

اور بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک اترے تو وہ ایسا وقت تھا جس میں اس کا پانی کم ہو گیا تھا پس آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کے پانی سے ایک چلو لیا اور اس سے اپنا منہ دھویا پھر اس میں تھوکا تو اس کا چشمہ پھوٹ پڑا حتیٰ کہ وہ بھر گیا اور وہ اس وقت تک ایسے ہی ہے اور ابن اسحٰق نے بھی ایسے ہی بیان کیا ہے اور اس میں ہے کہ —— کہ اس کا پانی نکل گیا حتیٰ کہ اس کے سننے والے کہتے تھے کہ اس کی آواز گرج کی آواز کی طرح تھی اور یہ پانی آج کل تبوک کا فوارہ ہے۔[2]

تبوک میں نبوی محافظین

فوج کا سالار اعظم ہونے کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ آپ اپنے محافظین کھڑے کریں جو آپ کے جیش کو رات کی حفاظت کریں کبھی آپ دشمن سے

---

[1] الخصائص الکبریٰ جلد ۲ ص ۷۱ ۔ تحقیق ڈاکٹر محمد خلیل ہراس۔ اور مسلم نے اس حدیث کو حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے اور واقدی نے اسے المغازی جلد ۳ ص [illegible] پر بیان کیا ہے ۔ [2] الخصائص الکبریٰ مولفہ امام سیوطی جلد ۲ ص ۶۱

علاقے میں ہوتے تھے اور جنگ کی حالت میں ہوتے تھے اور صبح ہو رہی تھی دو آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کی ذمہ داری لینے میں شہرت پائی اور وہ حضرت عباد بن بشر اور حضرت محمد بن مسلمہ تھے اور دونوں انصار میں سے تھے۔

اور تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ــــ جس روز سے آپ تبوک آئے حتیٰ کہ وہاں سے کوچ کر گئے ـــــ حضرت عباد بن بشر کو اپنی محافظت پر مقرر کیا اور حضرت عباد اپنے جوانوں کے ساتھ گشت کیا کرتے اور نگہبانی کرتے تھے اور فوج میں آپ کے اصحاب کے گرد بھی چکر لگاتے تھے۔ ایک روز آپ صبح ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ہمیں پیچھے مسلسل تکبیر کی آواز سنتے ہیں حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے کیا آپ نے ہم میں سے کسی کو محافظوں پر چکر لگانے کے لیے مقرر کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایسا نہیں کیا لیکن ہو سکتا ہے کہ بعض مسلمان ہمارے گھوڑوں پر مقرر ہوں۔ حضرت سلکان بن سلامہ نے کہا یا رسول اللہ میں دس مسلمانوں کے ساتھ اپنے گھوڑوں پر نکلا اور ہم محافظوں کی حفاظت کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ راہِ خدا میں محافظت کرنے والے محافظین کے محافظین پر رحم فرمائے تم نے جن سب آدمیوں یا چوپاؤں کی حفاظت کی ہے ان میں سے ہر ایک کے بدلے میں تمہارے لیے قیراط کا اجر ہے۔

اور غزوۂ تبوک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایک اور معجزہ ظاہر کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے مومنین کے ایمان میں اضافہ کر دیا۔ واقدی نے جلد ۳ صفحہ ۱۰۳۴ پر بیان کیا ہے کہ بنی سعد ہذیم کی ایک جماعت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں اور اپنے اہل کو اپنے ایک کنوئیں پر چھوڑ آئے ہیں جس کا پانی کم ہے اور یہ سخت گرمی کا موسم ہے اور ہمیں خدشہ ہے کہ ہم پراگندہ

ہو جائیں گے اور ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے کیونکہ اسلام ابھی تک سینوں کے اندر گہرا نہیں پھیلا۔ آپ ہمارے کنوئیں کے پانی کے بارے میں ہمارے لیے دعا فرمائیے اور اگر ہم اس سے سیراب ہو گئے تو کوئی قوم ہم سے مخالفت نہ کر سکے گی اور ہمارے دین کا کوئی مخالف ہمارے پاس سے نہ گزر سکے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سنگریزے دو۔ میں نے تین سنگریزے لے کر انہیں آپ کو دے دیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے انہیں رگڑا پھر فرمایا ان سنگریزوں کو اپنے کنوئیں کے پاس لے جاؤ اور انہیں ایک ایک کر کے پھینکو اور اللہ کا نام لو۔ پس وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس آگئے اور انہوں نے ایسے ہی کیا تو اس سے پانی نے جوش مارا اور جو مشرکین ان کے نزدیک آئے انہوں نے ان کو بھگا دیا اور روند دیا اور ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس نہیں آئے تھے کہ ان کے اردگرد کے لوگوں نے ان سے موافقت کر لی اور دین اسلام کو قبول کر لیا۔

اور حضرت زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی جنگ کی اور ہم خرید و فروخت کرتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دیکھتے تھے اور ہمیں منع نہیں کرتے تھے۔

حضرت رافع بن خدیج نے بیان کیا ہے کہ ہم نے تبوک میں قیام کیا اور ہمارا توشہ ختم ہو گیا اور ہمیں گوشت کی شدید خواہش ہوئی اور وہ ہمیں ملتا نہ تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا: یا رسول اللہ! گوشت یہاں ہے اور میں نے [illegible] سے شکار کے متعلق دریافت کیا ہے اور انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ شکار قریب ہی ہے ——— اور انہوں نے مغرب کی جانب اشارہ کیا ہے پس میں جاؤں اور اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ شکار کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آپ جائیں تو اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ جائیں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر ——— [illegible]

تم فوج سے الگ ہو جاؤ گے۔ وادی کا پانی ہے جہاں میں اپنے دس انصار اصحاب کے ساتھ گیا جن میں حضرت ابوقتادہ بھی تھے وہ نیزے سے لگے رہتے تھے اور میں تیر انداز تھا ہم نے شکار کو قتل کیا اور ہم نے شکار حاصل کیا۔ حضرت ابوقتادہؓ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بھگایا پھر ہم عشاء کے وقت فوج کے پاس واپس آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بارے میں دریافت کر رہے تھے کہ وہ ابھی تک نہیں آئے تو پس ہم آ گئے اور ہم نے آپ کے سامنے یہ شکار ڈال دیا آپ نے فرمایا کہ اپنے اصحاب میں تقسیم کر دو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کسی آدمی کو اس کا حکم دیں آپ نے حضرت رافع بن خدیج کو حکم دیا (آپ کا بیان ہے کہ میں سارے قبیلے کو ایک ایک گورخر اور ایک ایک ہرن دینے لگا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک ذبح ہرن رہ گیا پس آپ کے حکم سے اسے پکایا گیا اور جب وہ پک گیا تو آپ نے اسے منگوایا ——— اور آپ کے پاس معاذ بھی تھے ——— انہوں نے کھایا اور آپ نے ہمیں واپسی کے لیے منع کر دیا اور فرمایا میں بے خوف نہیں ہوں یا فرمایا میں تمہارے بارے میں خوف زدہ ہوں۔

شہید فی سبیل اللہ کون ہے؟

غزوۂ تبوک میں روحِ نبوی کی طرف سے ایک اہم ترین واقعہ ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی موجودگی میں اعلان فرمایا کہ شہید فقط وہی نہیں جو معرکے میں تیر، تلوار اور نیزے سے قتل ہو جاتا ہے بلکہ شہید کا مرتبہ ہر وہ شخص حاصل کرتا ہے جو جنگ کی حالت میں زندگی کو خیرباد کہہ دیتا ہے، خواہ اس کی وفات کا سبب کوئی بھی ہو۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ذوالبجادین المزنی ——— قبل ازیں آپ کے اسلام کا واقعہ اس بحث میں بیان ہو چکا ہے ——— نے کہا یا رسول اللہ میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیے آپ نے فرمایا مجھے کیکر کی چھال دو پس اس نے کیکر کی چھال آپ کو پہنچا دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے بازو پر باندھ

دیا اور فرمایا میں اس کے خون کو کفار پر حرام کرتا ہوں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میرا مقصد یہ نہ تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جب راہ خدا میں جنگ کرتا ہوا نکلے گا تو تجھے بخار ہو گا اور وہ تجھے مار دے گا تو تو شہید ہو گا اور تیری سواری تیری گردن توڑ دے گی تو تو شہید ہو گا تو پرواہ نہ کر کہ کیا ہوتا ہے۔ پس جب وہ تبوک میں اترے اور وہاں کئی روز تک قیام کیا تو حضرت عبد اللہ ذوالبجادین فوت ہو گئے اور حضرت بلال بن الحارث بیان کیا کرتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور حضرت بلال مؤذن کے پاس آگ کا ایک شعلہ تھا اور آپ اس کے ساتھ قبر کے پاس کھڑے تھے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں ہیں اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جا رہے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں۔ اپنے بھائی کو میرے قریب کر دو۔ پس جب آپ نے اسے اچھی طرح پہلو کے بل درست کر دیا تو فرمایا اے اللہ میں شام کو اس سے راضی تھا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ راوی کا بیان ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کاش میں صاحب قبر ہوتا۔[1]

واقدی نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ ذوالبجادین مزنیہ قبیلے سے تھے اور یتیم تھے ان کے پاس کوئی مال نہ تھا۔ آپ کا باپ فوت ہو گیا تو اس نے آپ کو کسی چیز کا وارث نہ بنایا اور آپ کا چچا مالدار تھا۔ اس نے آپ کو لے لیا اور آپ کی کفالت کی حتیٰ کہ آپ آسودہ ہو گئے اور آپ کے پاس اونٹ، بکریاں اور غلام تھے اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو آپ کا دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا اور آپ اپنے چچا کی وجہ سے اسے قبول کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ کئی سال اور سب معرکے گذر گئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے مدینہ واپس لوٹے تو عبد اللہ نے اپنے چچا سے کہا اے میرے چچا! میں نے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۱۳

آپ سے اسلام ہونے کا اشتیاق کیا ہے اور آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہتے ہیں دیکھا مجھے اسلام قبول کرنے کے بارے میں اجازت دیجیے۔ اس نے کہا، اگر تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تو میں نے جو چیز تجھے دی ہے اسے تیرے ہاتھ میں نہیں چھوڑوں گا اسے تجھ سے چھین لوں گا حتیٰ کہ تیرے دونوں کپڑے بھی اتار لوں گا۔ عبد العزیٰ نے کہا ـــــ ان دنوں آپ کا یہ نام تھا ـــــ خدا کی قسم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوں اور مسلمان ہوں اور پتھر اور بت کی پوجا کو چھوڑنے والا ہوں اور جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اسے لے لو۔ تو اس نے جو کچھ آپ کو دیا تھا سب لے لیا حتیٰ کہ آپ کے تہبند سے بھی آپ کو برہنہ کر دیا۔ آپ اپنی ماں کے پاس آئے تو اس نے اپنی موٹی چادر کے دو ٹکڑے کیے تو آپ نے ایک سے تہبند باندھا اور دوسرے سے چادر اوڑھی۔ پھر مدینہ آئے اور آپ ورقان ـــــ مدینہ کی راہ کا پہاڑ ہے ـــــ میں تھے تو سحر کے وقت آپ مسجد میں لیٹ گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز سے واپس جاتے تو لوگوں کو غور سے دیکھتے۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اسے غریب پایا اور پوچھا تو کون ہے؟ تو اس نے آپ کے سامنے اپنا نسب بیان کیا تو آپ نے فرمایا تو عبد اللہ ذو البجادین ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میرے قریب آ جاؤ۔ اور وہ آپ کے مہمانوں میں ہوتا تھا اور آپ اسے قرآن سکھاتے تھے حتیٰ کہ اس نے بہت سا قرآن پڑھ لیا اور لوگ تبوک کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے اور وہ بلند آواز آدمی تھا اور وہ مسجد میں کھڑا ہوتا تھا اور اونچی آواز سے قرأت کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اس اعرابی کو نہیں سنتے اس نے لوگوں کو پڑھنے سے روک دیا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرؓ اسے چھوڑ دو۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف مہاجر بن کر آیا ہے۔

اور تبوک کی طرف مارچ کے دوران لوگوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس آپ کے سفر کے دوران آئے تو آپ حضرت سہیل بن بیضاء[1] کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے، حضرت سہیل کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا اے سہیل، ہر بار حضرت سہیل کہتے یا لبیک، آپ نے تین بار کہا حتیٰ کہ لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ ہیں، پس جو لوگ آپ سے آگے تھے وہ آپ کی طرف مڑ آئے اور جو پیچھے تھے وہ آپ سے آ ملے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ واحد لاشریک ہے اللہ اسے دوزخ پر حرام کر دے گا۔[2]

سانپ کی شکل میں متشکل ہونے والے جن کا واقعہ

ابونعیم نے حلیہ میں بحوالہ واقدی روایت کی ہے کہ انھوں نے بیان کیا ہے کہ لوگ غزوہ تبوک میں تھے تو ایک عظیم الجثہ سانپ نے سفر میں ان کی مقاومت کی تو لوگ اس سے ایک طرف ہٹ گئے پس وہ سانپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ اپنی اونٹنی پر دراز تھے اور لوگ اس سانپ کو دیکھ رہے تھے پھر وہ مڑ گیا حتیٰ کہ اس نے راستہ چھوڑ دیا اور کھڑا ہوگیا، لوگ آملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ - تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا. اللہ اور

---

[1] سہیل بن بیضاء، بیضاء آپ کی والدہ ہیں، اور آپ کے باپ کا نام وہب بن ربیعہ بن عمرو بن عامر الفہری القرشی ہے آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں سے واپس آگئے پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دو ہجرتوں کے جامع ہوئے آپ اہل سابقون الاولون میں سے تھے۔ ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ آپ بدر اور دوسرے معرکوں میں شامل ہوئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ۹ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۵

اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا —— یہ اُن آٹھ جنوں کے گروہ میں سے ایک ہے جو میرے پاس قرآن سننے آئے تھے پس اس نے اپنے پر واجب جانا —— جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شہر میں اُتریں —— کہ وہ آپ کو سلام کہے اور دیکھو وہ تمہیں سلام کر رہا ہے پس تم بھی اُسے سلام کرو پس سب لوگوں نے وعلیہ السلام ورحمتہ اللہ کہا ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ اللہ کے بندوں کو جواب دو خواہ وہ کوئی بھی ہوں[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طلوع آفتاب کے بعد صبح کی نماز پڑھنا

مؤرخین اور اصحاب حدیث بیان کرتے ہیں کہ تبوک پہنچنے سے ایک روز قبل ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور فوج رات کو سو گئے حتی کہ سورج طلوع ہو گیا اور آپ نے مسلمانوں کو نیزہ برابر سورج بلند ہونے پر نماز پڑھائی ۔ حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کی گئی ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ —— ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی طرف گئے حتی کہ جب ہم اس سے ایک رات کے فاصلے پر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور اس وقت بیدار ہوئے جب سورج نیزے برابر بلند ہو گیا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— اے بلال

---

[1] خصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۵ الشیخ محمد غزالی نے اس واقعہ کے بارے میں اعتراض کیا ہے اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ جھوٹا واقعہ ہے اور میں ذاتی طور پر اس واقعہ کی اصلیت کے لحاظ سے اس پر اعتراض کا کوئی جواز نہیں دیکھتا کیونکہ یہ ممکن بات ہے اور غزوہ خندق میں بھی ایسا واقعہ ہوا ہے جیسے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی چھت میں سانپ کو مار دیا اور مارنے والا اسی وقت مر گیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ مرنے والا سانپ جن تھا ۔

کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا کہ رات کو ہماری حفاظت کرنا؟ حضرت بلال نے عرض کیا مجھے نیند آ گئی۔ مجھے بھی وہی چیز لے گئی جو آپ کو لے گئی۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے تھوڑی ہی دور چلے گئے پھر فجر سے قبل دو رکعتیں پڑھیں پھر فجر کی نماز پڑھی پھر بقیہ دن اور رات تیزی سے چلتے رہے اور تبوک میں پہنچ گئے۔

حجۃ الوداع کے خطبہ کی مانند خطبہ

جب صبح کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منطقۂ تبوک میں پہنچے آپ نے فوج کے عناصر کو اکٹھا کیا ... جن کی تعداد تیس ہزار تھی — وہاں آپ نے ایک جامع خطبہ دیا جو ایک حد تک حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ کی مانند تھا اور تبوک کا یہ خطبہ اپنے اندر اصلاح اور اخلاق کی تربیت کے بہت سے قوانین رکھتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کی گئی ہے اور آپ بیعت عقبہ اور بدر میں شامل ہونے والوں میں سے تھے، کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں صبح کی تو لوگوں کو کہا اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اے لوگو! بے شک سب سے سچی بات کتاب اللہ ہے اور مضبوط ترین کڑا تقویٰ کی بات ہے اور بہترین ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے اور بہترین سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور سب سے بلند ترین بات ذکر الٰہی ہے اور بہترین قصہ یہ قرآن ہے اور بہترین امور دین کے پختہ امور ہیں اور بدترین امور ان کی بدعات ہیں اور بہترین ہدایت انبیاء کی ہدایت ہے اور عمدہ ترین موت شہداء کی موت ہے اور زیادہ اندھی ضلالت وہ ہے جو ہدایت کے بعد ہو اور بہترین عمل وہ ہے جو نفع دے اور بہترین ہدایت وہ ہے جس کی اتباع کی جائے اور بدترین اندھا پن دل کا اندھا پن ہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے

۱؎ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible]

بہتر ہے اور جو چیز کم کفایت کرنے والی ہے وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غافل کرنے والی ہو اور موت کے وقت معذرت کرنا بدترین بات ہے اور بدترین ندامت، قیامت کے روز کی ندامت ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو جمعہ میں کم آتے ہیں اور ان میں سے بعض اللہ کو فحش کلامی سے یاد کرتے ہیں اور سب سے بڑی خطا جھوٹی زبان ہے اور بہترین تونگری نفس کی تونگری ہے اور بہترین زاد تقویٰ ہے اور حکمت کی چوٹی خوفِ الٰہی ہے اور دل میں جو ڈالا جائے اس کی بہترین چیز یقین ہے شک کفر ہے اور نوحہ کرنا جاہلیت کا عمل ہے اور خیانت جہنم کا انگارہ ہے اور نشہ دوزخ سے ہے اور شعر ابلیس سے ہے اور شراب، گناہوں کی جامع ہے، عورتیں شیطان کا جال ہیں، جوانی، جنون کا ایک حصہ ہے، سب سے بڑی کمائی سود کی کمائی ہے اور سب سے بڑا کھانا یتیم کا مال کھانا ہے اور سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت وصول کرے اور بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں بدبخت ہے اور تم میں سے ہر شخص چار ہاتھ جگہ کی طرف جانے والا ہے، کام وہ ہے جو آخر تک ہو اور عمل کا دار و مدار اس کے انجام پر ہے اور سود، جھوٹ کا سود ہے اور جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہے، مومن کو دشنام دینا فسق ہے اور مومن کو قتل کرنا کفر ہے اور اس کا گوشت کھانا معصیت الٰہی ہے اور اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے اور جو اللہ کے خلاف فیصلہ دے وہ اس کا کذب ہے اور جو معاف کرے وہ اسے معاف کرتا ہے، اور جو غصے کو پی جائے اللہ اجر دے گا اور جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اسے اس کا بدلہ دے گا اور جو رسوائی کے پیچھے پڑے گا اللہ اسے رسوا کر دے گا اور صبر کرے گا اللہ اسے دگنا دے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اسے عذاب دے گا، اے اللہ مجھے اور میری امت کو بخش دے میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۶، ۱۰۱۵ اس شاندار خطبے سے بہت سے حضرات محدث

واقدی نے بیان کیا ہے کہ بنی عذرہ کا ایک شخص تھا جسے عدی کہا جاتا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ میں تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ کو سُرخ ناقہ پر سوار دیکھا آپ لوگوں کے گرد گھوم کر فرما رہے تھے — اے لوگو! دینے والے کے ہاتھ کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے اور دینے والے کا ہاتھ ہے اور دینے والے کا ہاتھ بہترین ہے اور جسے دیا گیا ہے اس کا ہاتھ نچلا ہے۔ اے لوگو! قناعت کرو خواہ لکڑیوں کا گٹھا ہو۔ اے اللہ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے آپ نے یہ بات تین بار کہی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دو عورتیں باہم لڑ پڑیں میں نے تیر مارا جو ایک کے جا لگا اور وہ مر گئی۔ — جیسا کہ عرب کہتے ہیں رمی فی جنازتہ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کی دیت دے گا۔ اس کا وارث نہ ہو گا[1]

ایمان یمن والوں کا ہے

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں اپنی مسجد کی جگہ پر بیٹھے اور دائیں جانب دیکھا اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ایمان یمن والوں کا ہے اور مشرق کی طرف دیکھا جو تبوک کی نسبت سے عراق ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا اکھڑپن اور سنگدلی بہت چلانے والوں میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:

کی صحاح ستہ کی کتابوں مثلاً بخاری اور مسلم اور دیگر کتابوں میں آئے ہیں۔ یہ خطبہ تربیت اور تعمیر زندگی کے چال چلن کے اصولوں کی تشکیل کے لیے جامع اور عمدہ ترین خطبہ ہے جو سعادت دارین کا متکفل ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ جو کچھ اس خطبہ میں بیان ہوا ہے اسے یاد رکھیں بلکہ اسے حفظ کریں کیونکہ یہ اخلاق اور چال چلن کے دستور کے قائم مقام ہے۔

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۶ تا ۱۰۱۷

وہ باقی لوگ مشرق کی جانب سے ہیں جہاں سے شیطان اپنا سینگ نکالے گا۔[1]

گھوڑوں کی فضیلت کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو

تبوک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گھوڑا لایا گیا۔ اور صحابہ کہنے لگے یا رسول اللہ! یہ گھوڑا ایرانی تیار کرتے ہیں اور ہمیں خوشی ہے کہ اس پر سوار ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم بھی گھوڑی رکھو اور اللہ کا نام لو۔

اور قبیلہ عذرہ کے ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گھوڑا تحفۃً دیا تو آپ نے اسے ایک انصاری کو دے دیا۔ اور اُسے حکم دیا کہ وہ اس کی ہنہناہٹ سے مانوس ہونے کے لیے پیچھے باندھے۔ اس نے مسلسل ایسے ہی کیا حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آ گئے تو گھوڑے کی ہنہناہٹ ختم ہو گئی۔ آپ نے اس کے مالک سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے اسے آختہ کر دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی ہے۔ ان کی نسل تیار کرو اور مشرکین پر ان کی ہنہناہٹ سے فخر کرو۔ ان کی ایال ان کو گرم رکھنے والی ہے اور ان کی دُمیں ان کی چنوریاں ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ قیامت کے روز شہدا اپنے کندھوں پر اپنی تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے اور وہ جس نبی کے پاس سے گزریں گے وہ ان سے ایک طرف ہٹ جائے گا حتیٰ کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل کے پاس سے گزریں گے تو وہ ان کے لیے ایک طرف ہٹ جائیں گے حتیٰ کہ وہ نور کے منابر پر بیٹھ جائیں گے اور لوگ کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رب العالمین کے لیے اپنے خون بہائے ہیں۔ پس یہی کیفیت ہوگی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلے کرے گا۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۴۲

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا ظرب نام تھا آپ اس کے پاس آئے اور آپ تبوک میں تھے پس آپ نے اس پر اپنے کپڑے لٹکائے اور اپنی چادر سے اس کی پشت پونچھنے لگے، دریافت کیا گیا یا رسول اللہ آپ اس کی پشت کو اپنی چادر سے پونچھتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ اور تمہیں کیا پتہ؟ شاید جبریل نے مجھے اس کا حکم دیا ہو حالانکہ میں نے رات بسر کی ہے اور فرشتے مجھ سے گھوڑوں کے متعلق جھگڑنے اور ان پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور آپ نے فرمایا، میرے دوست جبرئیل نے مجھے بتایا ہے کہ وہ میرے لیے ہر نیکی کے بدلے جیسے میں نے اس سے پورے طور پر کیا ہے نیکی لکھتا ہے اور میرا رب اس کے ذریعے میری ایک برائی کو دور کرتا ہے اور مسلمانوں میں سے جو شخص خدا کی راہ میں گھوڑا باندھتا ہے اور اسے اس کا پورا چارہ دیتا ہے جس سے وہ قوت حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر دانے کے بدلے میں اس کے لیے نیکی لکھتا ہے اور ہر دانے کے بدلے میں اس سے برائی کو دور کرتا ہے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ کونسا گھوڑا اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا سیاہ جس کے ماتھے پر سفید نشان ہو اور جس کی ناک اور بالائی ہونٹ پر سفید داغ ہو جس کا دایاں ہاتھ سفید ہو، جس کا دایاں پاؤں سفید ہو اور اگر سیاہ نہ ہو تو کمیت اسی صفت کا ہو۔

تربیتِ نبوی کا ایک واقعہ

تبوک میں قیام کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب چھان بین کرنے والوں کی تعریف کی اور اوچھے پن اور ہلکے پن سے منع فرمایا، حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ —— ایک شب تبوک میں لوگ خوفزدہ ہو گئے اور میں ہتھیار بند ہو کر باہر نکلا حتیٰ کہ میں حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ کے پاس جا بیٹھا وہ بھی ہتھیار بند تھے میں نے کہا میں اس صالح شخص کی ضرور اقتدا کروں گا جو اہل بدر میں سے ہے پس میں ان کے پہلو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے پاس بیٹھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کی حالت میں ہمارے

پاس آئے اور فرمایا اے لوگو یہ اوچھا پن اور یہ ہلکا پن کیا ہے؟ کیا تم نے وہ کام نہیں کیا جو ان دو صالح اشخاص نے کیا ہے؟ آپ کی مراد محیصہ اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ سے تھی۔

اور جب آپ تبوک پہنچے تو آپ نے اپنے ہاتھ سے مسجد تبوک کے قبلہ کا پتھر رکھا اور ساتھ والا پتھر بھی رکھا پھر آپ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہاں شام ہے اور یہاں یمن ہے[1]

اور حضرت ابی ہریرہ فرمایا کرتے تھے —— ہم تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ رات کو نماز پڑھنے کے لیے اٹھے اور آپ رات کو بکثرت تہجد پڑھتے تھے اور اٹھ کر مسواک کرتے تھے اور جب آپ نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اپنے خیمے کے صحن میں پڑھتے اور کچھ مسلمان اٹھ کر آپ کی حفاظت کرتے، ان راتوں میں سے ایک رات کو آپ نے نماز پڑھی اور جب فارغ ہوئے تو جو لوگ آپ کے پاس تھے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا —— مجھے پانچ باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں، مجھے سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، نبی کو صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنائی گئی ہے کہ جہاں بھی مجھے نماز کا وقت آ جائے میں تیمم کروں اور نماز پڑھ لوں اور میرے لیے مال غنیمت کو حلال کیا گیا ہے میں انہیں کھانے والا ہوں اور جو مجھ سے پہلے تھے وہ انہیں حرام قرار دیتے تھے اور پانچویں وہ ہے جو ہے، وہ ہے جو ہے اور وہ ہے جو ہے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا مجھ سے کہا گیا، مانگ، ہر نبی نے مانگا ہے اور وہ تمہارے لیے اور اس شخص کے لیے ہے جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔[2]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۲، ۱۰۲۲ تحقیق ڈاکٹر مارسڈن جونس

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۲۲

حدود عرب پر رومیوں کا کوئی نشان نہ تھا

تاریخ نگاروں اور اصحاب سیر کے درمیان یہ متفق علیہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم فوج (تیس ہزار) کے ساتھ اس شدید گرم موسم میں عسرت اور شدید مالی تنگی کے باوجود جو آپ کے تمام اصحاب کو لاحق تھی۔ مدینہ سے ان معلومات کے حاصل ہونے کے بعد مارچ کیا جو اس بات کا تاثر دیتی تھیں کہ شاہ روم ہرقل ان فوجوں کو جمع کر رہا ہے جو ان افواج (جو چالیس ہزار تھیں) کے ہراول دستے، بلقاء پہنچ چکے تھے جو جزیرہ عرب کی حدود کے نزدیک ہے پس آپ ان خبروں سے سخت غمگین ہوئے اور آپ نے یہ عظیم فوج تیار کی تاکہ رومیوں کو عملی سبق دیں اور انہیں سمجھا دیں کہ آپ فوجی طاقت سے جزیرہ عرب کی حدود کو زیادتی سے بچانے کی قدرت رکھتے ہیں جس پر عمل کرنے کا منصوبہ رومیوں نے اپنی زبردست عظیم تجربہ کار اور بہترین تیار فوجوں پر اعتماد کر کے کیا ہو۔

لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی فوج کے ساتھ تبوک پہنچے تو آپ نے وہاں سے اپنے ہراول اور فوج کے اگلے حصے کے دستے بھیجے اور انہوں نے کسی رومی اور عرب عیسائی فوجوں کا نشان نہ پایا جو جنوبی شام کی حدود پر ان کی دوست تھیں۔

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رومی افواج جزیرہ عرب کی حدود پر کیوں موجود نہ تھیں جیسا کہ ان اطلاعات میں ہے جو مدینہ میں آپ کو پہنچی تھیں اور ان کے بعد آپ نے ان حالات میں مارچ کیا جن کا نام اس موسم میں گرمی کی شدت اور عام مسلمانوں کی مالی تنگی پر نظر کرتے ہوئے استثنائی حالات رکھا جا سکتا ہے۔ کیا رومی اس جنگ سے پیچھے ہٹ گئے تھے جس کے لیے وہ تیاری کر رہے

۱؎ سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۲۴۳

تھے اور کیا یہ پہلو اس بات کا متقاضی تھی کہ رومیوں کو اسلام کی عظیم افواج کے مدینہ کی عظمت کا یقین ہو گیا تھا یا رومی افواج کے اکٹھ کی اطلاعات درست نہ تھیں اور رومیوں نے صرف اپنے دوست عرب جاسوسوں کو اشارہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے اور ان کی حربی قوت اور جنگی طاقت کا اندازہ لگانے کے لیے ان کی اشاعت کریں اور بس؟

ابن برہان الدین کا میلان اس آخری رائے کی طرف ہے۔ وہ سیرت حلبیہ میں بیان کرتے ہیں اور اس کی (یعنی رومی فوج کی) کوئی حقیقت نہ تھی اور یہ بات اس شخص سے کہی گئی جو اسے مسلمانوں تک افواہ پہنچا دے اور یہ بات اس وقت ہوئی جب لوگ تنگی میں تھے اور ملک میں قحط تھا۔[1]

اور ایسے ہی واقدی نے بھی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس وقت جزیرۂ عرب کی حدود پر رومی افواج کے اکٹھ کی افواہیں درست نہ تھیں آپ اپنے مغازی میں بیان کرتے ہیں کہ ساقط ـــــ یعنی انباط ـــــ جاہلیت میں اور اسلام کی آمد کے بعد مدینہ میں آٹا اور تیل لایا کرتے تھے اور شام کی خبریں مسلمانوں کے ہاں انباط ہی بکثرت لایا کرتے تھے پس ایک ہراول آیا اور انہوں نے بتایا کہ رومیوں نے بہت افواج جمع کی ہیں اور ہرقل نے اپنے اصحاب کو ایک سال کی رسد دے دی ہے اور لخم، جذام، غسان اور عاملہ بھی ساتھ جمع ہو گئے ہیں اور انھوں نے پیش قدمی کی ہے اور اپنے ہراول کو بلقاء کے نزدیک کر دیا ہے انھوں نے وہاں پڑاؤ کر لیا ہے اور ہرقل حمص میں پیچھے رہ گیا ہے پھر واقدی بیان کرتا ہے اور یہ کوئی بات نہ تھی صرف یہ بات بیان کی گئی ہے اور مسلمانوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی چیز قابل خوف نہ تھی اور یہ خوف اس وقت پیدا ہوا جب انہوں نے ان کی

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص۱۳۲

تعداد، وسائل اور گھوڑوں کو دیکھا جائے۔

بہرحال حدود پر مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان فوجی مقابلہ نہ ہوا اس وجہ سے نہ ہوا کہ رومی جنگ کی تیاری کرنے کے بعد اس سے پیچھے ہٹ گئے ہوں یا اصلاً انھوں نے اس کی تیاری ہی نہ کی ہو جیسا کہ ثابت ہے۔ انھوں نے یہ بڑی بات لوگوں کو بھڑکانے اور خوفزدہ کرنے کے لیے مشہور کی۔ پس وہ عظیم فوج جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک لے گئے اسی نے اس معرکہ کو مسلمانوں کے لیے عظیم فائدہ کا موجب بنا لیا۔

ان میں سے ایک امر جو سب سے اہم ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس فوج سے جو حدود شام کو پار کرنے کے قریب تھی رومیوں کو خوفزدہ کیا اور ان کے دلوں میں یوں رعب ڈال دیا کہ ان کے اذہان میں مسلمانوں کے بارے میں جو غلط تصور بنا ہوا تھا وہ مٹ گئی اور وہ یوں کہ رومی ان کی طرف اس امر پر دیکھتے تھے کہ یہ ان بدوؤں کی متفرق اور غیر مرکزی جماعتیں ہیں جن کا کوئی افسر اور ڈسپلن نہیں اور جنگوں سے ان کا مقصد محض مال حاصل کرنا اور فقط مال حاصل کرنا ہے۔

اور شام میں رومی کمان پر رعب چھا جانے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنی زبردست افواج کے باوجود کسی ساکن کو حرکت نہیں دی بلکہ جب اسے اطلاع ملی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ تبوک پہنچ گئے ہیں تو اس نے ایک سپاہی کو بھی حدود پر نہیں بھیجا اور آپ گویا رومی کمان کو ایک چیلنج کرنے والے کی مانند بن گئے جس کی حدود پر آپ اپنی زبردست افواج جو تیس ہزار تک پہنچی ہوئی تھیں کے ساتھ مناقشہ کر رہے تھے۔ پس یہ چیز شام میں رومی شکست ثابت ہوئی جو کہ چیلنج کرنے سے بیٹھ گئی۔

۱؎ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۸۹ - ۹۹۰

حالانکہ وہ —— ایرانیوں پر فتح پانے کے بعد —— ساری دنیا میں سب سے طاقتور فوجی قوت شمار ہوتی تھی، وہ سکون اختیار کرنے کی طرف جیسے مائل ہوتی اور جس نے جیش نبوی سے مقابلہ کرنے کے بارے میں غور و فکر کیا حالانکہ وہ اس کی جنوبی حدود پر تقریباً بیس دن تک اس کی اطراف پر گشت کرتا رہا اور یہ عیسائیوں کے علاوہ اس کے دوسرے حلیف اور دوست اس کی اطاعت اختیار کرتے رہے۔

بلاشبہ رومی فوج کے ناظرین کے دلوں پر رعب چھا گیا تھا خصوصاً اس سخت تجربے کے بعد جو انہیں ہجرت کے آٹھویں سال معرکہ موتہ میں اسلام کی چھوٹی سی فوج کے ہاتھوں ہوا تھا اور وہ یوں کہ انہوں نے اس چھوٹی سی فوج سے جس کی نسبت ان کی افواج کے مقابلہ میں ایک اور ستر کی تھی کس قسم کی گھبراہٹوں کا سامنا کیا اس لیے انہوں نے جیش نبوی سے مقابلہ کرنے کو ترجیح دی اور خوف سے اس کا انتظار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ حدود شام کو پار کرنے کا فیصلہ کرتے اور دو عیسائیوں کو چیلنج کرنے اور انہیں ڈرانے پر اکتفا کرنے کے بعد سر بلند ہو کر اور بڑی فتح حاصل کر کے مدینہ واپس آ گیا اور اس نے اس چیلنج سے یقین دلا دیا کہ وہ کسی بھی دشمن کے ظلم کے مقابلہ میں جو جزیرہ عرب پر ظلم کرنے کے بارے میں سوچتا ہے اسے کچلنے کی قدرت رکھتا ہے۔

بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ملک ہرقل جو حمص میں مقیم تھا اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جب کہ آپ تبوک میں تھے، دوستی کا پیغام بھیجا اور وہ یوں کہ اس نے خط دے کر ایک خاص نمائندے کو بھیجا جس میں اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ مسلمان ہے۔ کتب سیرت میں بیان ہوا ہے کہ ملک ہرقل حمص میں جب دوسری دفعہ اپنے ارکان دولت کو اسلام میں داخل ہونے پر رضامند کرنے میں ناکام ہو گیا تو اس نے ان سے نرمی کی حتیٰ کہ اس پر ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک خط بھیجا جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن میں

معاملے میں مغلوب ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عذر کو قبول فرمایا لیکن آپ نے اس بارے میں اس کی تصدیق نہ کی کہ وہ مسلمان ہے اور مورخین نے ہرقل کے نامہ بر سے جو حمص سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا روایت کی ہے اس نے بیان کیا ہے کہ ——— میں تبوک آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان گوٹ مار کر بیٹھے ہوئے ہیں میں نے پوچھا تمہارا آقا کہاں ہے؟ بتایا گیا کہ وہ یہ ہے، پس میں چلتے ہوئے آیا حتیٰ کہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور میں نے اپنا خط آپ کو دیا آپ نے اسے اپنی گود میں رکھا پھر پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا میں تنوخ کا ایک شخص ہوں آپ نے فرمایا کیا تجھے اسلام دین حنیف ملت ابراہیم میں کچھ دلچسپی ہے؟ میں نے کہا، میں ایک قوم کا ایلچی ہوں اور اسی قوم کے دین پر ہوں میں جب تک ان کے پاس واپس نہ جاؤں اسے نہیں چھوڑوں گا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا

انك لا تهدي . . . . وهو اعلم بالمهتدين

ترجمہ: بلاشبہ تو جسے ہدایت دینا چاہے نہیں دے سکتا لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بہتر جانتا ہے۔

پس جب آپ میرے خط کے پڑھنے سے فارغ ہوئے تو فرمایا ——— تجھے حق حاصل ہے اور تو ایلچی ہے، واللہ اگر تو ہمارے ہاں کوئی عطیہ پاتا تو ہم تجھے وہ عطیہ دیتے ہم مسافر لوگ ہیں، ایک شخص نے کہا میں اسے عطیہ دوں گا پس وہ ایک حلہ لایا اور اسے میری گود میں رکھ دیا، میں نے اس شخص کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت عثمان بن عفان ہیں۔

پس تبوک کی عظیم فتح سے جو عظیم سیاسی اور عسکری فوائد حاصل کیے وہ جزیرہ عرب کے شمال میں فوجی لحاظ سے اسلام کی تمام دشمن پارٹیوں کا صفایا کرنا ہے اور خصوصاً ان عناصر کا جو بت پرستی کے تابع تھے اور جزیرہ عرب کے شمال میں زمین صفایا، مکمل اور ہمہ گیر صفایا تھا: اور وہ اس طرح کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک

سے اس وقت واپس ہوئے جب جزیرہ عرب کے تمام شمالی علاقے یا تو خوشی سے اسلام میں داخل ہو گئے یا اس دین کے اقتدار کو تسلیم کر کے اور مسلمانوں کو جزیہ ادا کرنے کے طریق سے اس کے مطیع ہو کر اسلامی ادارہ کے فرمانبردار ہو چکے تھے اور یہ بات ان عرب قبائل سے خاص طور پر تھی جو نصرانیت پر قائم تھے جیسے دومۃ الجندل کا بادشاہ جیسا کہ ابھی اسی کتاب میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ۔

فصل چہارم

- شام کے جنوب پر مسلمانوں کا قبضہ
- شام کے جنوب کے عیسائیوں کے لیڈروں کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبوک میں آنا اور آپ سے صلح کرنا۔
- حضرت خالد بن ولید کا اجندل کو فتح کرنا۔
- روم کے بادشاہ کا اسیر ہونا اور اس کے بھائی کا قتل ہونا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی فوج کے ساتھ حدود شام کو پار کرنے کے بارے میں سوچنا۔
- فوج کا فتح مند ہو کر مدینہ کو واپس آنا۔
- منافقین کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کی کوشش کرنا۔
- مسجد ضرار کا واقعہ اور اس کا جلانا۔
- منافقین کے لیڈر عبداللہ بن ابی کی موت
- غزوہ سے پیچھے رہنے والے تین آدمیوں کا واقعہ اور ان کی توبہ کے متعلق نزول قرآن کا واقعہ۔
- قرآن کا منافقین کو ذلیل و رسوا کرنا

اسی طرح تبوک کی فوج نے جو بہت عظیم معنوی فوائد حاصل کیے ان میں جو یہ

عرب کی حدود کے پڑوس تک اور خود بلادِ شام کے اندر اسلام کی ہیبت کو پھیلانا تھا جس کے اثر سے بعض مقامی حکمران اور شام کے جنوبی حصے کی دیگر کئی شخصیات جہاں خلیج عقبہ کا سرا واقع ہے جو غزہ کے جنوب میں اور یہودی و مسیحی شخصیات اور بعض مقامی حکمران اپنی مرضی سے تبوک آئے۔ اور یہ لوگ اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب انہیں پتہ چلا کہ آپ تبوک میں ہیں۔ ان لوگوں نے آپ سے صلح کی اور اس شرط پر آپ سے امن طلب کی کہ وہ آپ سے پُرامن رہیں گے اور آپ کے خلاف آپ کے دشمن کی مدد نہیں کریں گے پس آپ نے انہیں پروانۂ امن دے دیا جس کی ابھی تفصیل بیان ہوگی انشاء اللہ۔

اور شام سے ان قبیلوں کا خوشی سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع ہو کر آنا بلادِ شام میں پہلی اسلامی فتح خیال کیا جاتا ہے جو اس وقت رومی شہنشاہیت کا حصہ خیال کیے جاتے تھے اور یہ علاقے جن سے یہ نمائندے تبوک آئے تھے فلسطین کا حصہ خیال کیا جاتا تھا اور فلسطین بلادِ شام کا حصہ تھا۔

اور حضرت ابن اثیر کی روایت کے مطابق ایلہ کے حاکم آپ کے پاس آئے تھے اور آپ کو جزیہ دینا قبول کیا تھا اور اسلام کے اقتدار کو قبول کرنے کا اعلان کیا تھا اسی طرح آپ کے پاس شام کے دوسرے علاقوں اذرح[1] اور جرباء[2] کے حکام بھی آئے

---

[1] یاقوت نے اپنی معجم کی جلد اول صفحہ ۱۲۹ پر بیان کیا ہے کہ اَذرح اطراف شام میں ایک شہر ہے جو الشراۃ کے نواحی علاقے میں ہے بلاد البلقاء اور عمان کی نواحی میں ارض حجاز کے نزدیک ہے اور ابن ابی الاصبغ کی کتاب میں ہے کہ اذرح اور جرباء کے درمیان تین دن کا سفر ہے۔ [2] الجرباء عمان کے مضافات میں البلقاء کے علاقہ میں ہے اور حجاز کی جانب سے جبال السراۃ کے نزدیک ہے اور اذرح اور الجرباء کے درمیان تحکیم کی وہ کاروائی ہوئی تھی جس کی بنیاد جنگ صفین کے افسوسناک معرکوں کے بعد حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابو موسیٰ اشعری نے کی۔

صلح۔

تاریخ کی معتبر کتب میں بیان ہوا ہے کہ ایلہ (ایلات) اور اذرح اور جرباء کے باشندوں کو جب پتہ چلا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچ گئے ہیں تو وہ خوفزدہ ہو گئے کہ آپ اپنی فوج کے ساتھ ان کے پاس آ جائیں گے پس انہوں نے آپ کے پاس آنے میں جلدی کی تاکہ آپ کی اطاعت کرتے ہوئے اور جزیہ دیتے ہوئے آپ سے صلح کر لیں جیسے معاہدہ کرنے والے لوگ مسلمانوں کو قرآن کریم کے بیان کردہ اصول کے مطابق ادا کرتے ہیں۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ دومہ اور تیماء[1] کے باشندے اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوفزدہ ہو گئے جب انہوں نے دیکھا کہ عربوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور یحنّہ بن رؤبۃ ایلات کا بادشاہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ اس بات سے خوفزدہ ہو گئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف فوج بھیج دیں گے اور یحنّہ کے ساتھ اذرح اور جرباء کے باشندے بھی آ گئے انہوں نے آ کر آپ سے صلح کی اور آپ نے ان پر جزیہ مقرر کیا۔

واقدی نے ایک دوسری جگہ بیان کیا ہے کہ یعقوب بن محمد الظفری نے عن عاصم بن عمر بن قتادہ، عن عبد الرحمن بن جابر عن ابیہ جابر سے بیان کیا کہ جس وقت یحنّہ بن رؤبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے اسے دیکھا اس پر سونے کی صلیب تھی اور وہ اس کی پیشانی سے بندھی ہوئی تھی پس جب اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس نے اپنے سر کو جھکایا لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اشارہ کیا کہ اپنے سر کو اٹھا اور اس

---

[1] تیماء مدینہ کے شمال میں آٹھ مراحل پر واقع ہے۔

روز آپ نے اس سے صلح کی۔ یحنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یمنی چادر زیب تن کرائی اور اسے حضرت بلال رض کے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا[1]

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یحنہ اور اس کی قوم کو صلح اور امان کی دستاویز لکھ دی جو یہ تھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"یہ اللہ اور محمد نبی رسول اللہ سے یحنہ بن رؤبۃ اور اہل ایلہ کی کشتیوں اور بر و بحر میں ان کی باقیماندہ چیزوں کے لیے پروانۂ امان ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف امان حاصل ہے اور ان کے ساتھ جو اہل شام، اہل یمن اور اہل بحر ہیں انہیں بھی امان حاصل ہے اور جس شخص نے کوئی نیا کام کیا اس کا مال اس کی جان کو نہیں بچائے گا، اور لوگوں میں سے جو کوئی اسے لے لے گا وہ اس کے لیے طیب ہوگا اور ان کے لیے پانی کا روکنا جائز نہیں ہوگا، اور نہ بری اور بحری راستہ بند کرنا جائز ہوگا۔ یہ خط جہیم بن الصلت اور شرجیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایلہ پر ہر سال تین سو دینار جزیہ مقرر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے۔"

اسی طرح اہل جرباء اور اذرح کے لیے یہ دستاویز لکھی گئی۔

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اہل اذرح کے لیے وہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہیں اور ان پر ہر رجب میں پورا ایک سو دینار دینا واجب ہے اور اللہ ضامن

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۳۲

ہے[1]

واقدی نے بیان کیا ہے کہ میں نے اذرح کی دستاویز کو نقل کیا ہے، یہ یوں لکھی ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اہل اذرح کے لیے

وہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہیں اور ان پر ہر رجب میں پورا ایک سو دینار دینا واجب ہے اور مسلمانوں سے خیرخواہی اور حسن سلوک کرنے کے وہ ذمہ دار ہیں، اللہ ان کا ضامن ہے اور جب وہ مسلمانوں سے خائف ہوں اور کوئی مسلمان خوف سے اور بھڑکانے سے ان کی پناہ لے تو وہ امن میں ہوں گے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خروج سے قبل ان سے گفتگو کریں۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقنا[2] کے حکام سے معاہدہ کیا اور اس معاہدہ کے متعلق ان کے لیے ایک دستاویز لکھی جس میں ہے ——— وہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہیں اور ان پر اپنا چوتھائی سوت اور چوتھائی پھل دینا واجب ہے[3]

اور بنی سعد کا ایک شخص عبید بن یسر[4] اور جذام میں سے بنی وائل کا ایک شخص[5] تبوک میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا اور رسول کریم

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص ۱۶۹، فتوح البلدان ص ۶۷، امتاع الاسماع ص ۴۶۹، ۴۷۰، تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۴۸، مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۱۶، زاد المعاد جلد ۳ ص ۸

[2] ایلات کے نزدیک ایک مقام ہے۔

[3] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۳۲، ص ۱۰۳۳ [4] ابن حجر نے اصابہ میں عبید بن یسر کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے [5] اس سلسلہ کی گزشتہ کتب میں جذام کے عظیم قبیلے اور اس کے مقبوضہ علاقوں کو جو سینا، شام اور جزیرہ عرب میں ہیں، ملاحظہ کیجیے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو مقنا کا چوتھائی حصہ جو سمندر سے نکلتا ہے اور کھجوروں کے درختوں کے پھل اور سوت کا چوتھائی حصہ دیا اور عبید بن یاسر سوار تھا اور جذامی پیادہ تھا پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبید بن یاسر کو گھوڑے اور سو حلّے دیے اور بنی سعد اور بنی وائل کے ساتھ آج تک یہی دستور چلا آرہا ہے بعد عبید بن یاسر مقنا آیا اور وہاں ایک یہودی عورت تھی اور وہ یہودی عورت اس کے گھوڑے کی نگرانی کرتی تھی پس اس نے اسے اپنے گھوڑے کے حلّوں میں سے ساٹھ حلّے دیے اور یہودی عورت اس کے گھوڑے کی نگرانی کرتی تھی پس اس نے اسے اپنے گھوڑے کے حلّوں میں سے ساٹھ حلّے دیے اور یہودی عورت کو یہ حلّے مسلسل ملتے رہے حتیٰ کہ بنی امیہ کا آخری زمانہ ختم ہو گیا اور وہ اس سے اور عبید کے بیٹے سے واپس لیے گئے ؎

اور بلاذری کی فتوح البلدان میں ہے کہ اہلیانِ مقنا کی صلح کی دستاویز میں بیان ہوا ہے کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بنی حبیبہ اور اہلِ مقنا کی طرف

تم سلامت رہو مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ تم اپنی بستی کی طرف واپس جانے والے ہو پس جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو تم امان میں ہو گے اور تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی امان حاصل ہو گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ یعنی تم نے مسلمانوں کے خلاف جو معاندانہ کام کیے ہیں، اور جس خون کا تم نے پیچھا کیا ہے اسے بھی معاف کر دیا ہے اور تمہاری بستی میں اللہ کے رسول اور اس کے ایلچی کے سوا تمہارا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ کوئی ظلم و زیادتی

؎ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۳۲، ۱۰۳۳

نہ ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز سے تمہیں بچائیں گے جس سے اپنے آپ کو بچائیں گے اور تمہارے کپڑے اور غلام اور گھوڑے اور زرہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوں گی سوائے اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی معاف کر دے اور اس کے بعد تمہارے کھجوروں کے درخت جو پھل دیں اس کا چوتھائی حصہ اور تمہارے شکاری جو شکار کریں اس کا چوتھائی حصہ اور تمہاری عورتیں جو سوت کاتیں اس کا چوتھائی حصہ دینا تم پر واجب ہے اور اس کے بعد تم ظلم سے بچنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے سب جزیے اور بیگار اٹھا دی ہے پس اگر تم سنو اور اطاعت کرو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے شریف آدمی کی عزت کریں گے اور تمہارے خطاکار کو معاف کریں گے اور جو مسلمان بنی جنبہ اور اہل مقنا کے بارے میں اچھا مشورہ کرے وہ اس کے لیے بہتر ہے اور جو ان سے شر کا قصد کرے وہ اس کے لیے برا ہے اور تمہارا امیر تم میں سے ہوگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہوگا۔[1]

دومۃ الجندل کی فتح[2] اور جیش نبوی نے جو اہم فوجی کارروائی کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں اس کا نتیجہ کو قائم کرنے لگے

---

[1] فتوح البلدان ص ۷۲ اور تحقیق الفتوح کا اعتراض کتاب کے ص ۴۲ پر دیکھیے۔

[2] دومۃ الجندل، قدیم زمانوں سے ایک مشہور علاقہ ہے اور میلاد سے پہلے کی اور بعد کی لڑائیوں میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے اور تیسری صدی میلادی کے آخر میں ملکہ زباء نے اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور اس سے اس کی نافرمانی کی اور دومۃ الجندل تبوک کے مشرق میں واقع ہے اور عراقی حدود کے نزدیک تر ہے اور مشہور تجارتی شہری سلسلہ

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عیاض بن غنم نے تقریباً پورا ایک سال اس کا محاصرہ کیے رکھا اور خلیفہ صدیقؓ کے زمانے میں اس نے اس کی نافرمانی کی اور وہ حضرت خالد بن ولید کی مدد سے جو ۱۲ھ کے آخر میں حیرہ سے آئے تھے اس میں داخل ہو سکا اور یاقوت معجم البلدان میں یہاں دور دراز زمانے کو یقین سے بیان کرتا ہے جس میں دومۃ الجندل کی تعمیر ہوئی۔ اور وہ حضرت اسماعیل نبی اللہ کے ایک بیٹے کا زمانہ ہے یاقوت نے بیان کیا ہے کہ دومۃ الجندل کو دوم بن اسماعیل کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے اور زجاجی نے دوماں بن اسماعیل بیان کیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ جب تہامہ میں حضرت اسماعیل کے بیٹے زیادہ ہو گئے تو دوماں بن اسماعیل باہر نکل گیا اور دومۃ کی جگہ پر اترا اور یہاں قلعہ تعمیر کیا اور بعض نے دوما بیان کیا ہے اور قلعہ اس کی طرف منسوب ہو گیا اور ابوسعید نے بیان کیا ہے کہ دومۃ الجندل پانچ فرسخ نشیب زمین میں ہے اور اس کے مغرب کی جانب ایک بہتا چشمہ ہے جو کھجوروں کے درختوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا ہے اور اس کا قلعہ مارد ہے اور اسے دومۃ الجندل کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کا قلعہ چٹانوں سے بنا ہوا ہے اور ابو عبید السکونی نے بیان کیا کہ دومۃ الجندل قلعہ ہے اور جبل طیؑ کے نزدیک شام اور مدینے کے درمیان بستیاں ہیں جہاں کلب کے بنو کنانہ رہتے تھے اس نے بیان کیا ہے کہ دومۃ وادی القریٰ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے جو تیماء کی جانب ہے اور القریٰ کے فاصلہ پر ہے اور دومۃ سکاکہ اور ذو القارہ بستیاں ہیں پھر یاقوت نے بیان کیا ہے کہ قلعہ کے گرد ایک فصیل ہے جس کی پناہ لی جاتی ہے اور فصیل کے اندر مضبوط قلعہ ہے جسے مارد کہا جاتا ہے اور وہ اکیدر بن عبد الملک ابن عبد الجن بن اعیان بن الحارث بن معاویہ بن خلاوۃ بن اماتہ بن سلمۃ ابن سکامۃ بن شبیب بن السکون بن اشرس بن ثور بن عفیر اور وہ کندہ سے ہے السکونی الکندی کا قلعہ ہے۔

تھے جس کی کمان حضرت خالد بن ولید نے کی اور اس کے ساتھ دومۃ الجندل کے علاقے کو اسلامی اقتدار کے دائرے میں شامل کیا۔

دومۃ الجندل ایک چھوٹی سی مملکت تھی جہاں کندہ کا عربی عنصر ہی بادشاہت و حکومت کرتا تھا اور وہ نصرانی مذہب کا پیروکار تھا اور دومۃ الجندل کی مملکت کی قوم کی غالب اکثریت قحطان کے کلب قبیلہ کی تھی اور وہ کثیر تعداد اور جنگی قوت والا قبیلہ تھا اور جاہلیت اور اسلام میں اس قبیلے کے بارے میں بہادری ایک مشہور بات ہے۔

اور دومۃ الجندل کی نصرانی مملکت ہی ایک واحد رکاوٹ تھی جو ہجرت کے نویں سال تک جزیرہ عرب کے شمال میں اقتدار اسلام کی مطیع نہ تھی۔ جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پروگرام یہ تھا کہ تمام جزیرہ عرب کو لوائے اسلام تلے یوں ایک کر دیا جائے کہ اس جزیرہ کے کسی ٹکڑے میں ایک بالشت زمین بھی ایسی نہ رہے جو اقتدار اسلام کے تابع نہ ہو پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دومۃ الجندل کے نصرانی کو جھکانے کا فیصلہ کیا خواہ یہ جھکانا صلح سے ہو یا جنگ سے۔

اس فیصلے کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور سالار حضرت خالد بن ولید کو بلایا اور آپ کو اطلاع دی کہ آپ نے دومۃ الجندل سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور آپ نے حضرت خالد کو اس فوج کا سالار مقرر کیا جو عنقریب اس مشن کی ذمہ داری لینے والی تھی۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں پڑاؤ کیے ہوئے جیش نبوی سے چار سو بیس سوار منتخب کیے تاکہ حضرت خالد کی کمان کریں اور اس دشمن کا صفایا کر دیں جو دومۃ الجندل میں باقی رہ گیا ہے۔

چونکہ حضرت خالد دشمن کی ان بے شمار افواج کی تعداد سے واقف تھے جو دومۃ الجندل میں موجود تھیں اور ان دشمنوں کی جنگی قوت سے بھی واقف تھے آپ نے صورت جنگ کے پیمانے کے مطابق دیکھا کہ سواروں کا یہ دستہ

کے ساتھ آپ پر اس دومۃ الجندل کے قلعوں میں داخل ہونا واجب ہے جن میں سب سے اہم اس کا تاریخی اور مضبوط قلعہ ہے تو آپ نے دیکھا کہ یہ دستہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دستے کے پیش نظر پورا کرنا چاہتے ہیں جس کی ذمہ داری اٹھانے کا آپ نے حضرت خالد کو مکلف کیا ہے۔ حضرت خالد نے اس سلسلے میں کہا۔— آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہے تھے —— یا رسول اللہ مجھ سے یہ کیسے ہوگا یعنی دومۃ الجندل کا بادشاہ اکیدر بلاد کلب کے وسط میں ہے اور میرے پاس تھوڑی سی فوج ہے۔[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سالار خالد کو اطمینان دلایا کہ وہ (باوجود چھوٹی فوج کے جن کی عنقریب دو سال گزرنے والے تھے) ملک اکیدر پر فتح پائیں گے اور اسے قیدی بنا کر لائیں گے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد سے فرمایا: آپ اسے عنقریب گائیوں کا شکار کرتا پائیں گے اور اسے پکڑ لیں گے۔[2]

حضرت خالد نے محض فوجی نقطۂ نگاہ سے پوزیشن کا جائزہ لیا تو آپ کے سامنے ایک عام انسان کی طرح، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ سوال ابھرا اور وہ یہ کہ کیا چار سو بیس سواروں کے امکان میں یہ بات ہے کہ وہ کئی ہزار لوگوں پر غالب ہو جائیں جو قلعوں اور فصیلوں کی پناہ لیے ہوئے ہیں اور حضرت خالد —— محض فوجی نقطۂ نگاہ سے —— اپنے سوال میں غلطی پر نہ تھے لیکن انہوں نے ایک گہرے ایمان دار مومن کی طرح یقین کر لیا کہ وہ عنقریب دومۃ میں مملکت کندہ کی افواج پر ان کے عددی تفوق کے باوجود جس سے یہ افواج حضرت خالد کے دستے سے ممتاز تھیں، فتح

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صـ ۱۰۲۵

[2] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صـ ۱۶۹ و مابعد

پائیں گے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جو خبر دی تھی کہ آپ عنقریب دومۃ الجندل کے بادشاہ کو پکڑ لیں گے اور اسے قیدی بنا کر لائیں گے اس کے متعلق پہ آپ کو یقین تھا۔

حضرت خالدؓ کا تبوک سے مارچ کرنا

سواروں کے اس دستے کی تیاریاں مکمل ہونے کے بعد جس کے متعلق فیصلہ ہو چکا تھا کہ حضرت خالد دومۃ الجندل تک اسے لے جائیں گے آپ نے اس کے ساتھ مارچ کیا کیونکہ یہ مشن آپ کے سپرد کیا گیا تھا اور حضرت خالد مسلسل منظم طور پر مارچ کرتے رہے حتیٰ کہ آپ دومۃ الجندل کے اس قلعہ کے نزدیک ایک جگہ پہنچ گئے جہاں ملک اکیدر اپنی بہت سی فوج کے ساتھ مقیم تھا۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک سے حضرت خالد بن ولید کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل میں اکیدر بن عبدالملک کی طرف بھیجا ——— اور اکیدر کندہ سے تھا جو ان کا بادشاہ بن گیا تھا اور وہ نصرانی تھا ——— حضرت خالد نے عرض کیا یا رسول اللہ! بلاد کلب کے وسط میں میرے لیے یہ کام کیسے ہوگا میں ایک معمولی سی فوج کے ساتھ ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو عنقریب اسے گائے کا شکار کرتا پائے گا اور اسے پکڑ لے گا۔ واقدی کا بیان ہے کہ حضرت خالد روانہ ہو گئے حتیٰ کہ موسم گرما کی ایک چاندنی رات میں اس کے قلعے سے اس مقام پر پہنچ گئے جو آنکھ سے نظر آ جاتا تھا، وہ اپنی چھت پر تھا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی الرباب بنت انیف بھی موجود تھی جو کندہ سے تھی اور وہ گرمی کے باعث قلعے کی چھت پر چڑھا اور اس کی گانے والی اسے گیت سنا رہی تھی پھر اس نے شراب منگوا کر پی اور ایک جنگلی گائے نے آ کر اپنے سینگوں سے قلعے کے دروازے کو مارنے لگی، اس کی بیوی نے آ کر قلعہ سے جھانکا تو اس نے گائے کو دیکھا اور وہ کہنے لگی، میں نے رات کی

مانند گوشت نہیں دیکھا؟ کیا تو نے کبھی اس کی مانند دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، بیوی کہنے لگی: اسے کون چھوڑتا ہے؟ اس نے کہا کوئی نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اکیدر کبھی نہ نکلا اس رات کے سوا، میں نے کسی رات کو گائے کو اپنے پاس آتے نہیں دیکھا اور جب میں اسے پکڑنے کا ارادہ کرتا تھا تو اس کے لیے ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصے تک گھوڑوں کو تیار کرتا تھا پھر میں جوانوں کے ساتھ اور حسب رواج ساتھ سوار ہوتا تھا ۔۔۔ پس وہ اترا اور اس کے حکم کے مطابق گھوڑے پر زین ڈالا گیا اور اس کے حکم کے مطابق گھوڑوں پر زینیں ڈالے گئے اور اس کے اہل بیت کی ایک جماعت اس کے ساتھ سوار ہوئی اور اس کے ساتھ اس کا بھائی حسان اور اس کے دو غلام بھی تھے پس وہ اپنے قلعے سے اپنے نیزوں کے ساتھ نکلے۔

اور حضرت خالد کو معلوم تھا کہ ملک اکیدر اور اس کے قوم دومۃ الجندل کے قلعے میں قلعہ بند ہیں اور وہ ایک مضبوط قلعہ ہے جس کی بلند فصیلیں اور بڑے بڑے برج اور نہایت مضبوط لکڑی کا ایک دروازہ ہے، اس لیے اس میں کچھ دیر آلاتِ حصار شکن مثلاً منجنیق اور سرنگ، باری کرنے والے اور آگ برسانے والے آلات کی ضربوں کے بعد ہی داخل ہونا ممکن ہے جن سے افواج فصیلوں میں سوراخ کر کے ان پر چڑھنے اور داخل ہونے کے لیے کام لیتی ہیں تاکہ وہ اندر چلے جائیں۔

قلعہ کیسے سر ہوا؟ حضرت خالد کے پاس ان آلات میں سے کوئی چیز نہ تھی جو دومۃ الجندل جیسے قلعہ میں داخل ہونے کے لیے ضروری تھیں۔ آپ سواروں کی ایک قلیل اور چھوٹی سی فوج کے ساتھ آئے تھے جن کے لیے کسی صورت میں بھی بزور قوت قلعہ میں داخل ہو کر اسے فتح کرنا ممکن نہ تھا اور بعد میں ہم نے دیکھا کہ کس طرح سے دوسری بار فتح کرنے کے لیے ۱۲ھ میں دو فوجوں نے حضرت خالد بن ولید اور عیاض بن غنم الفہری کی کمان میں شرکت کیا اور عیاض نے ایک سال تک اس کا محاصرہ کیے رکھا، وہ حضرت خالد کی مدد سے ہی اسے فتح کر سکا۔

اس لیے جب حضرت خالدؓ اپنے جوانوں کے ساتھ قلعہ کے پاس آ گئے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ اپنے سواروں کے ساتھ کسی پوشیدہ جگہ پر چھپ جائیں کہ کسی دشمن کو آپ کی موجودگی کا علم نہ ہو اور پھر کا مناسب موقع کے انتظار میں ہو جس سے آپ اپنے مشن کو پورا کرنے کی قوت حاصل کر لیں جو فتح دومۃ الجندل کی صورت میں متشکل تھا حتیٰ کہ وہ سدھائے ہوئے گھوڑے بھی اپنے مسلمان مالکوں کے اشارے سے ہنہنانے سے رک گئے جن کی کمان حضرت خالدؓ کر رہے تھے اور یہ کام اس لیے کیا گیا کہ دشمن ان کی آواز سن کر چوکس نہ ہو جائیں۔

اور حضرت خالدؓ اپنی گھاتی فوج میں کامیاب ہوئے جس نے کسی قابل ذکر جنگ کے بغیر آپ کو دومۃ الجندل پر تسلط حاصل کرنے کی قوت دی اور اللہ کی مدد سے یہ ہوا کہ ملک اکیدر اور اس کے خاندان کے بعض افراد رات کو باہر نکلے اور جنگلی گائے کے تعاقب کے لیے۔ اس کا بھائی امیر حسان بھی اس کے ساتھ تھا اور انہیں حضرت خالدؓ اور آپ کے سواروں کی جگہ کا علم نہ تھا اور جب وہ قلعہ سے دور ہو گئے ——— اور حضرت خالدؓ ان کی تاک میں تھے ——— تو آپ نے اپنے سواروں کو حکم دیا اور انہوں نے ملک اکیدر اور اس کے ساتھیوں کا گھیراؤ کر لیا اور اس نے مقاومت ترک کی کیونکہ اس کے پاس تھوڑے سے آدمی تھے لیکن ایک بھائی امیر حسان نے اطاعت اختیار کرنے سے انکار کر دیا اور جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گیا اور دونوں غلام بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اور قلعہ کی طرف بھاگ آ گئے تاکہ اس میں فوج کے جو افسر موجود ہیں انہیں وہ واقعہ بتائیں جو ان کے بادشاہ کے ساتھ ہوا ہے اور جو حضرت خالد بن ولید کی قید میں ہے پس قلعہ بند لوگ چوکس ہو گئے اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔

لیکن اس کے بعد بادشاہ اکیدر نے انہیں ہتھیار ڈالنے اور مسلمانوں کے لیے قلعے کے دروازے کھول دینے کا حکم دے دیا اور یہ اس معاہدے کے مطابق ہوا جو اس کے اور حضرت خالد بن ولید کے مابین ہوا تھا اور یہ بات یقینی

ہے کہ حضرت خالد نے ملک اکیدر کو پیشکش کی کہ وہ اپنے خون کو بچا لے اور جو لوگ قلعہ میں قلعہ بند ہیں انہیں ہتھیار ڈالنے اور مسلمانوں کے لیے اس کے دروازے کھول دینے کا حکم دے اس نے یہ بات قبول کر لی اور مسلمان اس میں داخل ہو کر اس پر قابض ہو گئے اور اس میں جو اموال اور غلام تھے ان پر بھی قبضہ کر لیا اور انھوں نے اکیدر کے تمام سپاہیوں کو جان کی امان دے دی۔

اصحاب مغازی نے ملک اکیدر کے حضرت خالد بن ولید کے قبضہ میں آنے اور جنگ کے بغیر قلعہ دومۃ الجندل کے فتح ہونے کے متعلق بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ —— جب ملک اکیدر اور اس کے خواص قلعہ سے روانہ ہوئے تو حضرت خالد کے سوار ان کے انتظار میں تھے ان کے گھوڑے نہ ہنہناتے تھے اور نہ حرکت کرتے تھے اور اس کی روانگی کے وقت ہی سواروں نے اسے پکڑ لیا پس اکیدر قیدی ہو گیا اور حسان نے انکار کیا اور جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گیا اور دونوں غلام اور اس کے ساتھ جو اہل بیت تھے وہ بھاگ گئے اور قلعہ میں داخل ہو گئے اور حسان سونے کے بٹنوں والی قبا زیب تن کیے ہوئے تھا حضرت خالدؓ نے اسے اس سے چھین لیا اور اسے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھجوا دیا اور اس نے جا کر انہیں بتایا کہ انھوں نے اکیدر کو پکڑ لیا ہے۔

اور تاریخی مصادر اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منطقہ تبوک کو چھوڑ دینے کے بعد مدینہ کی طرف واپسی کے دوران حضرت خالد نے دومۃ الجندل کو فتح کرنے کی عزت پائی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت خالدؓ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ اکیدر بھی تھا۔[۱]

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۲۵ اس طرح بیہقی بیان کرتے ہیں جیسا کہ البدایہ والنہایہ میں ہے کہ حضرت خالد نے مدینہ سے نہ کہ تبوک سے دومۃ الجندل کی فتح کے لیے مارچ کیا البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۱۷ واللہ اعلم

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سالار حضرت خالد کو حکم دیا ۔۔۔۔ آپ انہیں ان سواروں کے دستے کا سالار مقرر کر رہے ہیں جو دومۃ الجندل کی فتح کا مکلف ہے۔ کہ جب وہ ملک اکیدر کو پکڑ لیں تو اسے قتل نہ کریں۔

اور بعض اصحاب مغازی نے دومۃ الجندل کی فتح کے متعلق مزید تفاصیل دی ہیں جو ہر ایک نے اپنے علم کے مطابق بیان کیا ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید سے کہا ۔۔۔۔ اگر آپ اکیدر پر غالب آجائیں تو اسے قتل نہ کرنا بلکہ اسے میرے پاس لے آنا اور اگر وہ انکار کرے تو اسے قتل کر دینا سو انہوں نے ان کی بات مان لی اور طی کے بجیر بن بجرہ نے کچھ اشعار کہے ہیں جن میں اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو بیان کیا ہے جو آپ نے حضرت خالد سے کہا تھا کہ آپ اسے گائے کا شکار کرتا پائیں گے، اور اس شب گائے نے قلعہ کے دروازے سے جو کچھ کیا وہ بھی بیان کیا ہے ۔

گائیوں کو ہانکنے والا بابرکت ہے میں نے اللہ کو ہر ہدایت کرنے والے
کی راہنمائی کرتے دیکھا ہے اور کون تبوک والے سے الگ ہونے
والا ہے ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے ۔

اور حضرت خالد بن ولید نے اکیدر سے کہا ۔۔ کیا تو ایسا کر سکتا ہے کہ میں تجھے قتل سے بچا لوں اور تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس شرط پر لے جاؤں کہ تو میرے لیے دومۃ کو کھول دے؟ اس نے جواب دیا ہاں، یہ بات آپ کے لیے بھلی ہے اور جب حضرت خالد نے اکیدر سے مصالحت کی تو اکیدر زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، حضرت خالد اسے لے گئے حتیٰ کہ اسے قلعے کے دروازے کے قریب کر دیا اور اکیدر نے اپنے اہل کو آواز دی ۔۔۔ قلعے کے دروازے کو کھول دو، انہوں نے دیکھا کہ اکیدر کے بھائی مصاد نے ان کی بات نہ مانی تو اکیدر نے حضرت خالد سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ قسم بخدا

جب تک یہ لوگ مجھے رسیوں میں جکڑا دیکھیں گے میرے لیے دروازہ نہ کھولیں گے مجھے چھوڑ دو آپ کے لیے اللہ میرا ضامن ہے اور رہا غداری کی بات یہ ہے کہ اگر آپ نے اس کے باشندوں سمیت مجھ سے مصالحت کی تو میں آپ کے لیے قلعہ کو کھول دوں گا، حضرت خالدؓ نے کہا میں آپ سے مصالحت کرتا ہوں، اکیدر نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو پنچ مان لیتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو مجھے پنچ مان لیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا تو جو دے گا ہم اسے تجھ سے قبول کر لیں گے پس آپ نے اس سے دو ہزار اونٹوں، آٹھ سو گھوڑوں، چار سو زرہوں اور چار سو نیزوں پر اس شرط سے صلح کی کہ آپ اسے اور اس کے بھائی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائیں گے اور آپ ان دونوں کے متعلق اپنا فیصلہ کریں گے۔

پس جب حضرت خالدؓ نے اس بات پر اس سے صلح کر لی تو اس نے قلعے کو کھول دیا اور حضرت خالدؓ نے اس میں داخل ہو کر اکیدر کے بھائی مصاد کو پکڑ لیا اور جن اونٹوں، غلاموں اور ہتھیاروں پر مصالحت ہوئی تھی وہ بھی لے لیے پھر آپ مدینہ واپس جانے کے لیے نکلے اور اکیدر اور مصاد بھی آپ کے ساتھ تھے اور جب اکیدر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو آپ نے جزیہ[1] پر اس سے صلح کی اور اس کا اور اس کے بھائی کا خون بچا لیا اور دونوں کو چھوڑ دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں تحریر لکھی جس میں ان کی امان اور صلح کا بیان تھا اور اس روز آپ نے اپنے ناخن سے اس پر مہر لگائی۔ اور حضرت انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ

---

[1] بعض نے بیان کیا ہے ـــــ جو اقرب الی الصواب ہے ـــــ کہ اکیدر کے بھائی مصاد پر جزیہ مقرر کیا گیا کیونکہ اکیدر مسلمان ہو گیا تھا پھر خلافت صدیقی میں اس نے ارتداد اختیار کیا۔ واللہ اعلم۔

جب اکیدر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے اس کی قباء کو دیکھا لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر حیران ہو رہے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہت اچھے ہیں اور بعض نے بیان کیا ہے کہ لوگ، اکیدر کے بھائی حسان کی قباء کو چھوتے تھے نہ اکیدر کی قباء کو۔

کیا اکیدر مسلمان ہوا

اور بعض مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ ملک اکیدر مسلمان ہو گیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مسلمان ہونے کے بعد اس کے لیے ایک خط لکھا جس کا متن یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اکیدر کے لیے ہے، جب اس نے دومۃ الجندل اور اس کے اطراف میں خالد بن ولید سیف اللہ کے ذریعہ اسلام قبول کیا اور شریکوں اور بتوں سے علیحدگی اختیار کی ہمارے لیے تھوڑے پانی والے بیرونی علاقے، اور بے کھیتی علاقے اور نامعلوم حدود والا علاقہ اور بے آب و گیاہ علاقے، زرہیں، ہتھیار، گھوڑے اور قلعے ہوں گے اور تمہارے لیے کھجوروں کے پودے، اور خمس کے بعد بیرونی پانی ہوگا اور تمہارے چرنے والے جانور برابر نہ ہوں گے اور نہ تمہاری بکریاں چالیس سے زیادہ ہوں گی اور پودے تم پر ممنوع نہ ہوں گے اور تم سے اس متاع کا عشر نہیں لیا جائے گا جس پر زکوٰۃ نہیں ہے، تم وقت پر نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ کے حق دار کو زکوٰۃ دینا تم پر اس عہد و میثاق کی پابندی اور اس سے صدق و وفا اختیار کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ اور مسلمان حاضرین گواہ ہیں۔

اور اکیدر کے مسلمان ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اہل الفتوح اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خالد بن ولید کے عہد میں اکیدر کے ارتداد کرنے اور زکوٰۃ روکنے کے بعد

زبردست فوج کے ساتھ عراق سے دومۃ الجندل آئے اور اس نے ان اسلامی فوج کی مقاومت کی جن کی کمان حضرت عیاض بن غنم کر رہے تھے پس حضرت خالد اور حضرت عیاض نے دومۃ الجندل کو فتح کیا اور اکیدر، مرتد، غدار اور متمرد کی طرح قتل ہوا اور یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ حضرت فاروق نے اکیدر کو دومۃ الجندل سے جلاوطن کر دیا یہ بات درست نہیں اور جس شخص نے اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام پر ثابت قدم رہا وہ ملک اکیدر کا بھائی حریث تھا پس مسلمانوں نے جو اس کے پاس تھا اس کے پاس رہنے دیا اور یہ حریث وہی ہے جس نے اپنی بیٹی کا نکاح یزید بن معاویہ سے کیا ہے۔

اور دومۃ الجندل کے شاہی گھرانے سے جو شخص اپنی نصرانیت پر قائم رہا وہ ملک اکیدر کا بھائی مضاد ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دی اور اس کے لیے دستاویز لکھی جس میں حمایت اور امان کے متعلق اس پر جزیہ عائد کیا اور یہ وہی دستاویز ہے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ناخن سے مہر لگائی تھی جب کہ آپ کے ہاتھ میں انگوٹھی نہ تھی۔

اور حضرت بلال بن الحارث مزنی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اکیدر اور اس کے بھائی کو قید کر لیا اور دونوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور غنیمت کی تقسیم سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص حصہ الگ کر دیا گیا پھر آپ نے غنائم کا خمس لگایا اور خمس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا۔[1] حضرت عبداللہ بن عمر مزنی بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت خالد بن

---

[1] خمس اور صفی (مخصوص حصہ) وہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوتا ہے اور آپ اسے ہمیشہ مسلمانوں کی عام ضروریات کے لیے خرچ کرتے تھے اور خود اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے جیسا کہ دشمنانِ اسلام سوچتے ہیں۔

ولید کے ساتھ ہم مزینہ کے چالیس جوان تھے اور ہمارا حصہ پانچوں اونٹوں کا خمس یعنی ایک اُونٹ تھا اور سب جوان مسلح تھے ہمیں زرہیں اور نیزے تقسیم کیے جاتے تھے، بیان کیا گیا ہے کہ جب اکیدر، حضرت خالد بن ولید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو سونے کی صلیب پہنے ہوئے تھا اور اس پہ دیباج قبا پایا تھی ۔

اور یونس بن بکیر سے بیان کیا گیا ہے کہ غزوہ دومۃ الجندل میں مہاجرین کے سالار حضرت ابوبکر صدیق تھے اور اعراب کے سالار حضرت خالد بن ولید تھے واللہ اعلم ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب سے حدود شام کو پار کرنے کے بارے میں مشورہ

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے کے بعد حدود پہ رومی افواج کا کوئی نام و نشان نہ پایا، جیسا کہ آپ کو اطلاع ملی تھی، آپ نے اپنی فوج کے کمانڈروں اور مشیروں کو جمع کیا اور ان کے سامنے پوزیشن کی وضاحت کی اور ان سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ کیا آپ اپنی فوج کے ساتھ حدود شام کو پار کر جائیں یا فوج کے ساتھ مدینہ واپس چلے جائیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فوج کے ساتھ تبوک کی طرف پیشقدمی کی تھی کیونکہ آپ کو اطلاع ملی تھی کہ ——

---

[1] دیکھیے جوامع السیرۃ ص۲۵۳، البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص۱۰-۱۱، زاد المعاد جلد ۳ ص[illegible]، سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص[illegible]، مغازی الواقدی جلد ۳ ص[illegible]، معجم یاقوت جلد ۲ ص[illegible]، فتوح البلدان ص۷۳، تاریخ طبری جلد ۳ ص[illegible]، امتاع الاسماع ص[illegible]، تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص[illegible]، التنبیہ والاشراف ص۲۴۶ ۔

—— رومی شہنشاہیت نے جزیرۂ عرب پر قاتلانہ شب خون مارنے کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میٹنگ بلائی تھی اس میں حضرت عمر بن الخطاب سے گفتگو کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تجویز پیش کی کہ آپ حدود شام کو عبور کیے بغیر فوج کے ساتھ مدینہ واپس چلے جائیں اور حضرت عمرؓ نے اپنی اس تجویز کو اس بات سے قوت دی کہ فوج کے مقاصد پورے ہو گئے ہیں۔ وجہ یہ کہ اس دشمن کو خوفزدہ کرنا ہے جس کی کسی وقت فوج سے مسلمانوں کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کی باوجودیکہ شام میں دشمن کے پاس رومیوں اور ان کے عرب عیسائی حلیفوں کی اس قدر فوج ہے جو ڈھائی لاکھ سپاہی سے کم نہیں جبکہ مسلمان تبوک میں اپنے نبی کی کمان میں فقط تیس ہزار جانباز تھے۔

اصحاب مغازی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشقدمی کے بارے میں مشورہ لیا تو حضرت عمر بن الخطاب نے عرض کیا اگر آپ کو روانگی کا حکم دیا گیا ہے تو چلیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر مجھے اس کا حکم دیا جاتا تو میں تم سے مشورہ نہ لیتا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! شام میں رومیوں کی بہت افواج ہیں اور وہاں کوئی مسلمان نہیں ہے اور آپ ان کے نزدیک آگئے ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے اور آپ کے نزدیک آنے نے انہیں خوفزدہ کر دیا ہے پس اگر آپ اس سال واپس چلے جائیں حتیٰ کہ آپ دیکھیں (کیا ہوتا ہے) یا اللہ اس بارے میں آپ کے لیے کوئی بات پیدا کر دے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن الخطاب کے مشورے کو اختیار کر لیا اور اپنی فوج کے ساتھ حدود شام کو پار کیے بغیر مدینہ واپس آگئے۔[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۹

منافقین کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی کوشش

اور یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ اسلامی قوتوں کے بڑھ جانے اور —— غزوۂ تبوک میں کامیاب ہونے اور شمال میں دومۃ الجندل میں کندیوں کی حکومت کے تحلیل کرنے کے بعد جزیرہ عرب رومی شہنشاہیت کو چیلنج کرنے لگا اور اسے خوفزدہ کرنے لگا اور اسے سکون اختیار کرنے پر مجبور کرنے لگا حالانکہ اس سے قبل وہ جزیرہ سے جنگ کے بارے میں غور و فکر کر رہی تھی —— ان تمام فتوحات کے بعد جنہوں نے اسلام کو اس لفظ کے تمام معانی کے ساتھ جزیرہ عرب میں اور شام کے بعض حصوں جیسے اذرح اور ایلات میں مطلق اقتدار کا مالک بنا دیا۔ ان سب فتوحات کے بعد باطنیوں کے نقشہ کافر منافقین کی سرگرمیاں کھلم کھلا اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بڑھنے لگیں اور شاید اس کا باعث وہ حسد تھا جس نے ان کی سرا پیدا کو کھو دیا۔

یہ منافقین اپنے منصوبوں کو بڑھانے لگے اور تبوک کی طرف جانے کے دوران اور وہاں سے واپسی کے بعد جنیح کرنے اور مضطرب کرنے کی صورت میں حرکتیں کرنے لگے اور ایسے انداز میں کہ اس سے قبل ان کی تخریبی سرگرمیوں میں اس کی نظیر موجود نہ تھی۔

اور غزوہ تبوک میں ان منافقین نے ایسی سازشیں کیں اور وہ زہریلے بچھو کی مانند اضطراب انگیز اور ہر راستے پر تخریبی کام کرنے لگے کہ شاید وہ اس سے اسلام کی سرچشمہ وحدت کو گزند پہنچا سکیں اور شاید وہ امت کے ٹکڑے کر دیں اس امت اسلامیہ کی جڑ تک پہنچا دیں جسے اسلام نے قائم کیا تھا اور جس کی نظیر جزیرہ عرب نے اپنی تاریخ میں نہیں دیکھی تھی۔

مگر ان باطنیوں کی تمام کوششیں ناکام مومنین اور ایمان کی اس چٹان پر ریزہ ریزہ ہو گئیں جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکاروں کا ہر فرد متصف تھا

اور باوجودیکہ سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے معاملے کا انکشاف ہو گیا تھا اور آپ انہیں سخت سزائیں دینے پر قادر تھے آپ نے ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی بلکہ انہیں توبہ کے لیے چھوڑ دیا تاکہ وہ خود اپنا محاسبہ کرے اور عملاً اس نے ان کا سخت ترین محاسبہ کیا اور قوم کی نظروں سے انہیں ذلت، رسوائی اور حقارت کی سزا دی گئی حتیٰ کہ وہ اپنے قبیلوں سے منفصل ہو گئے اور ان کی ناپسندیدگی کے باوجود اسلام سربلند ہوا حتیٰ کہ اس کا سایہ پھیل گیا اور مشرق و مغرب کے درمیان چھا گیا ۔

اور ہم نے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے غزوۂ تبوک کے آغاز میں لکھا ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے فریب کارانہ اور خبیثانہ اسلوب کے ساتھ یہ کوشش کی کہ وہ اسلامی فوج کو نصف نصف کر دے اور مدینہ چھوڑنے سے قبل ان کی ٹولیاں کرے۔ مزید انتشار اور اضطراب پیدا کرے پس یہ منافق اپنے مددگاروں کی ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ نکل کھڑا ہوا جو مسلمان اور باطن کافر تھے۔ وہ انہیں لے کر چلا گیا حالانکہ وہ تبوک کی طرف پیش قدمی کرنے والی نبوی فوج کا حصہ تھے لیکن جونہی یہ منافق اپنی فوج کے ساتھ مدینہ کے چند مقامات پر پہنچا تو واپسی پر ان سے الگ ہو گیا۔ اور اس کا مقصد جیش نبوی کی بعض ٹولیوں کو منتشر کرنا اور ان کی جمعیت [illegible] پہ چلانا تھا تاکہ جیش نبوی کی وحدت میں دراڑ پڑ جائے ۔

اور ابن ابی نے اپنے اس خبیث کام پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس نے دو باتیں کیں جو لوگوں کو چھوڑ جانے کے لیے بڑی خبر اٹھانے اور عزائم کے کمزور کرنے کے کام منافق کی حالت تھی۔ اس نے اعلان کیا کہ اس کو اپنے اصحاب کے ساتھ واپس جانا اور جیش نبوی سے الگ ہونا اس وجہ سے ہے کہ اس کے خیال میں وہ اپنے اصحاب سمیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکہ میں جانا ہی نہیں چاہتا تھا اس نے اس کے متعلق پہلے کہا یہ ایک نقصان دہ بات ہے کیونکہ اس

خیال میں مسلمان رومی شہنشاہیت کا مقابلہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، عبداللہ بن ابی نے کہا ـــــ اور وہ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ واپس آ رہا تھا ـــ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رومیوں کے ساتھ جنگ کرنا کھیل خیال کرتے ہیں۔ گویا میں آپ کے اصحاب کو کل رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھ رہا ہوں[1] ـــــ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منافق کی بات کی اور اس کے کردار کی اطلاع ملی تو آپ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی بلکہ تبوک کی طرف مسلسل مارچ جاری رکھا حتیٰ کہ فوج نے اپنے سب مقاصد کو پورا کر لیا۔

باوجودیکہ منافقین کا لیڈر عبداللہ بن ابی اپنے اکثر اصحاب کے ساتھ ان کے غزوہ تبوک میں شرکت کے بغیر مدینہ واپس آ گیا مگر ان منافقین کی ایک پارٹی جیش نبوی میں شامل رہی اور اس نے تبوک کی طرف فوج کے مارچ کے دوران کوشش کی کہ وہ اس عظیم فوج کی پارٹیوں کے درمیان کمزوری پیدا کرے اور تفرقہ و تشکیک پیدا کرنے کا سبب بنے۔ مگر اسے بڑی طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اور فوج کی وحدت قائم رہی حتیٰ کہ وہ تبوک پہنچ گئی اور اس عظیم فوج نے اپنے مقاصد کو پورا کیا اور فاتح اور سربلند ہو کر مدینہ واپس آ گئی اور اس نے رومیوں کو خوفزدہ کر دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور جزیرہ عرب کی شمالی پٹی میں تمام اسلام دشمن پاکٹوں کا فوجی لحاظ سے صفایا کر دیا۔

اور تبوک سے واپسی پر باطنی منافقین نے جو جیش نبوی میں گھسے ہوئے تھے، ان ریشہ دوانیوں کی تاریخ کی سب سے بڑی حماقت کی جنہیں وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف ہوا دیا کرتے تھے، انہوں نے اس وقت تاریخ کے سب سے بڑے جرم کا ارتکاب کیا اور وہ یہ تھا: فریب کاری اور خفیانہ طریق کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش تھی اس طریق کو بزدل

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۹۵ ، ۹۹۶

منافقین کی مضبوط گھتی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے فریب کاری اختیار کرنے والے منافقین نے ایک جنگی منصوبہ بنایا اور ان منافقین نے قتل کا منصوبہ اس اساس پر بنایا کہ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو یوں معلوم ہو کہ گویا وہ قضا و قدر کا فیصلہ تھا اس لیے کہ ان منافقین نے طے کیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے حادثے کے نظائر ہوں اور آپ سے پہلے بہت سے افراد کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے۔

اور منافقین نے (قتل کا منصوبہ بناتے وقت) یہ فیصلہ کیا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلوار، نیزے یا تیر سے قتل نہ کریں (انھوں نے اسے مزید پوشیدہ رکھنے کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کا قتل اس ناقے کے بدکنے سے ہو جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور وہ گہری وادی میں اس کے گرنے سے ہو اور وہ اس طرح کہ جب وہ ناقہ آپ کو وادی میں گرائے تو وہاں آپ کی سلامتی کی کوئی امید نہ ہو اور نہ کسی پر آپ کے قتل کا الزام لگانے کی گنجائش ہو۔

قتل کے بارے میں منافقین کا منصوبہ کیسے ناکام ہوا

اگر ساری تدبیر اس راستے پر چلتی جس پر چلنا طے پا چکا تھا تو منافقین نے قتل کے لیے جو منصوبہ بنایا تھا وہ آسانی کے ساتھ کامیاب ہو جاتا اور وہ راستہ ایک گھاٹی ہے جو گہری تر وادی پر جھانکتی ہے۔

منافقین کو معلوم تھا کہ اس خطرناک گھاٹی میں ہزاروں گھڑ سوار اور اونٹ سوار عنقریب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد تنگی کریں گے اور سازش کی تنفیذ کے لیے جوانوں کے ایک چھوٹے سے گروپ کا اس ناقے کے گرد جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوں، اژدحام کرنا آسان امر ہے اور وہ رات کی تاریکی میں (جیسے اژدحام میں) کسی بھی ذریعے سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے آپ کو اپنی ناقہ کی پشت

سے وادی کی طرف گزر جانے کی فرصت پالیں گے۔ اور یوں معلوم ہوگا کہ یہ فعل بلا قصد کا نتیجہ تھا۔ یہ منافقین کی قائم کردہ دوسری شق تھی جو انھوں نے قتل کا منصوبہ بناتے وقت اختیار کی۔ مگر آخری لمحوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سازش کی اطلاع مل گئی اور جب آپ کو منافقین کی سازش کا تفصیلی علم ہوا تو آپ نے سازش کو ناکام بنانے کے لیے کام کیا۔ آپ نے سب فوج کو حکم دیا کہ وہ اپنی روانگی کی سمت کو تبدیل کر لے۔ وہ گھاٹی کی بجائے وادی میں چلے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ہی گھاٹی پر چلے۔ اور آپ کے ساتھ فقط آپ کے تین اصحاب تھے اور وہ حضرت عمار بن یاسر، حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی تھے[1]

یہاں معلوم ہوا کہ منافقین کی سازش آخر تک ناکام ہو گئی ہے اس لیے کہ ان منافقین سے جو عقب سے ٹولی نکالی گئی تھی وہ قتل کے منصوبے کی تکمیل کی سخت خواہش رکھتے تھے کیونکہ ان عناصر کا فوج سے الگ ہونا ان کے متعلق شک و شبہ پیدا کر دیتا تھا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں میں بنا دیتا تھا لیکن یہ منافقین مایوس نہ ہوئے اور اپنے منصوبے پر چلتے رہے اور انھوں نے رات کی اس تاریکی سے فائدہ اٹھایا جو عنقریب اس گھاٹی کے خطرناک مقام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گزرنے

---

[1] حمزہ بن عمرو بن حارث۔ آپ بنو اسلم سے تھے اور ابو صالح کنیت کرتے تھے۔ اور آپ رواۃ حدیث میں سے ہیں۔ اور آپ سے بہت سے ائمہ نے روایت کی ہے جن میں یحییٰ بن سعید، شعبہ اور دونوں حضرات شامل ہیں۔ آپ نے سنہ ۶۱ھ میں ۷۱ سال کی عمر میں وفات پائی اور بعض نے آپ کی عمر ۸۰ سال بیان کی ہے۔

کے موقع پر پیدا ہو جانے والی تھی جس کے متعلق انھوں نے طے کیا تھا کہ قتل کی کاروائی اس میں مکمل ہو، سو انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے ایک جدید منصوبہ بنایا اور اس جدید منصوبے کا خلاصہ درج ذیل ہے :

۱ - ان منافقین میں سے تیرہ آدمی اس مشن کے لیے مقرر ہوں۔

۲ - ان پر لازم ہو کہ وہ منصوبے پر تاریکی چھا جانے پر عمل کریں۔

۳ - ان پر لازم ہو کہ وہ منصوبے کا آغاز کرتے وقت ڈھاٹے باندھیں تاکہ انھیں کوئی پہچان نہ سکے۔

۴ - ان پر لازم ہے کہ وہ گھاٹی کی مقرر شدہ خطرناک جگہ پر اپنی گھات مقرر کریں۔

۵ - ان پر لازم ہو کہ قتل کے منصوبے کی تنفیذ کے لیے وہ کسی ہتھیار، نیزے، تلوار یا تیر کو استعمال نہ کریں۔

۶ - بلکہ ان پر لازم ہو کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گھاٹی کی مقرر شدہ جگہ سے گزریں تو وہ سب کے سب اپنی سواریوں کے ساتھ آپ کی ناقہ پر حملہ کریں اور اسے وادی کے کنارے کی طرف چلنے پر مجبور کر دیں پھر تاریکی شب میں اس کے کجاوے کا تنگ کاٹ دیں تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے وادی کی طرف گر پڑیں اور مر جائیں۔

اور اسی منصوبے کی اساس پر منافقین جدید خبیث سازش میں لگ گئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سازش کا آغاز کرتے ہی ظاہر کر دیا اور اسے اسی وقت ناکام کر دیا جب آپ نے حضرت حذیفہ بن الیمان کو ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا پس حضرت حذیفہ نے ان پر حملہ کیا اور چونکہ وہ ڈھاٹے باندھے تھے کہ انھیں کوئی شخص نہ پہچانے اس لیے وہ بھاگ گئے اور مسلسل بھاگتے ہی رہے حتی کہ وادی میں فوج کے لشکر اور سواروں وغیرہ میں داخل ہو گئے تاکہ

انھیں کوئی پہچان نہ لے[1]

واقدی نے اس ذلیل سازش کے بارے میں بیان کیا ہے کہ ——— جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں تھے تو کچھ منافقین نے آپ کے متعلق سازش کی اور مشورہ کیا کہ راستے میں گھاٹی سے آپ کو گرا دیں اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی پر پہنچے تو انھوں نے اس گھاٹی پر آپ کے ساتھ چلنا چاہا، سو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق آگاہ کر دیا گیا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا تم وادی کے نشیب میں چلو وہ تمہارے لیے زیادہ سہولت اور وسعت کا باعث ہے پس لوگ وادی کے نشیب میں چلے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی پر چلے اور آپ نے حضرت عمار بن یاسر کو حکم دیا کہ وہ آپ کی اونٹنی کی مہار آگے سے پکڑ کر اسے چلائیں اور حضرت حذیفہ بن الیمان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے پیچھے آئیں، اسی دوران میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے ہو کر حضرت حذیفہ کو انھیں ہٹانے کا حکم دیا حضرت حذیفہ ان کی طرف پہنچے اور انھوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کو دیکھ لیا پس حضرت حذیفہ ان کی سواریوں کے چہروں پر اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ضرب لگانے لگے اور منافقین نے خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی سازش کا پتہ چل گیا ہے تو وہ جلدی سے گھاٹی سے نیچے اتر گئے حتیٰ کہ لوگوں میں مل جل گئے اور حضرت حذیفہ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلنے لگے اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی سے باہر نکلے تو لوگ اتر پڑے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— اے حذیفہ! کیا تم نے جن سواروں کو ہٹایا ہے ان میں سے کسی کو پہچانا ہے؟ انھوں نے

---

[1] امتاع الاسماع ص ۴۷۷، ۴۷۸ ، زاد المعاد جلد ۳ ص ۱۷ ، البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۱۸ ، ۱۹ ، ۲۰

کہا یا رسول اللہ! میں نے فلاں فلاں کو پہچانا ہے اور وہ لوگ ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے مگر تاریک شب میں انہیں دیکھ نہیں سکا۔ [۱]

ان منصوبہ بازوں نے جب اپنے خبیث منصوبے کا آغاز کیا تو انہیں جزوی طور پر کامیابی ہوئی اور وہ لوگوں کا اونٹوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کو دھتکارنے کی قدرت پا گئے حتیٰ کہ وہ بدک گئی اور اس بدکنے کی وجہ سے آپ کے کجاوے کا کچھ سامان گر پڑا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رہے۔

اور ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں بیان کیا ہے کہ ابن وہب نے ابو الاسود سے بحوالہ عروہ بن زبیر روایت کی ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ کو واپس آئے تو منافقین کی ایک جماعت نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا نیز یہ کہ وہ آپ کو راستے میں گھاٹی کی چوٹی سے گرا دیں۔ آپ کو ان کے متعلق اطلاع دی گئی تو آپ نے لوگوں کو وادی میں چلنے کا حکم دیا اور خود گھاٹی پر چڑھ گئے اور اس پر چلنے لگے اور آپ کے ساتھ وہ لوگ بھی ڈھاٹے باندھے ہوئے موجود تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت حذیفہؓ بن الیمان کو حکم دیا کہ وہ دونوں آپ کے ساتھ ساتھ چلیں۔ حضرت عمارؓ ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہؓ آگے سے چلا رہے تھے اسی دوران میں کہ وہ چل رہے تھے اچانک انہوں نے لوگوں کی آواز سنی جو ان کے پاس آ گئے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے ہوئے اور حضرت حذیفہ نے آپ کے غصے کو دیکھا تو آپ ان کی طرف چلے اور آپ کے پاس ایک کھونٹی تھی آپ نے ان کی سواریوں کے چہروں کا اپنی کھونٹی سے استقبال کیا اور جب انہوں نے حضرت حذیفہ کو

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۲، ۱۰۴۳

دیکھی تو انھوں نے خیال کیا کہ جس امر عظیم کو وہ چھپائے ہوئے ہیں اس کی اطلاع آپ کو ہو گئی ہے تو وہ جلدی سے چل کر لوگوں میں مل جل گئے اور حضرت حذیفہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے پس آپ نے دونوں کو حکم دیا اور انھوں نے جلدی کی حتی کہ انھوں نے گھاٹی کو طے کر لیا اور ٹھہر گئے، آمدہ لوگوں کا انتظار کرنے لگے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ سے فرمایا، کیا آپ نے ان لوگوں کو پہچانا ہے؟ انھوں نے جواب دیا میں نے تاریکی شب میں ان کی سواریوں کو پہچانا ہے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں کو ان سواروں کا حال معلوم ہوا ہے؟ دونوں نے کہا نہیں، تو آپ نے ان دونوں کو اس بات کی خبر دی جس پر انھوں نے ایکا کیا تھا اور آپ نے دونوں کو ان کے نام بھی بتائے اور ان سے کہا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھنا، ان دونوں نے کہا یا رسول اللہ، کیا آپ ان کے قتل کا حکم نہیں دیں گے؟ آپ نے فرمایا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ لوگ باتیں کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو قتل کرتے ہیں۔

اور ابن اسحٰق نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے مگر اس نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت حذیفہ بن الیمان کو ان کے نام بتائے اور یہی زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم، اور اس کی شہادت حضرت ابوالدرداء کے اس قول سے ملتی ہے جو آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کے دوست حضرت علقمہ سے کہا، کیا تم میں ـــــ اے اہل کوفہ ـــــ پوشیدہ گفتگو والا اور تکیے والا نہیں ہے ـــــ یعنی حضرت ابن مسعود کیا تم میں وہ صاحب راز نہیں ہے جسے اس کا غیر نہیں جانتا ـــــ یعنی حضرت حذیفہ ـــــ کیا تم میں وہ شخص نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے شیطان سے بچایا ہے؟ ـــ یعنی حضرت عمار ـــ اور ہم سے امیر المومنین حضرت عمرؓ بن الخطاب سے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت حذیفہ سے فرمایا، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میں ان میں سے ہوں؟ آپ نے کہا نہیں! اور میں

آپ کے بعد کسی کو بھی خبر نہیں کروں گا ——— یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشا نہیں کروں گا ———

ابن کثیر نے بیان کیا ہے: میں کہتا ہوں وہ چودہ آدمی تھے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ وہ بارہ آدمی تھے اور ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان کو ان کے پاس بھیجا تو آپ نے ان کو جمع کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاملے کے بارے میں اور ان کے ارادے کے بارے میں انہیں آگاہ کیا۔ پھر ابن اسحٰق نے ان کے نام بیان کیے ہیں اور کہا ہے کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ وھموا بما لم ینالوا[1] یعنی اُسے حاصل نہ کر سکے۔

اور بیہقی نے محمد بن سلمہ کے طریق سے عن ابی اسحٰق عن الاعمش عن عمرو بن مرہ عن ابی البختری عن حذیفہ بن الیمان روایت کی ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کی مہار پکڑے آگے چلا رہا تھا اور حضرت عمار ناقہ کو پیچھے سے ہانک رہے تھے ——— یا میں پیچھے سے ہانک رہا تھا اور حضرت عمار مہار پکڑے آگے چل رہے تھے ——— حتیٰ کہ جب ہم گھاٹی پر تھے تو اچانک بارہ آدمیوں نے اس میں آپ کو روک لیا۔ راوی کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا تو آپ نے انہیں للکارا تو وہ پشت پھیر کر بھاگ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کیا تم نے ان لوگوں کو پہچانا ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ نہیں وہ ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے لیکن ہم نے سواریوں کو پہچان لیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ قیامت کے دن تک منافق رہیں گے اور کیا تمہیں معلوم ہے ان کا ارادہ کیا تھا؟ ہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ گھاٹی میں اللہ کے رسول کو تنگ کرنا چاہتے تھے اور آپ کو اس سے پھینکنا چاہتے تھے۔ ہم نے عرض

---

[1] توبہ - ۷۵

کیا: یا رسول اللہ کیا آپ ان کے قبائل کی طرف پیغام نہیں بھیجیں گے حتیٰ کہ ہر ایک اپنے آدمی کا سر آپ کے پاس بھیج دے؟ آپ نے فرمایا نہیں، میں پسند نہیں کرتا کہ عرب آپس میں باتیں کریں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم کا قاتل ہے حتیٰ کہ جب اللہ نے ان کے ذریعے اسے غالب کیا تو وہ انہیں قتل کرنے لگ پڑا۔ پھر آپ نے فرمایا اے اللہ انہیں دبیلہ سے مار۔ ہم نے عرض کیا: رسول اللہ دبیلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ آگ کا شعلہ ہے جو ان کے ایک شخص کے دل کی رگ پر پڑتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

اور صحیح مسلم میں شعبہ کے طریق سے عن قتادة عن ابی نضرة عن قیس بن عبادة روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار سے پوچھا کیا تم نے حضرت علیؓ کے بارے میں اپنی کارروائی کو دیکھا ہے، کیا یہ تمہاری رائے ہے یا کوئی ایسی بات ہے جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو وصیت کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کوئی ایسی وصیت نہیں کی جو سب لوگوں کو نہ کی ہو۔ لیکن حضرت حذیفہ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتایا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے اصحاب میں بارہ منافق ہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے، ان میں سے آٹھ کو دبیلہ کافی ہو گا جو آگ کا چراغ ہے وہ ان کے کندھوں کے درمیان نمایاں ہو گا حتیٰ کہ ان کے سینوں میں ظاہر ہو گا۔

حافظ بیہقی نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت حذیفہ سے روایت کی ہے کہ وہ چودہ ——— یا پندرہ آدمی تھے ——— اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان میں سے بارہ آدمی دنیاوی زندگی میں اور گواہوں کے کھڑا ہونے کے بعد اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں، اور تین کو آپ نے معذور قرار دیا۔ انہوں نے کہا ہم نے منادی کی آواز نہیں سنی تھی۔ ورنہ ہمیں اس کے مقصد کا علم ہوا۔

اور اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے آپ نے

بیان کیا ہے کہ یزید بن ہارون نے ہم سے بیان کیا کہ ولید بن عبداللہ بن جمیع نے بحوالہ
ابوالطفیل ہمیں بتایا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ
تبوک سے واپس آئے تو آپ نے منادی کو حکم دیا اور اس نے اعلان کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی کو اختیار کرنے والے ہیں اسے کوئی شخص اختیار نہ کرے
اور اسی دوران میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے حضرت حذیفہؓ اور پیچھے
حضرت عمارؓ چل رہے تھے کہ اچانک کچھ لوگ اونٹوں پر نقاب ڈالے آ گئے
اور انہوں نے حضرت عمارؓ کو آ لیا جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے
چل رہے تھے اور حضرت عمارؓ ان اونٹوں کے چہروں پر مار رہے تھے تو رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا بس بس، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وادی میں اتر گئے اور جب آپ اتر گئے اور حضرت عمارؓ واپس آ گئے
تو آپ نے فرمایا۔ اے عمار تو نے لوگوں کو پہچانا ہے؟ انہوں نے کہا
میں نے عام اونٹوں کو پہچان لیا ہے اور وہ لوگ ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے
آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ان کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا
رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا، ان کا ارادہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر غالب آ کر انہیں پھینک دیں۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمارؓ نے حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص کے ساتھ سرگوشی کی تو اس سے
پوچھا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ گھاٹی والے کتنے آدمی تھے؟
آپ نے بتایا چودہ آدمی تھے اس نے کہا اگر آپ بھی ان میں تھے تو وہ پندرہ تھے
آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں کو معذور قرار دیا ہے کہ
انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کو نہیں سنا اور
نہ ہمیں ان لوگوں کے ارادے کا علم تھا، حضرت عمارؓ نے کہا میں گواہی دیتا
ہوں کہ باقی بارہ آدمی دنیاوی زندگی اور گواہیوں کے کھڑے ہونے کے دن اللہ
اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں [1]

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۲۰-۱۹

منصوبہ بندی کرنے والوں کے قتل کا مطالبہ

یہ باطنی منصوبہ باز، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کے آغاز میں جزوی طور پر کامیاب ہو گئے تھے۔ انھوں نے تاریکی میں اپنے خاص طریقوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو مضطرب کرنے کی تدبیر پائی حتیٰ کہ وہ بدک گئی اور اس چڑکنے کی وجہ سے اونٹنی کی پشت پر سے آپؐ کے کجاوے کا کچھ سامان گر پڑا لیکن آپ خود نہ گرے کیونکہ ان غداروں کا معاملہ قبل اس کے کہ یہ اپنے خبیث مقصد کو پورا کریں، کھل گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے سازش کے بارے میں سرگوشی کی۔

واقدی نے بیان کیا ہے —— انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت اونٹنی کو جھٹکایا اور آپ کے کجاوے کا کچھ سامان گر پڑا اور حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی بیان کیا کرتے تھے کہ میری پانچوں انگلیاں میرے لیے روشن ہو گئیں اور انھوں نے روشنی کر دی حتیٰ کہ ہم جو سامان گر گیا تھا یعنی کوڑا، رسی وغیرہ اسے اکٹھا کرتے تھے حتیٰ کہ ہم نے سب سامان اکٹھا کر لیا اور وہ گھاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔[1]

اور اوس کے سردار حضرت اسید بن حضیر کو سازش کی اطلاع ملی تو انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اس طرح منصوبہ بازوں کے قتل کا حکم دیں کہ انصار کا ہر قبیلہ اس شخص کے قتل کی ذمہ داری لے جو ان میں سے اس سازش میں شریک تھا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درگزر کرنے کو ترجیح دی اور حضرت اسید بن حضیر کی تجویز پر عمل نہ کیا۔

اصحاب سیر کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تو حضرت اسید بن حضیر نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ گزشتہ شب آپ کو

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۳

وادی میں پہنچنے سے کس بات نے روکا وہ گھاٹی کی نسبت بہت آسان تھی؟ آپ نے فرمایا اے ابو یحییٰ! کیا تجھے معلوم ہے کہ گزشتہ شب منافقین نے کیا ارادہ کیا تھا اور انھوں نے کیا اہتمام کیا تھا؟ انھوں نے کہا ہم گھاٹی میں ان کا پیچھا کریں گے اور جب رات تاریک کر دے گی تو وہ میری اونٹنی کا تنگ کاٹ دیں گے اور اسے نوک دار چیز چبھوئیں گے کہ وہ تیز چلے حتیٰ کہ وہ مجھے میری اونٹنی سے گرا دیں گے۔ حضرت اسید نے کہا۔ یا رسول اللہ لوگ اکٹھے ہو چکے ہیں اور اتر چکے ہیں ہر قبیلے کو حکم دیجیے کہ وہ اس شخص کو قتل کر دیں۔ جس نے یہ ارادہ کیا تھا اور جو شخص ان کے قبیلے کا ہوگا اسے وہ خود قتل کریں گے اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ پسند کریں تو مجھے ان کے متعلق آگاہ کر دیں اور اس جگہ کو نہ چھوڑیں حتیٰ کہ میں ان کے سروں کو آپ کے پاس لے آؤں، خواہ وہ النبیت[1] میں ہوں، میں آپ کو ان سے کفایت کروں گا اور آپ خزرج کے سردار کو حکم دیں اور جو آدمی اس کی جانب میں ہوں گے وہ ان کے بارے میں آپ کو کفایت کرے گا۔ یا رسول اللہ ایسے لوگوں کو چھوڑا جائے گا؟ ہم کب تک ان سے مداہنت کریں گے حالانکہ آج وہ قلت اور ذلت میں ہیں اور اسلام نے اپنے قدم جما لیے ہیں پس ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسید سے فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ لوگ کہیں کہ جب اس کے اور مشرکین کے درمیان جنگ ختم ہو گئی ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اصحاب کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔ حضرت اسید نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ لوگ اصحاب نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ لا الٰہ الا اللہ

---

[1] النبیت، عمرو بن مالک بن اوس ہے۔ دیکھیے انساب الاشراف بلاذری جلد ۱ صفحہ ۲۸۲

کی شہادت کا انکار نہیں کرتے؟ حضرت اسید نے کہا: بے شک، لیکن ان کی کوئی شہادت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے ان کے قتل کرنے سے منع کر دیا ہے۔[1]

واقدی نے بیان کیا ہے کہ معمر بن راشد نے بحوالہ زہری مجھ سے بیان کیا کہ زہری نے بیان کیا ہے کہ   رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی سے اترے تو آپ کی طرف وحی ہوئی اور اونٹنی بیٹھی ہوئی تھی، پس آپ کی اونٹنی اپنی مہار کھینچتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی حتیٰ کہ حضرت حذیفہ بن الیمان آ گئے اور آپ نے اس کی مہار پکڑ لی اور اسے آگے سے کھینچنے لگے اور جب آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اسے بٹھا دیا پھر اس کے پاس بیٹھ گئے حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے پاس آئے اور پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا میں حذیفہ ہوں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آپ سے ایک راز دارانہ بات کرنے والا ہوں اس کا ذکر نہ کرنا، مجھے فلاں فلاں اور فلاں فلاں پر نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے   وہ چند منافقین ہیں۔ اور حضرت حذیفہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو نہ بتایا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو آپ خیال کرتے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا تو آپ حضرت حذیفہؓ کا ہاتھ پکڑتے اور اس کے جنازہ پر لے جاتے اور حضرت حذیفہ آپ کے ساتھ چل پڑتے تو حضرت عمرؓ ان کے ساتھ جنازہ پڑھتے اور اگر وہ ہاتھ کھینچ لیتے اور چلنے سے انکار کرتے تو آپ ان کے ساتھ واپس آ جاتے۔

اور واقدی نے بیان کیا ہے کہ ابن ابی سبرہ نے سلیمان بن سحیم سے بحوالہ نافع بن جبیر مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۲ : ۱۰۴۳

حضرت حذیفہ کے سوا کسی کو نہ بتایا اور وہ بارہ آدمی تھے — یعنی وہ منافقین ان میں کوئی قریشی نہ تھا۔ ہمارے نزدیک یہ ایک مختصر بات ہے۔[1]

مسجد ضرار کا واقعہ اور اس کا گرانا

منافقین کی پارٹی جب سے وہ مدینہ میں بنی تھی، امت اسلامیہ کے جسم میں سرطان کی گلٹی کی مانند تھی اس نے اپنے سازشانہ کھیلوں سے مسلمانوں کو دوبانمہ کر دیا اور اپنے گھناؤنے تصرفات سے جنہیں وہ پوشیدہ رکھتے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کر دیا اور اس پارٹی کے متعلق اسلام اور مسلمانوں کی مصیبت یہ تھی کہ وہ مسلمانوں میں شمار ہوتی تھی کیونکہ وہ بظاہر شہادتین اور فرض نماز کی ادائیگی کرتی تھی، اسلامی جنسیت کی حامل تھی اور منافقین جب سے وہ مشہور ہوئے تھے، اپنے تخریبی کاموں میں رازداری اور پوشیدگی کا طریق اختیار کرتے تھے اور بظاہر اسلام اور مسلمانوں سے اخلاص کا اظہار کرتے تھے اس بات کی وجہ سے پاکیزہ صحابہ کے درمیان سے انہیں الگ کرنا مشکل تھا سوائے شاذ کے، اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو سزا نہیں دی کیونکہ بظاہر وہ مسلمان تھے اور اپنے برے کاموں کو خفیہ طور پر کرتے تھے۔

استاد احمد نار نے اپنی کتاب "القتال فی الاسلام" میں ان کا حال بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ تھے جن کی نیتوں کا سہولت سے واضح ہونا ممکن نہ تھا کیونکہ ان کا ظاہر ان کے حسن نیت پر دلالت کرتا تھا اور ان کے باطن پر ان کے بعض اعمال دلالت کرتے تھے، جب وہ مومنین سے ملتے تو کہتے ہم ایمان لائے ہیں اور جب اپنے سرداروں سے علیحدگی میں ملتے تو

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ [illegible]

کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزا کرتے ہیں[1]) اور وہ سب بیٹھ رہنے والوں، پیچھے رہنے والوں، بڑی خبریں اڑانے والوں اور روکنے والوں کا حق پورا کرتے اور وہ مختلف رنگ کے تھے جن کی تمیز مشکل تھی ہاں وہ عام باتوں میں شریک ہوتے تھے ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ وہ موقع بے موقع کذب و خداع کے طور پر اپنے حسن نیت اور پاکیزہ جذبات کے اظہار پر ٹوٹے پڑتے تھے اور ہر امر کا مناقشہ کے بغیر سامنا کرنے میں موافقت کرتے تھے اور وہ کہاں کہیں پردہ عیب تلاش کرتے تھے اور موقع کو غنیمت جانتے تھے اور سازشیں اور منصوبے بناتے تھے اور جب انہیں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی تو وہ نرمی سے معذرت کر دیتے اور اگر وعدہ کرتے تو ٹال دیتے اور انہیں دعوت جہاد دی جاتی تو کہتے اگر ہم جنگ کرنا جانتے تو ضرور تمہاری پیروی کرتے ' وہ غلط باتوں اور بیکار ارادوں سے لے جاتے تھے اور نمازوں میں سستی سے کام لیتے اور بادل نخواستہ خرچ کرتے (اور جب انہیں کہا جاتا کہ زمین میں فساد نہ کرو تو وہ کہتے ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں[2])

اور وہ وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے سوا اولیاء دوست بناتے ہیں اور کہتے ہیں —— اگر مسلمانوں کو کوئی مصیبت پہنچے —— (اور اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جھوٹا وعدہ ہی کیا ہے[3]) اور جو خرچ کرتے ہیں اسے چٹی کہتے ہیں اور ان کے متعلق گردشوں کے منتظر ہیں اور تو انہیں دشمنوں کی طرف مائل دیکھے گا اور وہ خفیہ اور اعلانیہ ان کے ساتھ کام کرتے ہیں اور ان کے ہاں عزت کے خواہاں ہیں۔

اور ان کے نفاق کی نوعیت کے اختلاف کی وجہ سے ان کے خطرات بھی

---

[1] البقرہ - ۱۴

[2] البقرہ - ۱۱ [3] الاحزاب - ۱۲

مختلف ہیں اور ان کی سزا ایک ہی ہے ہاں جو کمزور ہو اور دشمن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو اس کی بات الگ ہے جیسے وہ لوگ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وآخرون مرجون لامر اللّٰہ اما یعذبھم واما یتوب علیھم[1]

(ترجمہ) اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جنہیں امرِ الٰہی کے لیے پیچھے رکھا گیا ہے خواہ وہ انہیں عذاب دے یا انہیں معاف کر دے۔

اور قرآن کریم میں ان کی پہچان کی بہت سی آیات ہیں اور ان کا علاج بھی ان کے نفاق کے درجے کے مطابق ہے ان میں سے بعض سے تو لڑنے والوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے اور بعض کو توبہ کا موقع دیا جاتا ہے۔

اور ان میں سے ایک قسم بہت مخفی ہے جو بہت خطرناک ہے اور اللہ تعالےٰ نے ان کے گھیراؤ کی ضمانت لی ہے جیسے کہ وہ فرماتا ہے:

ومن اھل المدینۃ ...... سنعذبھم مرتین[2]

(ترجمہ) اور اہل مدینہ سے کچھ لوگ نفاق پر جم گئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں عذاب دیں گے۔

اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ منافقین بڑی ذہانت سے ممتاز تھے لیکن ان کی اخلاقی کمزوری انہیں رذیل ہو، منافقت کی طرف لے جاتی تھی اور اگر جاہ و مال اور دنیاوی زندگی کے متاع کی محبت نہ ہوتی تو ان کی اور ہی شان ہوتی اور وہ مختلف ٹکڑیوں سے تھے بعض بُرائی کا حکم دیتے، نیکی سے روکتے اور اپنے ہاتھوں کو روکتے وہ۔ اللہ کو بھول گئے اور وہ انہیں بھول گیا بلاشبہ منافقین ہی فاسق ہیں۔

سازشوں کا اڈہ مسجد ضرار

منافقین ہمیشہ ہی ان خفیہ سوسائٹیوں کی مانند رہے ہیں جو بڑی پوشیدگی سے معاشرے کے خلاف کام کرتی ہیں اور یہ منافقین اسلام کے خلاف اپنی تخریبی سرگرمیوں کو مخفی

---

[1] توبہ ۔ ۷
[2] توبہ ۔ ۱۰۳

سے عجیب سے تھے تاکہ جب وہ اس کے خلاف کوئی ایسا کام کریں جو سزا کو واجب کرتا ہو تو وہ اسلامی قانون کے شکنجے تلے نہ آ جائیں اور وہ اپنی ان خواہشات کے پورا کرنے کے بہت آرزومند تھے جو اسلام کی تباہی کے لیے تھیں وہ اسلام اور اس کے نبی سے محبت کا اظہار کرتے تھے اور درپردہ وہ کام کرتے تھے جو سب کو نقصان پہنچانے والے تھے۔

اور اسلام کی طرف انتساب کے باعث وہ جس آزاد فضا سے شاد کام تھے وہ اس میں باہم جو چاہتے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف کوئی ایسا کام کریں جو سزا کو واجب کرتا ہو تو وہ اسلامی قانون کے شکنجے تلے نہ آ جائیں اور وہ اپنی ان خواہشات کے پورا کرنے کے بہت آرزومند تھے جو اسلام کی تباہی کے لیے تھیں وہ اسلام اور اس کے نبی سے محبت کا اظہار کرتے تھے اور درپردہ وہ کام کرتے تھے جو سب کو نقصان پہنچانے والے تھے۔

اور اسلام کی طرف انتساب کے باعث وہ جس آزاد فضا سے شاد کام تھے وہ اس میں باہم جو چاہتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف ہوتے لیکن جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان ہوتے تو تنگ پڑ جاتے کیونکہ وہ سازشوں کے جال تو بن سکتے اور اسلام کے خلاف جو کچھ کرنا چاہتے وہ کر سکتے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ الگ الگ ٹولیوں کی طرح رہتے۔ اور عہد نبوی میں ایک مسجد تھی اور یہی وہ جگہ ہے جہاں ان سب مسلمانوں پر جو مریض یا درماندہ نہ ہوں چوبیس گھنٹوں کے دوران پانچ بار جمع ہونا فرض ہے کیونکہ یہ اجتماع فرض نماز کی ادائیگی کے لیے ہوتا ہے۔ اور منافقین بھی مسلمانوں کے ساتھ ان اوقات میں مسجد میں جمع ہوا کرتے تھے کیونکہ وہ اسلامی سوسائٹی کا جزو تھے اور مسجد میں پانچ بار ان کا یہ اجتماع انہیں یہ موقع فراہم کرتا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے لیے باہم گفتگو کر لیں لیکن وہ خوفزدہ رہتے تھے کیونکہ مسلمان انہیں شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اس سے وہ

تنگی محسوس کرتے تھے اور آزادی سے کام نہیں کر سکتے تھے اور منافقین کی اس تنگی کی حقیقت کو ان کے لیڈر ابو عامر فاسق نے جو ان کے ہاں راہب کے نام سے موسوم تھا۔ بیان کیا ہے اس نے شک و شبہ کی نظروں کے متعلق جن سے مسلمان منافقین کو اس وقت دیکھتے تھے جب وہ نمازوں کے لیے ان کے ساتھ مسجد میں آتے تھے بیان کیا ہے۔

"میں تمہارے اس بارے میں داخل نہیں ہو سکتا ——— اور خبیث کی مراد مسجد ہے ——— کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب مجھے دیکھتے ہیں اور مجھے وہ عیب سمجھتے ہیں جو میں پسند نہیں کرتا۔"[1]

اسی لیے انہوں نے ——— قبا کی جانب اپنے لیڈر ابو عامر فاسق کے اشارے سے ——— یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنے لیے ایک اڈہ بنائیں جو ان کی میٹنگوں کا ہیڈ کوارٹر ہو اور وہ اس میں آزادی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کام کریں۔ اور فریب کاری و خباثت انہیں یہاں تک لے گئی کہ وہ اس سازش اور منصوبے کے مرکز کو مسجد کی صورت میں بنائیں۔ تاکہ اپنے آپ سے شبہ کو دور کر دیں اس لیے کہ کوئی شخص مسجد کی تعمیر پر معترض نہ ہوگا جسے خالصۃً اللہ کی عبادت کے لیے ہی بنایا جاتا ہے اور یہ نظریہ ابو عامر فاسق کی ایجاد تھا جو معرکۂ احد میں مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ شامل ہوا تھا اور اس نے اپنے شہید بیٹے غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر کو لات ماری تھی اور یہ حکمت الٰہی کا تقاضا ہے کہ اخیار، اشرار کی اصلاب سے نکلیں۔ ابلیس ابو عامر راہب تو فاسق و خبیث ترین منافقین میں سے تھا اور اس کا بیٹا حنظلہ اسلام کے بہترین اور پاک ترین جوانوں میں سے تھا۔

اور ابو عامر راہب کا خبیث نظریہ آج وجود میں لوٹ آیا کہ اس کی اولاد کے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۷

دشمنی کی جو مسلمانوں سے منافقین نے سب سے پہلے ایک مسجد تعمیر کی اور مدینہ کے نواح میں سے ایک عمارت کو منتخب کریں اور وہ قبا کی طرف تھی جو مدینہ سے تقریباً دو میل دور تھی اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس عمارت کو اس لیے منتخب کیا کہ اس میں سکون تھا اور یہ مدینہ سے دور تھی جو آپ کا مرکز تھا اور آپ کی مسجد سے بھی دور تھی۔

اور اس کا مقصد (قباء) میں اسلام کی پہلی مسجد تعمیر کی گئی اور یہ مسجد اس قبیلے میں شعائر اسلام کی اقامت کا مقام رہی اور وہ بنی عمرو بن عوف کا قبیلہ ہے جن کے لیے مسجد فخر کا باعث تھی۔

اور منافقین کی وہ مسجد جو اس علاقے میں تعمیر کی گئی جسے بعد میں مسجد ضرار کا نام دیا گیا اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف فتنہ و فساد پیدا کرنے اور سازشیں تیار کرنے کے لیے اڈے کے طور پر تعمیر کیا گیا اور منافقین سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے کہا ——— ہم مسجد تعمیر کریں گے اور اس میں فیصلہ کریں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے حاضر نہ ہوں گے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ ابو عامر فاسق نے اپنے خروج سے قبل مسجد ضرار کی تعمیر کا حکم دیا اور اپنے مددگاروں سے کہا ——— میرے لیے ایک مسجد بناؤ اور جس قدر قوت اور اسلحہ تیار کر سکتے ہو کرو، میں قیصر روم کے پاس جاؤں گا اور رومیوں کی فوج لے کر آؤں گا اور میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور آپ کے اصحاب کو مدینہ سے نکال دوں گا۔

اور بیان کیا گیا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر کا سبب یہ تھا کہ جب لوگ محمد کے تابع ہوئے تو ابو عامر فاسق نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم غلبہ اور بلندی حاصل کرتی جاتی ہے پس وہ رومیوں کے بادشاہ ہرقل کے پاس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مدد مانگنے گیا اس نے اس سے وعدہ کیا اور تجھے امیدیں دلائیں اور اس نے اس کے پاس اقامت اختیار کی اور اپنی منافق

اور متشکک قوم کو آرزوئیں دیتے ہوئے اور وعدے کرتے ہوئے لکھا کہ عنقریب وہ ایک فوج کے ساتھ آئے گا جس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرے گا اور اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کے لیے ایک قلعہ بنائیں اور اس میں اس کے پاس سے ان کے ہاں ایک شخص اس کے خطوط کو پہنچانے کے لیے آئے گا ، اور جب وہ آئے گا تو وہ قلعہ اس کے لیے گھات کی جگہ ہوگا پس انہوں نے مسجد قباء کے نزدیک مسجد کی تعمیر کرنی شروع کر دی اور انہوں نے اسے خوب مضبوط بنایا اور تبوک کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج کرنے سے قبل وہ اس کی تعمیر سے فارغ ہو گئے [1]

قریب تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد ضرار میں نماز پڑھتے

اور جب منافقین نے اپنی شریر نیتوں کے اختفاء پر اور جو کچھ وہ چھپائے ہوئے تھے اس کے خلاف اظہار کرنے پر قدرت پالی بایں طور کہ ان کے اس اڈے (مسجد ضرار) کی قانونی حیثیت ہو اور تاکہ انہیں اس کے لیے معنوی مدد حاصل ہو جائے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ——— اس مسجد کی تعمیر کے اختتام کے بعد ——— گزارش کی کہ آپ اس میں نماز ادا کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ اس میں نماز ادا کریں گے لیکن وہ تبوک سے اپنی واپسی کے بعد کریں گے اس لیے وہ آپ کے پاس آئے اور آپ سے اس میں نماز پڑھنے کی گزارش کی آپ اس وقت تبوک کی طرف جانے کی تیاری میں تھے اور قریب تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وعدہ کے مطابق جو آپ نے ان منافقین سے کیا تھا جن کو آپ جانتے نہیں تھے مسجد ضرار میں نماز پڑھتے مگر اس میں نماز پڑھنے کی بجائے اس کے گرانے کے متعلق قرآن نازل ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] النفاق والمنافقون صـ۲۹۳

نے اسے آگ سے جلا دیا اور اس کے نزدیک جو منافقین کے جو دو بڑے گھر تھے انہیں بھی جلا دیا۔

اور اسی دوران میں کہ یہ منافقین خوشی سے اپنے اقوال دہرا رہے تھے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاسوسی کے اڈے (مسجد ضرار) میں نماز پڑھیں گے، اچانک شعلوں کی زبانیں اس اڈے کو نگلنے لگیں اور بعض منافقین جو اس کے اندر تھے پس وہ اپنے خاندان کے ساتھ بھاگ گئے اور گھر سے آگ کا لقمہ بنا کر چھوڑ گئے۔

مغازی و سیر کی کتب میں بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی ذی اوان (مدینہ کے قریب) میں اپنے تبوک کے راستے پر تھے تو مسجد ضرار کے لوگ آپ کے پاس آئے۔ واقدی کا بیان ہے کہ ان میں سے پانچ آدمی آپ کے پاس آئے: معتب بن قشیر، ثعلبہ بن حاطب، خذام بن خالد، ابو حبیبہ بن الازعر اور عبداللہ بن نبتل بن الحارث۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم اپنے پیچھے رہنے والے اصحاب کے ایلچی ہیں، ہم نے تنگ دستوں، حاجتمندوں کے لیے اور بارش والی رات اور سرد رات کے لیے مسجد تعمیر کی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس آئیں اور اس میں ہمیں نماز پڑھائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تیار ہو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— میں سفر پر ہوں اور مصروف ہوں اور اگر ہم آئے تو ہم ان شاء اللہ تمہارے پاس آئیں گے اور اس میں تمہیں نماز پڑھائیں گے۔

جب تبوک سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی اوان مقام پہ اترے تو آپ کو آسمان سے مسجد (ضرار) والوں کی خبر ملی اور انہوں نے اسے صرف اس لیے بنایا تھا اور وہ آپس میں کہتے تھے کہ ابو عامر ہمارے پاس آئے گا اور

۱؎ یہ ابو عامر راہب وہ ہے جسے فاسق کا نام دیا گیا ہے یہ جاہلیت میں عبادت

اس میں ہمارے پاس گفتگو کرنے آتا وہ کہا کرتا تھا میں بنی عمرو بن عوف کی مسجد میں نہیں آسکتا یعنی مسجد قبا میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ) اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے کو گھات لگانے کے لیے تیار کرنے کے لیے یعنی ابو عامر فاسق کے لیے۔

اور جب قرآن نے نازل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضاحت کی کہ یہ گھناؤنی مسجد، گھات کی جگہ ہے جس میں منافقین مسلمانوں کی گھات لگائیں گے اور وہاں سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بیٹھا کریں گے آپ نے اپنے اصحاب میں سے دو جوانوں ـــــ حضرت عاصم بن عدی عجلانی[1] اور حضرت مالک بن الدخشم[2] السالمی کو بلایا اور انھیں حکم دیا کہ وہ دونوں منافقین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کرتا تھا اور جب اللہ تعالیٰ اسلام کو لایا تو اسے تکلیف ہوئی اور یہ اور اس کے پچاس ساتھی قریش کے پاس مکہ گئے اور معرکۂ احد میں مسلمانوں کے خلاف ان کے ساتھ شامل ہوا۔ اور اس کے بیٹے حضرت حنظلہ نے احد کے روز اسے قتل کرنا چاہا لیکن وہ اس کی قدرت نہ پا سکا اور مؤرخین نے بیان نہیں کیا کہ ابو عامر مدینہ کیسے واپس آیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مدینہ میں آکر سکونت اختیار کرنے کی کیسے اجازت دی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بھی دیگر منافقین کی طرح اسلام کا لبادہ اوڑھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جیسا کہ منافقین کے متعلق آپ کی سیاست تھی۔

[1] (حاشیہ صفحہ ...) یہ عاصم بدریوں میں سے تھے۔ ہوتے ہیں ... آپ بدر میں شریک نہیں ہوئے آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

[2] مالک بن الدخشم کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

کی مسجد کو آگ سے جلا دینے کی ذمہ داری دی۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا — اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے اہل ظالم ہیں اور اسے گرا دو پھر اسے جلا دو۔ وہ دونوں جلدی سے پیادہ پا گئے حتیٰ کہ مسجد بنی سالم میں آگئے۔ حضرت مالک بن الدخشم نے حضرت عاصم بن عدی سے کہا مجھے اس وقت تک مہلت دو کہ میں اپنے اہل سے آگ لے کر آپ کے پاس آ جاؤں۔ آپ اپنے اہل کے پاس آئے اور کھجور کے درخت کی ایک شاخ لی اور اس میں آگ لگائی پھر وہ دونوں جلدی سے دوڑتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ مغرب و عشاء کے درمیان اس تک پہنچ گئے اور وہ منافقین اور ان کا امام مجمع بن جاریہ[1] اس میں موجود تھے۔ حضرت عاصم نے کہا: میں اپنی طرف ان کے دیکھنے کو نہیں بھول سکتا۔ ان کے کان بھیڑیے کی طرح کھڑے ہوئے تھے ہم نے اسے جلا دیا حتیٰ کہ وہ جل گئی اور زید بن جاریہ بن عامر اس میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کے سرین جل گئے لیکن ہم نے اسے گرا دیا حتیٰ کہ اسے پیوند زمین کر دیا اور وہ منتشر ہو گئے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو آپ نے حضرت عاصم بن عدی کو پیشکش کی کہ وہ مسجد کو گھر بنا لیں — اور ودیعہ بن ثابت اور ابو عامر راہب کے گھر اس کے پہلو میں تھے انہوں نے ان کے ساتھ انہیں بھی جلا دیا۔

حضرت عاصم نے کہا: میں اس مسجد کو گھر بنانے کا نہیں جس کے بارے میں

---

[1] یہ مجمع بن جاریہ اوس قبیلے سے تھا اور اس کا باپ جاریہ بن عامر ان منافقین میں شامل تھا جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی لیکن مجمع ایک صالح نوجوان تھا اور وہ منافقین کو نماز پڑھاتا تھا اور ان کی باتوں کے خبث کو نہ جانتا تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے اسے اپنی قوم کو نماز پڑھانے پر مقرر کیا اور اس نے ایک پارہ سورتوں کے سوا قرآن جمع کیا ہے۔ اس کے مفصل حالات اسد الغابہ میں دیکھیے۔

جو نازل ہونا تھا وہ نازل ہو چکا ہے۔ یا رسول اللہ مجھے اس کی ضرورت نہیں لیکن آپ اسے ثابت بن اقرم[1] کو دے دیں، ان کا کوئی گھر نہیں ہے پس آپ نے وہ مسجد، حضرت ثابت کو عطا کر دی۔

اور حضرت ابو لبابہ بن عبد المنذر[2] نے اس کی لکڑیوں سے انہیں مدد دی اور آپ منافقوں کی تہمت سے بری تھے لیکن وہ ناپسندیدہ کام کرتے تھے۔ پس جب مسجد گرا دی گئی تو حضرت ابو لبابہ نے اس کی لکڑیاں لے کر ان سے گھر بنایا اور آپ نے جو گھر تعمیر کیا وہ اس کے پہلو میں تھا۔ آپ کا بیان ہے کہ اس گھر میں آپ کے ہاں کبھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا اور نہ اس میں کوئی کبوتر ٹھہرا ہے اور نہ اس میں کبھی مرغی نے انڈے دیے ہیں۔

اور جن لوگوں نے مسجد ضرار تعمیر کی وہ بارہ آدمی تھے۔ اور واقدی کا بیان ہے کہ وہ پندرہ آدمی تھے لیکن واقدی نے بھی صرف بارہ آدمیوں کے نام ہی بیان کیے ہیں جو یہ ہیں ——— جاریہ بن عامر، جس کا لقب حمار الدار ہے، اور اس کا بیٹا مجمع، اور یہ منافق تھا، یہ ان کا امام تھا اور اس کا بیٹا زید بن جاریہ —— جس کے سر پر بل گئے اور اس نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا ——— اور اس کا بیٹا یزید بن جاریہ اور ودیعہ بن ثابت اور خذام بن خالد اور عبداللہ بن نبتل اور بجاد بن عثمان اور ابو حبیبہ بن الازعر اور معتب بن قشیر اور عباد بن حنیف اور ثعلبہ بن حاطب۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خذام اور بجاد کے بارے میں فرمایا ہے بجاد، خذام سے بہتر ہے اور کوڑا، بجاد سے بہتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان منافقین کا تکبر اور جاسوس عبداللہ بن نبتل تھا، یہ رسول کریم

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ موتہ میں دیکھیے۔

[2] حضرت ابو لبابہ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بنی قریظہ میں دیکھیے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اور آپ کی باتیں سنتا پھر انہیں منافقین کے پاس لے جاتا۔ جبریل نے آکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! منافقین کا ایک شخص آپ کے پاس آکر آپ کی باتیں سنتا ہے پھر انہیں منافقین کے پاس لے جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون ہے؟ اس نے کہا سیاہ رنگ بہت بالوں والا، سرخ آنکھوں والا گویا وہ پیتل کی دو ہنڈیاں ہیں۔ اس کا جگر گدھے کا جگر ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

اور حضرت عاصم نے تبوک کی طرف مارچ کرنے سے قبل معلوم کر لیا کہ یہ مسجد ضرار ہے اور یہ مجرم منافقین کی تعمیر ہے آپ فرمایا کرتے تھے ــــ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی طرف تیار ہو رہے تھے تو میں نے عبداللہ بن نبتل اور ثعلبہ بن حاطب کو مسجد ضرار کی نگرانی کرتے دیکھا وہ پرنالہ ٹھیک کر رہے تھے اور اس سے فارغ ہو چکے تھے دونوں کہنے لگے اے عاصم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پر ہم سے اس میں نماز پڑھنے کا وعدہ کیا ہے میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم یہ مسجد تو ایک مشہور منافق نے بنائی ہے۔ اور اس کی بنیاد ابو حبیبہ بن الازعر اور خذام کے اخرج نے رکھی ہے اور ودیعہ بن ثابت بھی اس گروہ میں ہے...... اور جس مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تعمیر کیا ہے اس کی بنیاد جبریل نے رکھی ہے اور وہ گھر کی امامت کرتا ہے ــــ خدا کی قسم ابھی ہم اپنے سفر سے واپس نہیں آئے تھے کہ اس کی مذمت میں اور قرآن نازل ہوا جو اس کی تعمیر میں اکٹھے ہوئے تھے اور اس میں مدد دی تھی۔

حضرت عاصم بن عدی سے پوچھا گیا ــــ آپ منافقین کی واقفیت رکھتے تھے ــــ انھوں نے اس کی تعمیر کا ارادہ کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا وہ ہماری مسجد میں جمع ہوا کرتے تھے اور باہم سرگوشیاں کرتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور مسلمان انہیں دیکھتے تھے اور انہیں یہ بات شاق گزرتی تھی،

انھوں نے مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کیا کہ وہ اس میں موجود ہوا کریں اور ان کے پاس صرف وہی شخص آئے جو ان کا ہم رائے ہو اور ابو عامر کہا کرتا تھا میں تمہارے اس باڑے میں داخل نہیں ہو سکتا اور یہ بات اس لیے ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مجھے دیکھتے ہیں اور مجھ پر ایسے عیب لگاتے ہیں جنھیں میں پسند نہیں کرتا۔ وہ کہنے لگے۔ ہم ایک مسجد تعمیر کریں گے اور تو ہمارے پاس اس میں گفتگو کرے گا۔[1]

اور اللہ تعالیٰ نے مسجد ضرار کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا .... وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ[2]

(ترجمہ) اور جن لوگوں نے ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مومنین کے درمیان جدائی ڈالنے اور اس شخص کے گھات لگانے کے لیے مسجد بنائی جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول سے برسرپیکار ہے —— اس سے مراد ابو عامر فاسق ہے —— اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ بھلائی کا ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں...... اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا۔ البتہ وہ مسجد —— یعنی مسجد قبا —— جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں جو پاکیزگی اختیار کرنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ پس کیا وہ شخص جو اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے تقویٰ اور رضامندی پر

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، دلائل النبوۃ جلد ۵ صفحہ ۲۶۲، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴، البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۲۱، ۲۲، سیرت حلبیہ جلد ۳، جوامع السیرۃ صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴، امتاع الاسماع صفحہ ۴۸۰، ۴۸۱، طبقات ابن سعد جلد ۲ ۔

[2] توبہ ۔ ۱۰۷

کیا بہتر ہے یا وہ شخص جو اپنی عمارت کی بنیاد گرنے والے گڑھے کے کنارے پر رکھے اور وہ اسے دوزخ کی آگ کے درمیان لے گرے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ انھوں نے جو عمارت بنائی ہے وہ ہمیشہ ان کے دلوں میں شک کا باعث رہے گی سوائے اس کے کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ واپس آئے تو عورتیں، بچے اور بچیاں کہنے لگے: ثنیۃ الوداع کی جانب سے ہمارے پاس ماہِ تمام آیا ہے جب تک اللہ کے لیے دعوت دینے والا دعوت دے ہم پر شکر واجب ہے۔

بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ہمارے علماء بیان کرتے ہیں کہ یہ اشعار آپ کے مکہ سے مدینہ آنے پر پڑھے گئے ہیں مگر آپ تبوک سے بھی ثنیۃ الوداع سے مدینہ آئے تھے۔ واللہ اعلم[1]

میں کہتا ہوں اس بات کا بہت احتمال ہے کہ دونوں موقعوں پر لوگوں نے یہ اشعار وغیرہ پڑھے ہوں جیسا کہ بہت سے مواقع پر ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کے نزدیک آئے تو آپ نے فرمایا ——— مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ تم نے جو سفر بھی کیا ہے اور جس وادی کو بھی طے کیا ہے وہ تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ مدینہ ہی میں تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ مدینہ ہی میں تھے انھیں عذر نے روک رکھا تھا۔ اور صحیح بخاری میں ابو حمید سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۲۳۔

سے آئے حتیٰ کہ جب ہم مدینہ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے فرمایا ۔ — یہ طابہ ہے اور یہ جبل احد ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور امام بخاریؒ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے زہری سے بحوالہ سائب بن یزید ہم سے بیان کیا کہ مجھے یاد ہے کہ میں غزوۂ تبوک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر آپ کے استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف گیا تھا۔

غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین آدمیوں کا واقعہ اور اللہ تعالیٰ کا ان کو معاف کرنا

ضعفِ بشری بھی تھا جس سے ہے جو انسان سے جدا نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کی صفات اساسیہ میں سے ہے حتیٰ کہ عہد نبوی میں بھی جو ایمان، صدق، قربانی، فداکاری، صبر، ایمان اور عقیدہ کی راہ میں ذات سے بیگانگی کا عہد تھا حتیٰ کہ اس روشن اور مثالی عہد میں جس کی یاد اپنے سے بعد آنے والے لوگوں کے لیے عقیدے کی نصرت میں جان کو سخاوت کی حد تک خرچ کرنے میں ایک اعلیٰ نمونہ تھی۔ حتیٰ کہ اس عہد نبوی میں بھی ——— جب آپ رسول اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی ضعفِ بشری نے ایک عمل کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک منتخب اور مخلص جماعت کے لیے سزا کا باعث بن گیا۔ انھوں نے وہ کام کیا جس نے ان کی زندگی کو کدر کر دیا اور غم و حزن کے تھپیڑوں سے ان کے پاک دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جبکہ انھیں اس دین کے بارے میں کسی شک و اضطراب کی کوئی نہ تھی جس کے وہ مددگار تھے اور اس نبی کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہ تھا جس سے انہوں نے محبت کے رشتوں کے تمام معانی کے ساتھ محبت کی تھی۔ وہ غزوۂ تبوک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور ان کا پیچھے رہنا کسی ایمانی کمزوری یا شک عقیدہ یا اسلام میں تذبذب کے باعث نہ تھا بلکہ ان کا تخلف

ضعف بشری کی وجہ سے تھا اور ضعف کے دوران انہیں گرمی میں جنگ و جہاد کی مشقت اور زندگی کی سختی اور تنگی کے مقابلے میں اپنے گھر، میدان اور بہترین پھلوں کے سائے میں آرام و راحت سے رہنا پسند آیا اور انہوں نے تردد کے بعد وقتی اس ضعف بشری کی بات مان لی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور یہ ان کے لیے بڑی سخت آزمائش تھی اور انہیں اس کے نتیجوں سے جن کی تفصیل نے ان کے گلوں کو پکڑ لیا تھا، صدق کے سوا کسی چیز نے نہ بچایا۔

انہیں ان کے سچے ایمان نے منافقین کا طریق اختیار کرنے سے متنفر کر دیا کہ وہ اس عمل کے باوجود کہ اس تخلف کے بارے میں ان کا کوئی عذر نہیں ہے عذر کریں اور جھوٹ بولیں، ہاں ضعف بشری کا عذر تھا . . . اگر اسے عذر کا نام دیا جاسکتا ہو ——— اور اس بات نے انہیں غضب الٰہی سے بچنے کی امید دلائی ہے اللہ نے ان کو معاف فرما دیا حالانکہ وہ ہلاک ہونے کے قریب ہو چکے تھے اس نے انہیں اس لیے معاف کیا کہ انہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اقرار کیا کہ جب وہ اس بات سے پیچھے رہے جو ہر قدرت والے مسلمان پر فرض تھی تو ان کا کوئی عذر نہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں امر الٰہی کے انتظار میں حکم نافذ کرنے میں تاخیر کی اور آپ نے مسلمانوں کو ان سے مقاطعہ کرنے کا حکم دیا اور اسی طرح انہیں بھی حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں سے علیحدہ رہیں حتی کہ ان کی توبہ کے متعلق قرآن نازل ہوا۔

بلاشبہ ان تین صحابہ کرام کی توبہ کا واقعہ دلچسپ، پُر شفقت اور پُر عبرت ہے۔ انہیں اپنے کامل صدق کے نتیجے میں سخت نفسیاتی تکلیف اور سخت آزمائش سے دوچار ہونا پڑا، لیکن ان کا ایمان صادق ان سب باتوں کے سامنے ڈٹا رہا۔ تجربۂ صدق، ان کے لیے شدید آزمائشوں اور نفسیاتی دکھوں کا باعث بنا۔ قریب تھا کہ وہ ان کی جانوں کو ہلاک کر دیتا اور وہ غم سے مر جاتے۔

اللہ نے چاہا کہ وہ صبر کی مرارت کے پیالوں کو گھونٹ گھونٹ پینے کے بعد صدق کی حلاوت اور سرور کو چکھیں اور اس میں مومنین کے لیے مواعظ اور عبرتیں پائی جاتی ہیں، مومن جب غلطی کرتا ہے تو چھپاتا نہیں اور نہ اعتراف سے گریز کرتا ہے وہ غلطی میں بھی راست بازی اختیار کرتا ہے خواہ اس کی سچائی کے نتائج سخت ہی ہوں اور غلطی کے میدان میں ـــــ کسی ایچ پیچ کے بغیر ... صدق کی پابندی کرنے کے نتائج اس وقت میں اکثر بہت سی پریشانیوں کا باعث ہوتے ہیں لیکن آخر میں دوسری سعادت ان کا استقبال کرتی ہے اس لیے کہ صدق کی پابندی سے پیدا ہونے والے آلام اپنی شدت کے باوجود گزر جانے والے ہوتے ہیں لیکن آخر صدق کی لذتیں ختم نہیں ہوتیں اور دنیا میں سچ بولنے والا ـــــ اعتراف خطا کے ایام کی سختیوں سے گزرنے کے بعد ـــــ نفسیاتی سعادت کو محسوس کرتا ہے جس کی کوئی سعادت برابری نہیں کر سکتی اور بڑی سعادت یہ ہے کہ صدق کی پابندی کی جزا میں اسے آخرت میں سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے۔

ان تین صحابہ کرام کے واقعہ میں جنہوں نے کسی جواز کے بغیر غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تخلف کیا، صدق کے بارے میں اعلیٰ اسباق اور عظیم دروس ہیں، محاسبہ نفس اور ایمان پر ثبات اور ضمیر کے بیدار ہونے کے بعد اس کی آواز کا جواب دینے ـــــ اگر یہ ضمیر صحیح ہو ـــــ کی باتیں پائی جاتی ہیں، ہم عنقریب آپ کے لیے ان تین آدمیوں کے واقعہ کو بیان کریں گے جن کے تخلف کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کیسے قبول کیا تاکہ ہر انسان کو معلوم ہو جائے کہ کس طرح صدق ـــ ہر انسان میں اس کی خطا کے مقابلہ میں ایک عنصر پایا جاتا ہے ـــ سچ بولنے والے کو مکمل طور پر نجات دیتا ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی سچی توبہ کو قبول کرتا ہے جب وہ صدق و توبہ کے ساتھ آتے

دوسرے میں دیا گیا۔ ہم فیصلہ نہیں کرتے، خواہ دنیا کا کوئی بھی گناہ ہو حتیٰ کہ خواہ شرک اکبر ہی ہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے[1])

یہ تین صحابہ کرام جنہوں نے غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ کر گناہ کا ارتکاب کیا یا انصار میں سے تھے جو حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن الربیع تھے اور ان کا واقعہ عام اصحاب حدیث و سیر اور مفسرین کے بیان کے مطابق یوں ہے۔

حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے کہ میں کسی بھی جنگ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے قافلے کی جستجو میں نکلے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے دشمن کو کسی مقررہ وقت کے بغیر اکٹھا کر دیا اور میں عقبہ کی شب کو بھی جب ہم نے اسلام پر عہد و پیمان کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا اور مجھے اس میں حاضر ہونا بہت پسند تھا اگرچہ میں بدر کی باتیں لوگوں میں بیان کرتا تھا۔

اور جب میں اس غزوہ میں آپ سے پیچھے رہا تو اس وقت میری حالت کبھی اتنی آسودہ اور اچھی نہ تھی اور قسم بخدا اس سے قبل میرے پاس کبھی دو اونٹنیاں جمع نہ ہوئی تھیں حتیٰ کہ اس غزوہ میں میں نے ان دونوں کو جمع کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو کسی اور کا توریہ کرتے حتیٰ کہ یہ غزوہ ——— یعنی غزوۂ تبوک ——— ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے شدید گرمی میں نکلے اور دور دراز سفر، جنگل اور بہت سے دشمنوں سے دوچار ہوئے اور آپ نے مسلمانوں پر ان کا معاملہ واضح کیا تا کہ وہ تیار ہو جائیں اور جس طرف آپ جانا چاہتے تھے انہیں بتایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت سے مسلمان تھے جنہیں محفوظ کرنے والی کوئی تحریر بھی نہیں کر سکتی . . . اور حضرت کعب بن مالک بہ تفصیل تذکرہ بیان کرتے ہیں کہ ———

---

[1] زمر: آیت ۵۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جنگ کی جب پھل اور سائے اچھے ہو چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہوئے اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ تیار ہوئے اور میں بھی صبح کو ان کے ساتھ تیاری کرنے نکلا اور واپس آگیا اور میں نے کوئی چیز تیار نہ کی اور میں اپنے دل میں کہتا کہ جب چاہوں میں اس کی قدرت رکھتا ہوں اور میں مسلسل دیر کرتا رہا حتیٰ کہ لوگوں کو خوش قسمتی سے مضبوط کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی صبح کی اور میں نے اپنے سامان سے کوئی چیز بھی تیار نہ کی اور میں نے کہا میں آپ کے ایک یا دو دن بعد تیاری کروں گا پھر ان سے جا ملوں گا۔ اور میں ان کے چلے جانے کے بعد تیاری کرنے گیا اور میں نے کوئی چیز بھی تیار نہ کی پھر میں گیا اور واپس آگیا اور میں مسلسل یہی کرتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے تیزی اور سبقت کی اور میں نے بھی سفر کر کے ان کو ملنے کا ارادہ کیا اور کاش میں ایسا کرتا مگر میرے لیے یہ بات مقدر نہ تھی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد جب میں لوگوں میں جاتا اور ان میں گھومتا تو مجھے یہ بات غمگین کر دیتی کہ میں صرف اس شخص کو دیکھتا جس میں نفاق کا عیب ہوتا یا اس شخص کو دیکھتا جسے ضعفاء میں سے اللہ نے معذور قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد نہ کیا حتیٰ کہ آپ تبوک پہنچ گئے اور آپ نے بیٹھ کر فرمایا کعب بن مالک نے کیا کیا ہے؟ بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس کی دو چادروں نے اسے روک لیا ہے اور اس نے اپنے پہلو پر غور و فکر کیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل نے کہا تو نے بہت بری بات کی ہے یا رسول اللہ قسم بخدا ہمیں تو اس کی بھلائی کا ہی علم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار کیا۔

اور حضرت کعب بن مالک نے اپنے تخلف کے واقعہ میں حقیقت کو مومنانہ صدق اور بیان صادق کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

تخلف کے بارے میں ان کا کوئی عذر نہ تھا اور آپ کے دونوں ساتھی حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن الربیع بھی اپنے سب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ سے کم مخلص نہ تھے۔ ان دونوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ سچ کہہ دیا کہ تخلف کے بارے میں ان کا کوئی عذر نہ تھا پس جو کچھ ان تینوں کے دلوں میں تھا اسے اللہ نے معلوم کر لیا اور اس نے سب کو معاف فرما دیا۔

پہلے ہم حضرت ہلال بن امیہ سے کہتے ہیں کہ وہ اپنا اور اپنے ساتھی حضرت مرارہ بن الربیع کا واقعہ ہم سے بیان کریں حضرت ہلال بن امیہ جب غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تو آپ نے بیان کیا۔

خدا کی قسم میں نے کسی شک و ارتیاب کی بناء پر تخلف نہیں کیا بلکہ میں بڑا مالدار تھا میں نے کہا میں ایک اونٹ خرید لوں گا اور حضرت مرارہ بن الربیع مجھے ملے اور کہنے لگے میں طاقتور آدمی ہوں اور میں ایک اونٹ خرید لوں گا اس کے ساتھ چلا جاؤں گا میں نے کہا میں اس دوست کی موافقت کروں گا اور ہم کہنے لگے ہم صبح کو جائیں گے اور دو اونٹ خرید لائیں گے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں گے اور یہ موقع ہم سے ضائع نہ ہوگا۔ ہم دو اونٹنیوں کے سینوں پہ تیزی سے چلنے والے لوگ ہیں۔ ہم کل چلیں گے ہم مسلسل یہی باتیں کرتے رہے اور تاخیر کرتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علاقے کے قریب ہو گئے تو میں نے کہا یہ روانگی کا وقت نہیں ہے۔ اور میں گھر میں اور دوسری جگہوں پر معروف معذور افراد اور علانیہ منافقین کو دیکھتا اور غمزدہ کیفیت کے ساتھ واپس آ جاتا اور حضرت ابو خیثمہ بھی ہمارے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے اور وہ اپنے اسلام کے بارے میں متہم نہ تھے اور نہ آپ پر عیب لگایا جاتا تھا پس انھوں نے جو عزم کیا سو کیا اور حضرت ابو خیثمہ کا نام عبداللہ بن خیثمہ السالمی تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد واپس آ گئے اور ایک گرم دن میں اپنی دو بیویوں کے پاس آئے آپ نے دیکھا

کہ وہ دونوں اپنے اپنے چھپروں میں ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے چھپر پر چھڑکاؤ کیا ہوا ہے —— اور اس میں آپ کے لیے کھانا تیار کیا ہوا ہے۔ آپ نے کہا سبحان اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے اگلے پچھلے قصور معاف کر دیے گئے ہیں وہ دھوپ، ہوا اور گرمی میں چل رہے ہیں اور اپنے ہتھیار اپنی گردن پر لٹکائے ہوئے ہیں اور ابو خیثمہ ٹھنڈے سایوں، تیار کھانوں اور خوبصورت بیویوں کے ساتھ اپنے مال میں مقیم ہے یہ انصاف نہیں ہے پھر کہنے لگے خدا کی قسم میں تم دونوں میں سے کسی ایک کے بھی چھپر میں داخل نہ ہوں گا حتیٰ کہ روانہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں پس آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس پر اپنا زادِ سفر کسا اور توشہ لیا اور کوچ کر گئے اور آپ کی دونوں بیویاں آپ سے باتیں کرنے لگیں اور آپ ان دونوں سے بات نہ کرتے حتیٰ کہ آپ وادی القریٰ میں حضرت عمیرؓ[1] بن وہب جمحی سے آملے وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتے تھے پس آپ ان کے ساتھ ہو گئے اور دونوں ساتھی بن گئے اور جب یہ تبوک کے قریب آئے تو حضرت ابو خیثمہ نے کہا اے عمیر میرے کچھ گناہ ہیں اور تمہارا کوئی گناہ نہیں ہے مجھ سے پیچھے رہنے میں آپ کا کوئی حرج نہیں ہے تاکہ میں آپ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں، حضرت عمیر نے ایسے ہی کیا اور حضرت ابو خیثمہ روانہ ہو گئے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پہنچ گئے اور آپ تبوک میں فروکش تھے تو لوگوں نے کہا یہ مسافر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو خیثمہ تباہی تمہارے نزدیک ہے بچ جاؤ پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے باخبر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا بھلا ہوا اور آپ کے لیے دعا کی۔

---

[1] حضرت عمیر بن وہب کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

اس واقعہ کو پیچھے رہنے والے تین آدمیوں میں سے ایک نے —— پوری راستبازی، صحت و صفائی اور راستبازی سے —— بیان کیا ہے۔ حضرت ابوخیثمہ اپنے ضعف بشری پر غالب نہ آتے تو قریب تھا کہ انہیں میں شامل ہو جاتے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور تین صحابۂ کرام (حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن الربیع) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تخلف کے باعث غم کے گھونٹ پیتے رہے کیونکہ پیچھے ایمان کی حرارت نے ان کے ضمیر کو جو صدق و طہارت اور صفائی سے آباد تھے، بیدار کر دیا اور انہوں نے —— اپنے ہی ضعف بشری کے مغلوب ہو جانے کے نتیجے میں —— بہت کچھ برداشت کیا اور جس بڑے غم کو انہوں نے برداشت کیا انہوں نے اس کے بوجھ کو محسوس کیا، قریب تھا کہ وہ وقت کے کھو جانے کے بعد ان کے دل کی رگوں کو قطع کر دیتا جو ان کے تھے، یہ ان کی صحت کی دلیل ہے اور اگر یہ ایمان وصلا نہ ہوتا تو وہ غم نہ کرتے اور نہ اس سے وہ دکھ برداشت کرتے جو انہوں نے کیا جو ان کی زندگی کا خاتمہ کر دینے والا تھا اور یہ بات ان کے امکان میں تھی کہ وہ عذر حیلے کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی جھوٹے جواز سے اپنے تخلف کو جائز قرار دے لیتے جیسا کہ ان منافقین نے کیا جن کے عذرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کیا حالانکہ وہ جھوٹے اور دھوکے باز تھے لیکن حضرت کعب بن مالک نے بیان سے یہ کیسے ہو سکتا تھا جس نے بیعت عقبہ کو دیکھا تھا اور آپ کے دونوں مومن ساتھیوں سے بھی یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ منافقین کے گھٹیا اور عیب دار طریق کو اختیار کرتے، ورنہ وہ جن کی زندگی کے ایک لمحے میں بھی شک نے ان کے دلوں تک راہ نہیں پائی، لیکن وجہ سے انہوں نے سچ کے قلعہ کو پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی رعایت اور حیلہ جوئی کے بغیر حقیقت حال بیان کر دی اور انہوں نے اس صدق کی بڑی قیمت ادا کی۔ جب انہوں نے کوئی عذر پیش نہ کیا اور رسول کریم

علیہ وسلم کی تحقیق کی کاروائی ہیں جس کا اجمال: آپ نے اسلام کی طرف منسوب ہونے والے تمام لوگوں اور غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والوں سے تحقیق کیا تھا۔ انھوں نے دینی کوتاہی کا اعتراف کیا تو آپ نے مسلمانوں کو ان سے مقاطعہ کرنے کا حکم دے دیا تو انھوں نے پچاس دنوں تک ظلم و اندوہ سے لبریز جام گھونٹ گھونٹ کر کے پیے۔ اور منافقین —— جو بکثرت تھے —— کے دلوں کے ایمانی خلا نے ان کی مدد کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور خلافِ حقیقت عذر پیش کریں لیکن آپ نے ان کے ظاہری عذر و اعتذار کو قبول کیا اور ان کے باطن کا معاملہ خدا کے سپرد کیا جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو جانتا ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور غیب کی اسی بات کو جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ آپ کو وحی کے طریق سے بتائے۔ حضرت کعب بن مالک اور آپ کے دونوں ساتھی، دھوکے بازی اور نفاق سے پاک تھے انھوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور تخلف کے وقت اعلان کیا کہ ان کے تخلف کا کوئی جواز نہ تھا اور انھوں نے اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیا پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے حال پر چھوڑنے کا حکم دیا بلکہ ان سے مقاطعہ کا حکم دے دیا حتیٰ کہ قرآن کریم نے ان کے قضیہ کا فیصلہ کیا اور ان کی توبہ کا نزول ہوا۔

حضرت کعب بن مالک کی اپنے المیہ کے بارے میں گفتگو

حضرت کعب بن مالک

اپنے سخت ۔ پیچھے کے متعلق سچ سے بیان کرتے ہیں کہ کس طرح آپ کے دونوں ساتھیوں کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جواب طلبی پیش کی کہ وہ ۔۔ و خدا میں جہاد کے فریضے سے کیوں پیچھے رہے ہیں ۔۔ ایک بات کے کہنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔ اسی طرح حضرت کعب ان منافق آدمیوں کے متعلق بیان کرتے ہیں جنھوں نے اپنے تخلف کی پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ممکن حد تک نزدیک ترین راستہ اختیار کیا اور وہ اس طرح کہ انھوں نے اپنے باطن کے خلاف اظہار

کرکے جھوٹ اور فریب کی پناہ لی۔

حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے کہ —— جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبوک سے واپسی کی اطلاع ملی تو مجھے غم نے آ لیا اور میں جھوٹ تجویز کرنے لگا اور کہنے لگا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے بچوں گا اور میں نے اس بات پر اپنے اہل کے تمام صاحب الرائے لوگوں سے مدد لی حتیٰ کہ بسا اوقات میں نے خادم سے بھی اس امید پر اس کا ذکر کر دیا کہ وہ مجھ سے کوئی ایسی بات کرے گا جس سے مجھے سکون حاصل ہوگا اور جب بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ پہنچے ہیں تو باطل مجھ سے دور ہو گیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ میں صدق کے ذریعے آپ سے بچ سکتا ہوں پس میں نے ارادہ کیا کہ میں آپ سے سچ بولوں گا اور صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آ گئے اور آپ جب سفر سے آتے تو پہلے مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے واسطے بیٹھ جاتے ، پس جب آپ نے ایسے کیا تو پیچھے رہنے والے لوگ آپ کے پاس معذرت کرتے اور قسمیں کھاتے آئے اور وہ اسی پچاسی آدمی تھے ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری بیان اور ان کی قسموں کو قبول کیا اور ان کی نیتوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔

اور حضرت کعب کی بات کے علاوہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذو اوان مقام پر اترے تو آپ سے پیچھے رہنے والے عام منافقین باہر نکلے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان لوگوں میں سے جس نے ہم سے تخلف کیا ہے کسی سے بات نہ کرو اور نہ اس کے پاس بیٹھو حتیٰ کہ میں تم کو اجازت دوں پس انہوں نے ان سے بات نہ کی اور جب آپ مدینہ آئے تو عذر کرنے والے قسمیں کھاتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور آپ نے ان سے اعراض کیا اور مومنین نے بھی ان سے اعراض کیا حتیٰ کہ آدمی اپنے باپ ، بھائی اور چچا سے بھی اعراض کر لیتا اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آکر بیہودہ اور بیماریوں کے عذر کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو معاف فرماتے گئے ان کے ظاہری بیانات اور قسموں کو قبول کر لیتے۔ انھوں نے قسمیں کھائیں تو آپ نے ان کی تصدیق کی اور ان کے لیے بخشش طلب کی اور آپ ان کی نیتوں کے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیتے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب بن مالک نے کہا کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے آپ کو سلام کیا اور جب میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ناراض آدمی کی طرح تبسم کیا پھر مجھے فرمایا آؤ، میں چلتا ہوا آیا پھر میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے مجھے فرمایا، تمہیں کس بات نے پیچھے رکھا ہے؟ کیا تو نے اپنی سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں آپ کے سوا کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو میرے خیال میں، میں کسی عذر کے باعث اس کی ناراضگی سے باہر نکل جاتا مجھے جھگڑنے میں مہارت حاصل ہے لیکن قسم بخدا مجھے علم ہے کہ اگر آج میں نے آپ کو راضی کرنے کے لیے جھوٹی بات کی تو ہو سکتا ہے اللہ مجھ سے ناراض ہو جائے اور اگر آج میں نے آپ سے سچی بات بیان کی تو آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں، خدا کی قسم جس وقت میں نے آپ سے تخلف کیا مجھ سے آسودہ اور مالدار کوئی نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ بولا ہے اس لیے اٹھ جا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں فیصلہ کرے۔ میں اٹھا تو میرے ساتھ بنو سلمہ کے کچھ آدمی بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ مجھے کہنے لگے خدا کی قسم ہمیں معلوم نہیں کہ تو نے اس گناہ سے پہلے کوئی گناہ کیا ہے۔ اور تو نے پیچھے رہنے والوں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عذر نہیں کیا اور تیرے گناہ کے لیے یہی بات کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے لیے استغفار کیا ہے اور قسم بخدا وہ مسلسل مجھے ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے چاہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس جا کر اپنی

تکذیب کروں، نیز حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوقتادہ سے ملا ان دونوں نے ــــــــــــــــــــ مجھے کہا اپنے صحاب کی بات نہ مان اور سچ سچ بتا، شاید اللہ تعالیٰ تیرے لیے جب چاہے گا راستہ اور کشادگی پیدا کردے گا، باقی رہے یہ عذر کرنے والے، تو اگر یہ سچے ہیں تو اللہ اس بات سے راضی ہوگا اور اسے اپنے نبی کو بتا دے گا اور اگر سچے نہیں تو وہ ان کی بہت بڑی مذمت کرے گا۔ میں نے انہیں پوچھا کیا میرے سوا بھی کسی کو یہ مصیبت پہنچی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں دو شخص ہیں انھوں نے بھی تمہاری طرح بات کی ہے اور انہیں بھی وہی بات کہی گئی ہے جو تجھے کہی گئی ہے۔ میں نے پوچھا وہ دونوں کون ہیں؟ انھوں نے کہا حضرت مرارہ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ الواقفی ہیں۔ انھوں نے مجھ سے دو صالح آدمیوں کا ذکر کیا جن کی ذات میں نمونہ موجود تھا۔

مخلفین سے سوشل بائیکاٹ

پھر حضرت کعب بن مالک ان سخت نفسیاتی تکالیف کے متعلق بیان کرتے ہیں جو آپ نے اور آپ کے دونوں ساتھیوں نے اس اجتماعی بائیکاٹ کے نتیجے میں برداشت کیں جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لاگو کیا تھا آپ بیان کرتے ہیں۔

جن لوگوں نے آپ سے تخلف کیا تھا ان میں سے ہم تینوں سے گفتگو کرنے سے آپ نے روک دیا۔

پس لوگوں نے ہم سے اجتناب کیا اور ہم سے بدل گئے حتیٰ کہ میدان اور وہ زمین بھی جسے میں جانتا تھا مجھ سے بیگانہ ہو گئے، ہم پر یہ حالت پچاس راتوں تک رہی، میرے دونوں ساتھی تو عاجز و درماندہ ہو کر اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے، اور میں بڑا طاقتور اور جوان آدمی تھا میں باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں شامل ہوتا اور بازاروں میں گھومتا اور کوئی شخص مجھ سے بات نہ کرتا حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا آپ نماز کے بعد اپنی [illegible]

پھر جب میں آپ کو سلام کہتا اور اپنے دل میں کہتا میرے سلام کے جواب میں آپ نے اپنے دونوں ہونٹوں کو حرکت دی ہے یا نہیں؟ پھر میں آپ کے نزدیک ہی نماز پڑھتا اور دزدیدہ نگاہی سے آپ کو دیکھتا اور جب میں اپنی نماز میں متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ مجھ سے منہ پھیر لیتے حتیٰ کہ جب مسلمانوں کی بدسلوکی مجھ پر گراں ہو گئی تو میں جا کر حضرت ابوقتادہ کی دیوار پر چڑھ گیا —— ابوقتادہ میرے عمزاد تھے اور مجھے بہت محبوب تھے —— میں نے انہیں سلام کہا تو قسم بخدا انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے انہیں کہا اے ابوقتادہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو میرے متعلق معلوم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ تو وہ خاموش رہے میں نے دوبارہ ان سے پوچھا اے ابوقتادہ، میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو میرے متعلق معلوم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ تو وہ خاموش رہے میں نے تیسری دفعہ انہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں میری دونوں آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور میں پلٹا حتیٰ کہ دیوار پر چڑھ گیا پھر بازار کی طرف چلا گیا۔

شاہِ غسان کا حضرت کعب بن مالک سے رابطہ کرکے آپ کو کفر کی ترغیب دینا

حضرت کعب بن مالک بطور استطراد[1] ایک ایسے امر کے متعلق بیان کرتے ہیں جس سے آپ کی نفسیاتی تکالیف دو چند ہو گئیں اور وہ یہ کہ شام کے غسانی نصاریٰ کے بادشاہ کو حضرت کعب بن مالک کے قصے کا پتہ چلا تو اس نے ان

---

[1] استطراد کا مفہوم یہ ہے کہ گفتگو میں خارج از بحث مضمون کی طرف جانا۔ جسے ہماری زبان میں جملہ معترضہ کہتے ہیں۔ مترجم

فائدہ اٹھانا چاہا کہ شاید وہ حضرت کعب کو اپنے دین سے پھیر لے اور مدینہ سے ہجرت کر کے ادھر شام چلے آنے کی ترغیب دینے میں کامیاب ہو جائے تاکہ آپ غساسنہ نصاریٰ کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ حضرت کعب بن مالک کہتے ہیں کہ میں بازار میں جا رہا تھا کہ اچانک شام کا ایک قبطی جو بازار میں کھانا فروخت کرنے آیا تھا میرے متعلق پوچھنے لگے اور کہنے لگا مجھے کعب بن مالک کے متعلق کون بتائے گا؟ اور لوگ اسے بتانے لگے تو اس نے ریشم کے ایک ٹکڑے پر لکھا شاہِ غسان حارث بن ابی شمر کا خط مجھے دیا ـــ یا آپ نے جبلہ بن ایہم کا نام لیا ـــ اس کے خط میں لکھا تھا:

> امابعد، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے آقا نے آپ سے بدسلوکی کی ہے اور اللہ نے آپ کو ذلت کے گھر میں اور ضائع کرنے والی جگہ پر نہیں رکھا، ہمارے پاس آ جائیے ہم آپ کی مدد کریں گے۔

حضرت کعب کا بیان ہے کہ جب میں نے اس خط کو پڑھا تو میں نے کہا یہ بھی ایک آزمائش ہی ہے اور میں جس بات میں پڑا ہوں میری حالت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ مشرکین مجھ میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔ پس میں اسے ایک تنور کی طرف لے گیا اور میں نے اسے اس میں جلا دیا۔ ہم اسی حالت میں تھے حتیٰ کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی میرے پاس آیا اور کہنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کریں۔ میں نے کہا میں اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا: اس سے علیحدگی اختیار کرو اور اس کے نزدیک مت جاؤ۔ اور میری طرح حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع کو بھی حضرت خزیمہ بن ثابت کو ایلچی بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت کعب کا بیان ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا، اپنے اہل کے پاس چلی جاؤ اور انہیں کے پاس رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے کے متعلق وہ فیصلہ کرے جو وہ کرنے والا ہے۔

حضرت ہلال بن امیہ ایک مسن شخص تھے وہ رو پڑے حتیٰ کہ لوگوں نے کہا کہ وہ رونے سے ہلاک ہونے والے ہیں، انہوں نے کھانا چھوڑ دیا وہ کھانا پینے بغیر دو دو تین تین دن روزہ رکھتے اور پانی یا دودھ کا گھونٹ پی لیتے اور رات کو نماز پڑھتے اور اپنے گھر میں بیٹھے رہتے اور باہر نہ نکلتے کیونکہ کوئی شخص ان سے بات نہ کرتا تھا حتیٰ کہ پیچھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایت بیوی آپ سے الگ رہے، آپ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ ہلال بن امیہ ہلاک ہونے والے بڑی عمر کے بوڑھے ہیں آپ کا کوئی خادم نہیں ہے میں دوسروں کی نسبت آپ سے مہربان ہوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے ان کی خدمت کرنے دیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا لیکن انہیں اپنے تک پہنچنے کی دعوت نہ دینا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ انہیں میری طرف کوئی حرکت نہیں ہوتی، خدا کی قسم جس دن سے ان کا معاملہ ہے اس دن سے لے کر آج کے دن تک وہ مسلسل رو رہے ہیں اور ان کی داڑھی رات دن آنسو ٹپکتی رہتی ہے اور ان کی آنکھوں میں سفیدی نمایاں ہو گئی ہے حتیٰ کہ مجھے خوف ہوا کہ ان کی نظر ختم ہو جائے گی۔ حضرت کعب کا بیان ہے کہ میرے اہل کے ایک شخص نے مجھے کہا کاش آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے متعلق اجازت مانگتے، آپ نے حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کی اجازت دے دی ہے، میں نے کہا خدا کی قسم میں آپ سے اس کے بارے میں اجازت نہیں لوں گا مجھے کیا معلوم کہ جب میں اس بارے میں آپ سے اجازت طلب کروں تو آپ مجھے کیا کہیں، اور میں تو جوان آدمی ہوں خدا کی قسم میں آپ سے اجازت نہیں لوں گا، پھر ہم اس کے بعد دس راتیں ٹھہرے رہے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم سے گفتگو کرنے سے منع کیا اس وقت سے ہماری پچاس راتیں مکمل ہو گئیں۔

توبہ سے آزمائش کا خاتمہ پھر حضرت کعب بن مالک نے اپنی آزمائش

کے دور ہونے کے متعلق اعلان کنندگان کی آمد کے بارے میں استفسار اور گفتگو کرتے ہیں اور کشائش پیچھے رہنے والے تین صحابہ کرام کی توبہ کے متعلق قرآن نازل ہونے سے ہوئی آپ بیان کرتے ہیں،

پھر میں نے اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر اس حالت میں صبح کی نماز پڑھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور زمین باوجود وسعت کے مجھ پر تنگ ہو گئی اور میرا دل بھی تنگ ہو گیا اور میں نے سلع کی پشت پر ایک خیمہ لگایا تھا اور اچانک میں نے سلع پر چڑھتے ہوئے ایک آواز دینے والے کو سنا جو اپنی بلند آواز سے کہہ رہا تھا اے کعب بن مالک خوش ہو جا۔ آپ کا بیان ہے کہ میں سجدے میں گر پڑا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ کشائش آ گئی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھ کر ہماری توبہ کا اعلان کیا کہ اللہ نے ہمیں معاف فرما دیا ہے۔

اور وہ توبہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تین صحابہ کرام کو معاف فرما دیا ان آیات کو متضمن ہے۔ اور وہ اللہ کا یہ قول ہے لقد تاب اللہ علی النبی ...... کونوا مع الصادقین۔

(ترجمہ) تحقیق اللہ نے نبی، مہاجرین اور انصار کو جنہوں نے تنگی کی گھڑی میں بعد اس کے کہ ان میں سے ایک فریق کے دل ٹیڑھے ہو گئے تھے آپ کی پیروی کی، معاف کر دیا ہے پھر اس نے انہیں معاف کر دیا، اور بلاشبہ وہ رؤف و رحیم ہے، اور ان تین آدمیوں کو بھی جو پیچھے رہ گئے تھے معاف کر دیا ہے حتیٰ کہ جب زمین باوجود وسعت کے ان پر تنگ ہو گئی اور ان کے دل بھی ان پر تنگ ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ اللہ کے سوا کوئی پناہ نہیں پھر اس نے انہیں معاف کر دیا تاکہ وہ توبہ کریں، بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے اے مومنو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ

ہو جاؤ۔

اور ام المومنین حضرت ام سلمہ حضرت توبہ کو روایت کرتے ہوئے بیان کرتی ہیں کہ۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلے رات کو بتایا اے ام سلمہ! حضرت کعب بن مالک اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی توبہ نازل ہو چکی ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا میں ان کی طرف پیغام بھیج کر انہیں بشارت نہ دوں؟ آپ نے فرمایا وہ رات کے آخری حصے میں آپ کو نیند سے روک دیں گے لیکن وہ نہیں دیکھتے حتیٰ کہ صبح ہو جائے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی تو آپ نے لوگوں کو بتایا کہ اللہ نے ان لوگوں کو معاف کر دیا ہے یعنی حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن ربیع اور حضرت ہلال بن امیہ کو۔ پس حضرت ابوبکرؓ کوہ سلع پر گئے اور آواز دی کہ کعب کو اللہ نے معاف کر دیا ہے آپ نے یہ بات آپ کو بشارت دیتے ہوئے کہی۔

اور حضرت زبیرؓ بن العوام اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے نشیب میں گئے۔ اور آپ نے حضرت زبیرؓ کی آمد سے قبل حضرت ابوبکرؓ کی آواز سنی اور ابوالاعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، بنی واقف میں حضرت ہلال کو بشارت دینے گئے اور جب آپ نے انہیں بتایا تو وہ سجدہ ریز ہو گئے۔ سعید کا بیان ہے کہ میں نے خیال کیا کہ جب تک ان کی جان نہ نکل گئی یہ سر نہیں اٹھائیں گے اور آپ غم کے باعث رونے کی نسبت زیادہ خوش تھے حتیٰ کہ آپ کے بارے میں خوف پیدا ہو گیا اور لوگ آپ کو مبارکباد دینے آئے اور آپ ضعف و غم زدہ ہونے کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک چل کر نہ جا سکے حتیٰ کہ گدھے پر سوار ہوئے۔ اور حضرت مرارہ بن الربیع کو بشارت دینے والے حضرت سلکان بن سلامہ ابو نائلہ اور حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش تھے یہ دونوں بنی عبد الاشہل سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کو آئے پھر حضرت مرارہ کے پاس جا کر انہیں خبر دی اور حضرت مرارہ آئے حتیٰ کہ سب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔

حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے وادی میں جس گھوڑا دوڑانے والے سوار کی آواز سنی —— وہ حضرت زبیر بن العوام تھے۔ اور جس نے سلع پر چڑھ کر آواز دی —— حضرت کعب بیان کرتے ہیں —— وہ اسلم کا ایک شخص تھا جسے حمزہ بن عمرو کہا جاتا ہے اس نے مجھے بشارت دی، آپ کا بیان ہے کہ جب میں نے اس کی آواز سنی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اسے اس کی بشارت کی وجہ سے پہنا دیئے اور قسم بخدا اس وقت ان دونوں کپڑوں کے سوا کچھ نہ تھا پھر میں نے حضرت ابوقتادہ سے دو کپڑے عاریتاً لیے اور انہیں زیب تن کیا، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے قصد سے نکلا اور لوگ مجھے توبہ کی مبارکباد دیتے ملے وہ کہتے آپ کو مبارک ہو کہ اللہ نے آپ کو معاف کر دیا ہے حتیٰ کہ میں مجلس میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد لوگ بیٹھے ہوئے تھے پس حضرت طلحہؓ میرے پاس آئے اور مجھے سلام کیا اور مبارکباد دی اور آپ کے سوا مہاجرین میں سے کوئی شخص میرے پاس نہ آیا اور حضرت کعب، حضرت طلحہ کی یہ بات نہ بھولتے تھے۔

حضرت کعب کا بیان ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا تو آپ کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا آپ نے مجھے فرمایا:

جب سے تیری ماں نے تجھے جنم دیا ہے اس وقت سے جو بہترین دن تجھ پر گزرا ہے اس کی تجھے بشارت ہو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے: تمہیں اس بہترین دن کی طرف آؤ جس کا آفتاب تجھ پر کبھی طلوع نہیں ہوا، حضرت کعب نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا یہ معافی آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ آپ کا بیان ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ روشن ہو جاتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور آپ کی یہ بات مشہور تھی پس جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

میں نے اللہ اور اس کے رسول کے حضور جو توبہ کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنے مال سے دستکش ہو کر اسے اللہ اور اس کے رسول کے حضور پیش کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو یہ تمہارے لیے بہتر ہے میں نے عرض کیا میں اپنے خیبر کے حصے کو محفوظ رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا نصف کو محفوظ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا تیسرے حصے کو محفوظ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت کعب نے کہا یا رسول اللہ میں اپنے خیبر کے حصے کو بھی وقف کرتا ہوں حضرت کعب کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی ہے اور میں نے اللہ کے حضور جو توبہ کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں سچ بولوں۔ حضرت کعب کا بیان ہے کہ:

> خدا کی قسم جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کی مجھے کسی شخص کے متعلق معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے راست گفتاری میں اس کی مجھ سے بڑھ کر آزمائش کی ہو۔ خدا کی قسم جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کی ہے میں نے آج کے دن تک جھوٹ کا قصد نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بقیہ زندگی میں بھی مجھے محفوظ رکھے گا۔

اور حضرت کعب شاعر تھے آپ نے کہا:

> میرا رب پاک ہے اگر وہ میری لغزشوں کو معاف نہ کرے تو میں نقصان اٹھاؤں اور قول و عمل تباہ ہو جائے۔

پھر حضرت کعب نے بیان کیا، خدا کی قسم جب سے اللہ نے اسلام کی طرف میری راہنمائی کی ہے، اللہ نے جو بھی مجھ پر انعام کیا ہے میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولنے سے بڑھ کر عظمت نہیں ہوئی اگر اس دن میں آپ سے جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جیسے آپ سے جھوٹ بولنے والے

ہلاک ہوئے۔ جن لوگوں نے آپ سے جھوٹ بولا اللہ نے آپ پر وحی نازل کر کے ان کے بارے میں بہت کچھ بیان دیا ہے۔

سیحلفون باللہ لکم .... فان اللہ لا یرضی عن القوم الفٰسقین[۱]

(ترجمہ) عنقریب جب تم ان کی طرف پلٹ گئے تو وہ آپ کے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو پس تم ان سے اعراض کرو بلاشبہ وہ پلید ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کی جزا میں جہنم ان کا ٹھکانہ ہے ..... وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ لیکن اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بلاشبہ اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوگا

حضرت کعب کا بیان ہے کہ تین آدمی ان لوگوں کے حلف سے پیچھے رہ گئے جن کے عذر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت قبول کر لیا جب انہوں نے قسمیں کھائیں اور انہیں معذور قرار دیا اور ان کے لیے بخشش طلب کی اور رسول اللہ صلی اللہ

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۳۴ تا ۶۳۵، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۹ تا صفحہ ۱۰۵۶، سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۵۹ تا صفحہ ۱۶۱، امتاع الاسماع صفحہ ۴۸۹ تا صفحہ ۴۹۴، زاد المعاد جلد ۳ صفحہ ۱۲ تا صفحہ ۲۲، البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۲۲ تا صفحہ ۲۵، جوامع السیرۃ صفحہ ۲۵۸، تاریخ طبری جلد ۳، الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ تا صفحہ ۱۹۳، تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۱۱، تاریخ ابن خلدون جلد ۴ صفحہ ۸۴۴

بہجۃ المحافل جلد ۲ صفحہ ۳۵ تا صفحہ ۴۰

حیات محمد صفحہ ۴۶۰ تا صفحہ ۴۶۱

سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۸ تا صفحہ ۱۶۲

طبقات الکبری ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۶۶

علیہ وسلم نے ہمارے معاملے کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق جو فیصلہ کرنا تھا کیا۔[۱]

تبوک سے آمد کی تاریخ | واقدی نے بیان کیا ہے کہ مؤرخین نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان ۹ھ میں مدینہ آ گئے اور فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اس سفر میں اجر و نیکی عطا فرمائی اور ہمارے بعد جو اس میں ہمارے شریک ہوئے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ سفر اور شدتِ سفر نے آپ کو تکلیف دی اور آپ لوگوں کے بعد اس میں آپ کے شریک کون ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ ہم نے جو سفر بھی کیا اور جس وادی میں بھی اترے وہ ہمارے ساتھ تھے ان کو مرض نے روک رکھا تھا، اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہی فرماتا ہے:

وما کان المومنون لینفروا کافۃ[۲]

(مومن ایسے نہیں کہ وہ سب کے سب چل پڑیں۔)

پس ہم ان کے غازی ہیں اور وہ ہمارے بیٹھنے والے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ہمارے ہتھیاروں کی نسبت ان کی دعا ہمارے دشمن میں زیادہ اثر انداز ہے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ مسلمان اپنے ہتھیار فروخت کرنے لگے اور کہنے لگے جہاد ختم ہو گیا ہے اور ان میں سے طاقتور اپنی زائد قوت کے باعث انہیں خریدنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے انہیں اس بات سے منع فرمایا اور فرمایا ہمیشہ ہی میری امت کا ایک گروہ حق پر جہاد کرتا رہے گا حتیٰ کہ دجال خروج کرے گا۔

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۵۶ [۲] توبہ - ۱۲۲

ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ علی بن طلحہ والبی نے بحوالہ حضرت ابن عباس اللہ تعالیٰ کے قول و آخرون اعترفوا بذنوبهم ...... ان اللہ ھو التواب الرحیم[1] کے بارے میں بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے والے دس آدمی تھے اور جب وہ آپ کی واپسی پر آئے تو ان میں سے سات آدمیوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو آپ نے دریافت فرمایا یہ کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا حضرت ابولبابہ اور ان کے وہ اصحاب ہیں جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ آپ انہیں کھول دیں اور انہیں معذور قرار دیں آپ نے فرمایا قسم بخدا میں نہ انہیں کھولوں گا اور نہ معذور قرار دوں گا حتیٰ کہ اللہ انہیں آزاد کردے انھوں نے مجھ سے بے رغبتی کی ہے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ سے تخلف کیا ہے پس جب انہیں اس کی اطلاع ملی تو وہ کہنے لگے ہم اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے حتیٰ کہ ہمیں اللہ ہی کھولے گا پس اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری و آخرون اعترفوا بذنوبهم ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ عسیٰ کا لفظ جب اللہ کے بارے میں ہو تو اس کا مفہوم واجب کا ہوتا ہے پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف آدمی بھیجا اور انہیں کھول دیا اور ان کو معذور قرار دیا اور وہ اپنے اموال لے کر آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ یہ ہمارے اموال ہیں انہیں ہماری طرف سے خیرات کر دیں اور ہمارے لیے بخشش طلب کریں آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اموال لینے کا حکم نہیں دیا گیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

خذ من اموالہم صدقۃ ...... واللہ علیم حکیم[2]

(ترجمہ) ان اموال سے صدقہ لیجیے جو ان کی تطہیر و تزکیہ کرے گا اور آپ

---

[1] توبہ - ۱۰۲ [2] توبہ ۱۰۲ ، ۱۰۳

کے لیے دعا کیجیے آپ کی دعا ان کے لیے سکون کا باعث ہوگی اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے ...... کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات لیتا ہے اور اللہ توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے ...... اور کہہ دیجیے عمل کرو پس عنقریب اللہ اور اس کا رسول اور مومنین تمہارے اعمال کو دیکھیں گے اور عنقریب تم کو عالم حاضر و غیب کی طرف لوٹایا جائے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کے متعلق تمہیں بتائے گا ..... اور کچھ اور لوگ ہیں کہ امر الٰہی تک موخر کیا گیا ہے خواہ وہ انہیں عذاب دے یا انہیں معاف کر دے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ موخر کیے گئے لوگ وہی تین ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے نہ باندھا تھا انہیں موخر کیا گیا حتیٰ کہ قول الٰہی ——— لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین خلفوا ——— تک نازل ہوا اور اسی طرح عطیہ بن سعید العوفی نے بھی اسے بحوالہ حضرت ابن عباس ایسے ہی بیان کیا ہے۔

اور حضرت سعید بن المسیب، مجاہد اور محمد بن اسحٰق نے حضرت ابولبابہ کے واقعہ کو اور بنی قریظہ کی جنگ میں آپ کا جو معاملہ ہوا نیز آپ کے اپنے آپ کو باندھنے کے واقعہ کو بیان کیا ہے حتیٰ کہ آپ کو معافی ہو گئی پھر اسی طرح آپ غزوہ تبوک سے بھی پیچھے رہ گئے حتیٰ کہ اللہ نے آپ کو معاف کر دیا نیز آپ نے اپنے سارے مال کو صدقہ کر کے اس سے دستکش ہونا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا ——— آپ کو اس میں سے ثلث کفایت کرے گا ——— مجاہد اور ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بارے ہی میں یہ آیت و آخرون اعترفوا بذنوبہم نازل ہوئی ہے حضرت سعید بن المسیب کا بیان ہے کہ اس کے بعد اسلام میں آپ سے بھلائی کا ہی ظہور ہوتا رہا رضی اللہ عنہ

اور بیہقی نے ابو احمد زبیری کے طریق سے عن سفیان ثوری عن سلمہ بن کہیل عن عیاض بن عیاض عن ابیہ عن ابن مسعود روایت کی ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا بلاشبہ تم میں منافقین بھی ہیں پس میں جس کا نام لوں وہ کھڑا ہو جائے، اے فلاں کھڑے ہو جاؤ، اے فلاں کھڑے ہو جاؤ، حتیٰ کہ آپ نے ۳۶ آدمی گنے پھر فرمایا بلاشبہ تم میں منافقین موجود ہیں تم اللہ سے عافیت کی دعا کرو، راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو سر ڈھانپے ہوئے تھا اور آپ کے اور اس کے درمیان جان پہچان تھی آپ نے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے آپ کو اس بات سے باخبر کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی آپ نے فرمایا بقیہ دن تیرے لیے ہلاکت ہو۔

ابن کثیر کا بیان ہے میں کہتا ہوں کہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے چار قسم کے لوگ تھے۔

(۱) ثواب حاصل کرنے والے جیسے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت ابن ام مکتوم۔

(۲) معذور، جیسے کمزور اور مریض اور تنگدست تھے اور یہی رونے والے تھے۔

(۳) نافرمان گنہگار، یہ تین آدمی تھے حضرت ابولبابہ اور آپ کے مذکورہ اصحاب۔

(۴) اور دوسرے قابل ملامت اور قابل مذمت لوگ، اور یہی منافقین تھے[1]

منافقین کے لیڈر ابن ابی کی وفات

تبوک کے سال ماہ شوال میں منافقین کا لیڈر ابن ابی بیمار ہوا اور وہ ذوالقعدہ میں فوت ہوگیا، وہ بیس دن بیمار رہا اور ان ایام میں رسول کریم

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۲۳، ۲۴

صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کرتے رہے اور جس روز اس کی وفات ہوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے تو وہ جان دے رہا تھا آپ نے فرمایا میں نے تجھے یہود کی محبت کرنے سے روکا تھا عبداللہ بن ابی نے کہا اسعد بن زرارہ نے ان سے نفرت کی تو اسے کوئی فائدہ نہ ہوا پھر ابن ابی کہنے لگا یا رسول اللہ یہ عتاب کا وقت نہیں ہے اگر میں مر جاؤں تو میرے غسل میں شامل ہونا اور مجھے اپنی قمیص عطا فرمائیے اس میں مجھے کفن دیا جائے تو آپ نے اسے اوپر کی قمیص عطا فرمائی —— آپ دو قمیصیں پہنے ہوئے تھے ..... اس نے کہا جو آپ کی کھال کے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ قمیص دیجیے تو آپ نے اسے اپنی وہ قمیص اتار کر دے دی جو آپ کی کھال کے ساتھ لگی ہوئی تھی پھر اس نے کہا میرا جنازہ پڑھنا اور میرے لیے بخشش طلب کرنا اور حضرت جابر بن عبداللہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ابی کی موت کے بعد اس کی قبر کے پاس آئے اور آپ کے حکم سے اسے نکالا گیا اور آپ نے اس کے چہرے کو کھولا اور اپنا لعاب دہن اس پر لگایا اور اسے گھٹنوں تک اپنے سہارا دیا اور اسے اپنی قمیص پہنائی —— اور آپ دو قمیصیں پہنے ہوئے تھے —— اور آپ نے اسے وہ قمیص پہنائی جو آپ کی کھال کے ساتھ لگی ہوئی تھی اور ہمارے نزدیک پہلی روایت زیادہ معتبر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے غسل و کفن میں شامل ہو گئے، پھر اسے جنازہ گاہ کی طرف لے جایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے آگے بڑھے، جب آپ اٹھے تو حضرت عمر بن الخطاب نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ابن ابی کا جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن یہ باتیں کی تھیں آپ نے اس کی باتیں آپ کو گن گن کر بتائیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا اے عمرؓ! ان باتوں کو مجھ سے پیچھے کرو اور جب حضرت عمرؓ نے آپ سے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے اور میں نے اختیار لے لیا ہے اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اگر میں نے

اسے بخش دیا جائے تو میں ستر سے زیادہ دفعہ استغفار کرتا ۔ اور وہ اللہ کا یہ قول ہے

استغفر لهم ۔۔۔۔۔۔۔ لن یغفر اللہ لهم[1]

(ترجمہ) آپ ان کے لیے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لیے ستر دفعہ بخشش طلب کریں اللہ ہرگز ان کو نہیں بخشے گا ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ستر دفعہ سے زیادہ استغفار کروں گا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر واپس آ گئے اور تھوڑا وقت ہی گزرا تھا کہ براءت کی یہ آیات نازل ہوئیں ۔

ولا تصل علی احد منهم ۔۔۔۔۔۔ فهم لا یفقهون[2]

(ترجمہ) اور ان میں سے جو کوئی مر جائے آپ اس کے لیے کبھی دعا نہ کریں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے اور وہ حالت کفر میں مرے ہیں ۔۔۔۔۔۔ اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ انہیں ان کے ذریعے دنیا میں عذاب دینا چاہتا ہے اور ان کی روحیں کفر کی حالت میں نکلیں گی ۔۔۔۔ جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے صاحب ثروت لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہنے لگے ہمیں بیٹھنے والوں کے ساتھ رہنے دیجیے ۔۔۔۔۔ انہوں نے عورتوں کے ساتھ رہنا پسند کیا اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور وہ نہیں سمجھتے ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابن ابی کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] سے حتیٰ کہ یہ آیت ولا تصل علی احد منهم نازل ہوئی

---

[1] توبہ ۔ ۸۰

[2] توبہ ۔ ۸۴ تا ۸۷

اور اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی پہچان کرا دی گئی ہیں ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ مجھے اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جرأت کرنے پر تعجب ہوا۔ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

حضرت مجمع بن جاریہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی جنازہ پر اتنا لمبا وقت ٹھہرتے نہیں دیکھا جتنا لمبا وقت آپ نے ابن ابی کے جنازہ پر لگایا پھر لوگ باہر نکلے حتی کہ اس کی قبر تک پہنچ گئے اور اُسے اس چارپائی پر بٹھایا گیا جس پر آل نبیط کے مردے اٹھائے جاتے تھے اور حضرت انس بن مالک فرمایا کرتے تھے میں نے چارپائی پر ابن ابی کو دیکھا اس کے دونوں پاؤں اس کی لمبائی کی وجہ سے چارپائی سے باہر نکلے ہوئے تھے۔

اور حضرت عمرہ بیان کرتی ہیں۔ ہم ابن ابی کے ماتم[1] میں حاضر ہوئیں اوس اور خزرج کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو وہاں نہ ہو اس کی بیٹی جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی « واجبلاہ » کہتے ہوئے آئی ——— اسے نہ کوئی منع کرتا تھا اور نہ کوئی اس پر عیب لگاتا تھا ——— واجبلاہ واركناہ۔ عمرہ نے بیان کیا ہے کہ اُسے اس کی قبر تک لے جایا گیا۔

اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری بیان کیا کرتے تھے۔ ہم نے اس کی چارپائی کے نزدیک ہونے کی کوشش کی مگر ہم نے اس کی قدرت نہ پائی اور ان منافقین نے اس پر غلبہ پا لیا۔ اور وہ منافق ہونے کے باوجود اظہار اسلام کرتے تھے۔ اور وہ بنی قینقاع وغیرہ میں سے تھے۔ سعد بن حنیف، زید بن اللصیت، سلامہ بن ابی الحمام، نعمان بن ابی عامر، رافع بن حرملہ، مالک بن ابی نوفل، داعس اور سوید جیسے

---

[1] ماتم: لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں اور اس لفظ کا زیادہ تر اطلاق اس مجمع پر ہوتا ہے جو غم اور خوشی کے لیے ہو۔ (مترجم)

خبیث منافق تھے اور یہی وہ لوگ تھے جو اسے تعریض کرتے تھے اور اس کے بیٹے عبداللہ پر ان کے دیکھنے سے بڑھ کر کوئی بات گراں نہ تھی اور اس کی دوستی تھی اور اس کا بیٹا ان کے رستے دروازہ بند کر دیتا تھا اور وہ یہی کہا کرتا تھا ان کے سوا دوسرے لوگ میرے نزدیک نہیں آتے نیز وہ کہتا قسم بخدا تو مجھے پیاس کے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہے اور وہ کہتے کاش ہم تجھ پر اپنی جانیں اور اموال اولاد قربان کرتے پس جب وہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر انہیں دیکھنے لگے تو انہوں نے اس کی قبر میں اترنے کے لیے ازدحام کیا اور آوازیں بلند ہوئیں حتیٰ کہ وہ جس کی ناک پر چوٹ لگی اور حضرت عبادہ تو انہیں ہٹا رہے تھے اور کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرو حتیٰ کہ وہ جس کی ناک کو چوٹ لگی اور خون بہہ پڑا۔ وہ اس کی قبر میں اترنا چاہتا تھا پس اسے ہٹا دیا گیا اور اس کی قوم کے اہل فضل و اسلام اترے اور جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اس کا جنازہ پڑھا ہے اور اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اس کے پاس کھڑے ہیں تو اس کا بیٹا عبداللہ (جو صحابہ کے بہترین افراد میں سے تھا) اور حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت اوس بن خولی اس کی قبر میں اترے اور اوس بنو عوف میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ اسے قبر میں اتارنے لگے حالانکہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے تھے۔

اور مجمع بن جاریہ کا خیال ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ رہے ہیں پھر آپ قبر پر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ اسے دفن کر دیا گیا اور آپ نے اس کے بیٹے سے تعزیت کی اور واپس آ گئے اور حضرت عمرو بن امیہ کہا کرتے تھے آپ کے اصحاب ان منافقین سے نہیں ملے یہ وہ لوگ تھے جو قبر میں ڈالتے تھے اور کہتے تھے کاش ہم اپنی جانیں تجھ پر قربان کرتے اور تجھ سے پہلے مرتے اور وہ اپنے سروں پر مٹی ڈالتے اور

جس نے اس کی اچھی بات بیان کی اس لئے کہ یہ محتاج لوگ تھے اور وہ ان سے حسنِ سلوک کیا کرتا تھا۔[1]

اور بعض اہلِ حدیث و سیرت نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی سے جو حسنِ سلوک کیا وہ اس کے بیٹے کے اکرام کے لیے کیا کیونکہ اس نے آپ سے اس کا مطالبہ کیا تھا اور اس نے جب بھی آپ سے مطالبہ کیا آپ نے فرمایا نہیں اور آپ نے اُسے جو قمیص پہنائی وہ بدلے کے طور پر تھی کیونکہ اس نے بدر کے روز حضرت عباس کو قمیص پہنائی تھی اور اس وقت حضرت عباس کے پاس کوئی کپڑا نہ تھا اور لوگوں نے دیکھا کہ عبد اللہ بن ابی کی قمیص آپ کو پوری آتی ہے تو اس نے آپ کو پہنا دی جیسا کہ بخاری نے اسے بحوالہ جابر صحیفہ سے بیان کیا ہے اور روایت کی گئی ہے کہ ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا احسان تھا پس آپ نے اُسے بدلہ دینا پسند کیا اور روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کو اس کے فعل کا بدلہ دیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ کے مقابلے میں میری قمیص اور میری دعا اُسے کیا فائدہ دے گی، خدا کی قسم مجھے اُمید ہے کہ اس کے ذریعے اس کی قوم کا ایک ہزار آدمی اسلام قبول کرے گا اور روایت کی گئی ہے کہ جب انہوں نے اُسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے برکت حاصل کرتے دیکھا تو اس کی موت کے بعد اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کیا اور نووی کے بیان کے مطابق اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارمِ اخلاق کا عظیم بیان ہے آپ کو اس منافق کی ایذا کا علم تھا اور آپ نے نیکی سے اس کا مقابلہ کیا اور اپنی قمیص اُسے پہنائی اور اس کا جنازہ پڑھا

---

[1] مغازی الواقدی صفحہ ۱۰۵۶ تا صفحہ ۱۰۶۰

اور اس کے لیے استغفار کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وانک لعلیٰ خلق عظیم[1]۔ بلاشبہ آپ عظیم اخلاق کے حامل ہیں۔

ابن العربی نے ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن ابی کے جنازہ پڑھنے پر حضرت عمر بن الخطاب کے تعجب کرنے پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ گیارہ مقامات پر تلاوۃً اور معنًا حضرت عمرؓ نے اپنے رب سے موافقت کی ہے ان میں سے ایک یہ واقعہ ہے اور اللہ کے قول عسیٰ ربہ ان طلقکن اور یہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ اور حجاب کے بارے میں اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں اور یہ سب واقعات صحیح میں موجود ہیں اور آیۃ المومنین کے بارے میں جیسا کہ ابو داؤد طیالسی نے اسے علی بن زید کی حدیث سے روایت کیا ہے: میں نے اپنے رب سے اس وقت موافقت کی جب ثم انشأناہ خلقاً آخر نازل ہوئی۔ میں نے کہا تبارک اللہ احسن الخالقین اور یہ آیت نازل ہوئی اور ابن ابی حاتم نے اسے اپنی تفسیر میں بحوالہ حدیث انس بیان کیا ہے اور تحریم خمر کے بارے میں بھی جیسا کہ اصحاب سنن اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لیے تسلی بخش وضاحت فرما تو اللہ نے اس کی تحریم کے بارے میں حکم نازل فرمایا اور اللہ کے قول من کان عدواً للہ وملائکتہ والآیۃ کے بارے میں بغوی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اسے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی حدیث سے بیان کیا ہے اور ان میں سے منافقین کے لیے استغفار کرنے کا واقعہ بھی ہے جیسا کہ طبرانی نے حضرت ابن عباس کی حدیث سے بیان کیا ہے آپ نے بیان کیا ہے — . . ——— کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے لیے بکثرت استغفار کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا آپ کا ان کے لیے استغفار کرنا

---

[1] القلم آیت ۴

برابر ہے۔

قرآن اور منافقین

غزوۂ تبوک میں منافقین کے اعمال بہت نمایاں ہوئے اس لیے قرآن کریم نے ان کو ذلیل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے بارے میں باقی سے زیادہ آیات نازل کی ہیں اور یہ سورۃ براءت میں ہیں جس کے ناموں میں سے ایک نام (الفاضحۃ) بھی ہے اس لیے کہ اس نے ان منافقین کو ذلیل و رسوا کیا ہے۔

ان آیات میں سے اللہ کا یہ قول بھی ہے:

یا ایہا الذین امنوا ۔۔۔۔۔۔۔ فما متاع الحیاۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل[1]

(ترجمہ) اے مومنو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف جھک جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے اور متاع حیات دنیا آخرت کے مقابلے میں تھوڑا ہی ہے۔

الا تنفروا ۔۔۔۔۔۔۔۔ واللہ علی کل شیء قدیر[2]

(ترجمہ) اگر تم نہ نکلے تو اللہ تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہارے بدلے میں کوئی اور قوم لے آئے گا اور تم اُسے کچھ بھی نقصان نہ دو گے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

الا تنصروہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ واللہ عزیز حکیم[3]

(ترجمہ) اگر تم نے اس کی مدد نہ کی تو اللہ نے اس کی اس وقت مدد کی ہے جب اُسے کفار نے نکالا (وہ) دو میں سے دوسرا تھا جب وہ دونوں

---

[1] توبہ ۳۸

[2] توبہ ۳۹ - [3] توبہ ۴۰

غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور ایسی فوج سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے نہ دیکھا اور کفار کے بول کو پست کر دیا اور اللہ کا بول بالا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متخلف ہونے پر ان منافقین کے جھوٹ کو کھولتے ہوئے بیان کیا ہے:

لو کان عرضا قریبا ...... واللہ یعلم انہم لکاذبون۔[1]

(ترجمہ) اگر سامان قریب ہوتا اور سفر میانہ ہوتا تو البتہ وہ تیرے پیچھے چلتے لیکن دراز ہی سفر انہیں دور لگا اور وہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمہارے ساتھ نکلتے وہ اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ——— اس لیے کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی اور ان کے عذر کو قبول فرمایا، فرمایا ہے:

عفا اللہ عنک ...... وتعلم الکاذبین[2]

(ترجمہ) اللہ تجھے معاف فرمائے تو نے انہیں کیوں اجازت دی حتی کہ تیرے سامنے سچ بولنے والے ظاہر ہو جاتے اور تو جھوٹوں کو جان لیتا۔

لا یستاذنک الذین ...... واللہ علیم بالمتقین[3]

(ترجمہ) تجھ سے وہ لوگ اجازت طلب نہیں کرتے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کریں اور اللہ تقویٰ شعاروں کو جانتا ہے۔

---

[1] توبہ ۔ ۴۲ [2] توبہ ۔ ۴۳ [3] توبہ ۔ ۴۴

إنما يستأذنك الذين ...... فهم في ريبهم يترددون[1]

(ترجمہ) آپ سے صرف وہ لوگ اجازت طلب کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں ہیں اور وہ اپنے شک میں متردد ہیں۔

ولو أرادوا الخروج ...... وقيل اقعدوا مع القاعدين[2]

(ترجمہ) اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے سامان تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کے اٹھنے کو ناپسند کیا اور انھیں روک دیا اور کہا گیا بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔

لو خرجوا .... والله عليم بالظالمين[3]

(ترجمہ) اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہیں فساد میں بڑھا دیتے اور تمہارے درمیان تمہارے واسطے فتنہ کے خواہاں ہو کر گھوڑے دوڑاتے، اور تم میں ان کی ماننے والے بھی ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔

قرآن کریم نے ان منافقین کے برے باطن کا ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اسلامی فوج کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہلاک کرنے کی کوششیں کیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد ابتغوا الفتنة ...... وهم كارهون[4]

(ترجمہ) انھوں نے آپ سے پہلے فتنہ کی خواہش کی اور آپ کے لیے کاموں کو الٹ پلٹ دیا حتیٰ کہ حق آگیا اور خدا کا حکم ظاہر ہو گیا اور وہ ناخوش تھے۔

---

[1] توبہ - ۴۵ [2] توبہ - ۴۶ [3] توبہ - ۴۷

[4] توبہ - ۴۸

پھر قرآن کریم نے ان کے ایک بڑے لیڈر الجد بن قیس کی رسوائی کی ہے — جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے جہاد کی رغبت دلائی تو اس نے کہا کہ آپ مجھے اجازت دے دیں گے! ورنہ فتنہ میں نہیں ڈالیں گے۔ خدا کی قسم میری قوم کو معلوم ہے کہ اگر میں نے رومیوں کی عورتوں کو دیکھ لیا تو میں ان کے بارے میں صبر نہ کر سکوں گا۔

ومنهم من يقول .... وان جهنم لمحيطة بالكافرين[1]

اور ان منافقین کے بارے میں جو جنگ میں قدرت کے باوجود پیچھے رہ گئے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیاب واپسی کے بعد جھوٹے عذر کرتے ہوئے آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يعتذرون اليكم .... فينبئكم بما كنتم تعملون[2]

(ترجمہ) جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے تو وہ تم سے عذر کریں گے، کہہ دیجئے عذر نہ کرو ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو تمہارے حالات سے باخبر کر دیا ہے اور عنقریب اللہ اور اس کا رسول تمہارے عمل کو دیکھیں گے پھر تمہیں عالم غیب و حاضر کی طرف لوٹایا جائے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سے تمہیں باخبر کرے گا[2]

سيحلفون بالله لكم .... كانوا يكسبون[3]

(ترجمہ) جب تم ان کی طرف لوٹو گے تو وہ تم سے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو بلاشبہ وہ پلید ہیں اور وہ جو کرتے ہیں اس کی جزاء میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

يحلفون لكم لترضوا عنهم .... فان الله لا يرضى عن القوم الفاسقين[4]

---

[1] توبہ: ۴۹ [2] توبہ: ۹۴ [3] توبہ: ۹۵

[4] توبہ: ۹۶

(ترجمہ) وہ تم سے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے اعراض کرو پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اللہ فاسقین کی قوم سے راضی نہ ہوگا

ان کے علاوہ بھی سورۃ براءت (التوبۃ) کچھ آیات کو متضمن ہے۔

جزیرہ عرب پر اسلام کا تسلط

غزوۂ تبوک سے واپسی فوج کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیاب واپسی کے بعد اسلام نے جزیرہ عرب کی تمام اطراف میں جنوب سے شمال تک اور مشرق سے مغرب تک اپنے قدم جما لیے اور جزیرہ میں چھوٹی چھوٹی سست پاکٹوں کے سوا اسلام سے دشمنی کرنے والا کوئی دشمن باقی نہ رہا یہ پاکٹیں جزیرہ عرب کے جنوب مغرب کے دوردراز علاقے میں واقع تھیں۔

اور یہ پاکٹیں نجران اور یمن کے جنوب کے دوردراز علاقے بلاد مذحج میں واقع تھیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پاکٹوں کی طرف دو بہادروں حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت خالدؓ بن ولید کو بھیجا۔ حضرت علیؓ کو یمن کی طرف اور حضرت خالد کو نجران میں بنی حارث کی طرف بھیجا گیا یہ ہجرت کے دسویں سال کا واقعہ ہے اور دونوں کمانڈروں میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی طرف کو جس طرف انہیں بھیجا گیا تھا، جھکا دیا جیسا کہ اس کی تفصیل اس کتاب میں اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ، ان دونوں فوجی حملوں کے بعد جزیرہ عرب میں تمام فوجی کارروائیوں کا یوں خاتمہ ہو گیا کہ وہاں کوئی اسلام کے اقتدار کے خلاف بغاوت کرنے والا نہ رہا۔ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس میں بعض قبائل نے مدعی نبوت کی تحریک سے یمن، یمامہ اور بنی اسد میں تمرد اختیار کیا اور یہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں ہوا۔ یمن میں اسود عنسی نے تمرد اختیار کیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا ایسے ہی یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے تمرد اختیار کیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اسی طرح بنی اسد میں بھی طلیحہ بن خویلد اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور تمرد

اختیار کیا پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت کی ٹکڑیوں کو ان متمرد مرتدین کو زیر کرنے کا حکم دیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل اسود عنسی کے فتنہ کا خاتمہ ہو گیا اور مسیلمہ کذاب اور طلیحہ بن خویلد کے فتنے کا علاج خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے [illegible] کیا مگر حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں کیا جیسا کہ عنقریب ہماری آئندہ کتاب میں اس کی تفصیل بیان ہوگی انشاء اللہ اور اس کے بعد حروب الردۃ کے بارے میں کتاب آ سکے گی۔

فصل پنجم

- فریضہ حج کے بارے میں نزول قرآن۔
- حضرت ابوبکر صدیق کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں حج کروانا۔
- حضرت علیؓ بن ابی طالب کا مشرکین کو قرآن کے احکام پہنچانا کہ وہ اس سال کے بعد حج نہ کریں۔
- وفود کا سال ۱۰ھ جس میں عرب میں اسلام کا کمال۔
- نجران کے نصاریٰ کے لیڈروں کا مسجد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرنا اور مباہلہ کا واقعہ۔
- مسلمانوں سے صدقہ زکوٰۃ کا جمع کرنا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع کا حج کرنا۔
- حضرت اسامہ کی فوج کو شام کی طرف تیار کرنا۔
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور آپ کا رفیق اعلیٰ سے ملنا۔

غزوۂ تبوک کے بعد سب سے اہم واقعہ اللہ تعالیٰ کا ہجرت کے نویں سال کے آخر میں مسلمانوں پر حج کا فرض کرنا ہے اور اس سال تک حج فرض نہ تھا ور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل مشرکین کے ساتھ حج کیا کرتے تھے اور ہجرت کے بعد آپ نے ایک ہی حج کیا ہے اور یہی اسلامی حج ہے جس کا نام حجۃ الوداع ہے۔

نویں ہجری میں مسلمانوں پر اللہ کے حج فرض کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حج نہیں کیا کیونکہ مشرکین کے کچھ عناصر اس سال حج کیا کرتے تھے اس لیے اللہ بہتر جانتا ہے ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو مسلمانوں کا امیر حج بنا کر بھیجا اور آپ کے ساتھ تین سو مسلمانوں نے حج کیا ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان معاہدہ تھا اور جب فیصلہ ہو گیا کہ تمام جزیرہ عرب شرک کی میل سے پاک ہو اور اس بارے میں سورۃ براءت نازل ہوئی اس سورت کی چالیس آیات نے اسلام اور بت پرستی کے درمیان تعلقات کو بیان کیا ہے اور ان آیات میں اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن کی بیان کردہ مدت کے بعد جزیرہ عرب میں شرک کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے ۔

چونکہ معاہدہ کی پاسداری اسلام کے اخص خصائص میں سے ہے اس لیے قرآن نے ——— جب ان مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دی جن کا کوئی عہد تھا تاکہ ان میں انہیں اسلام میں داخل ہونے یا جزیرہ عرب کو چھوڑ دینے کی مطلق آزادی حاصل ہو ——— اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ——— جو ان مشرکین سے مختص تھا جن کا ایک مدت تک عہد تھا ——— کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے حتی کہ ان کی مدت ختم ہو جائے جب تک وہ ایسی مخالفت کے مرتکب نہ ہوں جو اس عہد میں مخل نہ ہو جو ان کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہے پھر ——— معاہدہ کے ختم ہونے کے بعد ——— ان پر مشرکین کو انتہاء کرنے والی آیات کا مضمون پوری طرح منطبق کیا جائے اور یہ حکم صریح طور پر سورۃ براءت میں بیان ہوا ہے جو آمدہ کو متضمن ہے اللہ تعالے نے فرمایا ہے :

الا الذین عاهدتم .... ان الله یحب المتقین

(ترجمہ) سوائے ان مشرکین جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے پھر انہوں

نے تم سے کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کو مدد دی ہے بس تم ان سے ان کی مدت تک ان کا عہد پورا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تقویٰ شعاروں سے محبت رکھتا ہے۔

سورۂ براءت، امیر حج حضرت ابوبکرؓ کے مدینہ سے چلے جانے کے بعد نازل ہوئی اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ——— اپنے عمزاد حضرت علی ابن ابی طالب کو ۔۔ ——— مشرکین کو انتباہ کی آیات سنانے کے لیے بھیجا اور حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو طائف کے نزدیک العرج کے علاقے میں پایا۔

اور اصحاب حدیث و سیر نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ سحر کے وقت بمقام العرج میں تھے تو آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصویٰ کے بلبلانے کی آواز سنی اور فرمایا یہ قصویٰ ہے آپ نے دیکھا تو حضرت علیؓ اس پر سوار تھے آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امیر حج مقرر کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا نہیں بلکہ آپ نے مجھے لوگوں کو براءت سنانے کے لیے اور ہر معاہدے والے کے معاہدے کو توڑنے کے لیے بھیجا ہے پس دونوں امیر حج حضرت ابوبکرؓ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص نمائندے حضرت علیؓ مشرکین کو وہ انتباہ پہنچانے کے لیے گئے جو سورۃ براءت میں آیا تھا۔

یہ حج وہ حج، جو حضرت ابوبکرؓ نے امیر ہو کر مسلمانوں کو کروایا یہی اسلام میں پہلا مفروض حج ہے اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ حج میں ان باتوں کی اصلاح کریں جنہیں مشرکین نے خراب کر دیا ہے اور انہوں نے حج میں جو نئی باتیں پیدا کر لی ہیں ان میں ان کی مخالفت کریں، آپ نے حکم دیا کہ آپ کا وقوف روز وقوف کے روز عرفہ میں ہو نہ کہ مزدلفہ میں، اور قریش حج میں عرفہ میں وقوف نہ کرتے تھے وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اسی طرح آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ حکم بھی دیا کہ وہ آفتاب کے غروب ہونے پر عرفہ سے

روانہ ہوں نیز یہ حکم بھی دیا کہ وہ مزدلفہ سے طلوع آفتاب سے قبل حاجیوں کے ساتھ روانہ ہوں۔

حضرت ابو بکرؓ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ آ گئے تھے ——— اور آپ بھی مفرد کا احرام باندھے ہوئے تھے۔ - آپ نے یوم الترویہ سے ایک روز قبل ظہر کے بعد لو[illegible] کو خطبہ دیا یعنی ذوالحجہ کے ساتویں روز اور ہمارے پاس جو مصادر موجود ہیں ہم نے ان میں اس خطبہ کا متن نہیں پایا اور جب یوم الترویہ کا سورج غروب ہو گیا اور یہ آٹھواں دن تھا تو آپ نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے پھر [illegible] منیٰ تک اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہاں ظہر و عصر، مغرب و عشاء اور صبح کی نماز پڑھی اور نو ذوالحجہ کو عرفات کی طرف اس وقت روانہ ہوئے جب سورج ثبیر[1] پر طلوع ہوا اور منیٰ سے سوار ہونے کے بعد آپ نمرہ[2] پہنچے اور وہاں آپ کے ایک خیمے میں اترے اور اس میں قیلولہ کیا اور جب سورج ڈھل گیا تو آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے حتیٰ کہ بطن عرنہ[3] میں پہنچ گئے اور وہاں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں پڑھیں اور سارا دن وہاں جبال اور [illegible] ٹھہرے رہے اور جب سورج غروب ہوا تو حاجیوں کے ساتھ روانہ ہو گئے آپ درمیانی چال چلتے ہوئے مزدلفہ پہنچ گئے اور قزح کی آگ کے نزدیک [illegible] اور جب فجر نمودار ہوئی تو آپ نے فجر کی نماز پڑھی پھر ٹھہر گئے اور جب صبح روشن ہو گئی تو منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے اور آپ اپنے موقف میں فرما رہے تھے۔ اے لوگو! صبح کو روشن کرو اے لوگو صبح کو روشن کرو۔ اور آپ درمیانی چال چلتے ہوئے محسر پہنچ گئے اور آپ نے اپنی اونٹنی کو تیز چلایا اور جب

---

[1] ثبیر: منیٰ کے پاس ایک پہاڑ ہے۔

[2] نمرہ: یاقوت نے بیان کیا ہے کہ یہ عرفہ کی جانب ہے۔

[3] عرنہ: عرفات کے سامنے رواں راستے پر ایک وادی ہے۔

وادیٔ محسر سے گزر گئے تو تیز چلی چال اختیار کر لی اور جب آپ منیٰ پہنچے تو آپ نے جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں ماریں۔ اس کے بعد قربان گاہ کی طرف گئے اور قربانی کی اور سر منڈایا۔ پھر یوم النحر یعنی عید کے دن کو اپنی اونٹنی پر سوار بیٹھنے کی حالت میں خطبہ دیا۔ اور اس کے بعد آپ نے بقیہ مناسک حج کو پورا کیا پھر مدینہ واپس آ گئے۔

مشرکین کو بھیجے جانے والا اعلان

یوم النحر یعنی عید کے دن کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص نمائندے حضرت علی بن ابی طالب جمرہ عقبہ کے پاس کھڑے ہو گئے —— جو حاجیوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے —— اور آپ نے مشرکین کو —— وہ بھی اس سال تک حج کرتے تھے اور یہ ہجرت کا نواں سال تھا —— وہ فیصلے سنا دیے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم کے مطابق کیے تھے، جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ اس سال کے بعد مشرکین کو حج کرنے اور مسجد الحرام کے نزدیک آنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

۲۔ ہر انسان کے لیے برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف کرنا مکمل طور پر ممنوع ہے اور بت پرستوں کے بڑے طریقوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مرد اور عورتیں مکمل طور پر برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔

۳۔ جن مشرکین کا مسلمانوں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا ان کو چار ماہ کی مہلت دی گئی ہے جس میں وہ اپنا آخری فیصلہ کرنے میں آزاد ہوں گے، چاہیں تو وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور چاہیں تو جزیرہ عرب کو چھوڑ کر جس جگہ چاہیں چلے جائیں، بصورت دیگر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں کیونکہ اس مدت کے بعد جزیرہ عرب میں شرک اور مشرکین کے لیے کوئی جگہ نہ ہوگی۔

اب رہے وہ لوگ جن کے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ہے تو انہیں معاہدہ کی مدت کے اختتام تک جزیرہ میں قیام کرنے کا حق حاصل ہے

اور اس کے بعد ان پر تعمیل کا قانون نافذ ہوگا چاہے وہ اسلام میں داخل ہو جائیں یا جزیہ دے کر چھوڑ دیں یا جنگ کریں۔

مشرکین کو یہ انتباہ سورۃ براءت کی چالیس آیات کے نزول کے نتیجے میں ہوا، جو اس انتباہ پر مشتمل ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں۔

ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب سورۃ براءت نازل ہوئی تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لوگوں کو حج کروانے کے لیے بھیجا تھا آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ کاش آپ اسے حضرت ابوبکرؓ کو بھجوا دیتے۔ آپ نے فرمایا — میری طرف سے میرے اہل بیت کا ایک شخص پہنچائے گا — پھر آپ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو بلایا اور فرمایا — سورۃ براءت کے آغاز سے اس واقعہ کو لے جاؤ اور منیٰ میں یوم النحر کو لوگوں میں اعلان کر دو کہ آگاہ رہو کہ کافر جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس سال کے بعد مشرک نہ حج کرے گا اور نہ برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف کرے گا اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاہدہ ہے وہ اس کی مدت تک ہے۔ پس حضرت علیؓ روانہ ہو گئے حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ سے جا ملے اور جب یوم النحر آیا تو حضرت علیؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر وہ اعلان کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا تھا اور جس دن آپ نے ان میں اعلان کیا اس دن سے چار ماہ کی انہیں مہلت دی تا کہ سب لوگ اپنے امن اور ملک کی طرف واپس چلے جائیں پھر کسی مشرک کا کوئی عہد اور معاہدہ نہ ہوگا، جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد ہوگا وہ اس کی مدت تک ہوگا اور اس سال کے بعد کسی مشرک نے حج نہیں کیا اور نہ برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا ہے۔ ؎

؎ البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۳۷، ۳۸ ۔ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۷۷، ۱۰۷۸ ۔ سیرۃ ابن ہشام

اور سورۃ براءت کی معاہدات، نقض عہد اور مشرکین کو دخول مسجد سے روکاوٹ کرنے
والی متعلقہ آیات یہ ہیں:

براءة من الله ورسوله .... إن الله غفور رحيم[1]

(ترجمہ) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے براءت کا
اظہار کیا جاتا ہے جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا ہے پس تم چار ماہ
زمین میں پھر لو اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور
اللہ کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے اور حج اکبر کے روز اللہ اور اس کے
رسول کی طرف سے لوگوں کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ اللہ اور اس کا
رسول مشرکین سے بیزار ہیں پس اگر تم توبہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر
ہے اور اگر تم منہ پھیر لو تو جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں
ہو اور کافروں کو دردناک عذاب کی خبر دے دو، ہاں جن مشرکین
سے تم نے معاہدہ کیا ہے پھر انہوں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں
پہنچایا اور نہ تمہارے خلاف کسی کو مدد دی ہے تو ان کے عہد کو ان
کی مدت تک پورا کرو بلاشبہ اللہ تقویٰ شعاروں سے محبت کرتا
ہے، اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ
قتل کر دو، اور انہیں پکڑ لو اور انہیں گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پر
ان کے لیے بیٹھو پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ
دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو بلاشبہ اللہ بخشنے والا اور بڑا رحم
کرنے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إنما المشركون نجس .... إن الله عليم حكيم[2]

---

[1] توبہ: آیت ۱ تا ۵ [2] توبہ آیت ۲۸

(ترجمہ) مشرکین نجس ہیں پس وہ اس سال کے بعد مسجد الحرام کے نزدیک نہ آئیں۔ اور اگر تم فقر سے خائف ہو تو اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا بلاشبہ اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

غزوۂ تبوک کے بعد جو رجب سنہ ۹ھ میں ہوا اور نجران جنگی کاروائی

حضرت خالد بن ولیدؓ کی فوج نجران کی جانب ...... ربیع الآخر سنہ ۱۰ھ

کا خاتمہ تھا جن کی کمان خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ اسلام نے جزیرہ عرب کی جنوبی جانب کے دور دراز علاقوں کے سوا جزیرے کے تمام علاقوں کو اپنے پروں تلے جمع کر لیا اور وہ دو علاقے یہ تھے یمن میں مذحج کا علاقہ اور نجران میں بنی الحارث کا علاقہ۔ انھوں نے داعی اسلام کو جواب نہ دیا اور نہ ہی اپنے اعلان اسلام کے لیے مدینہ کی طرف اپنے وفود بھیجے جیسا کہ عربوں نے ہجرت کے نویں سال کے دوران میں کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذحج کی طرف جو یمن کے انتہائی جنوب میں رہتے تھے، حضرت علی بن ابی طالب کو اور بنی الحارث کی طرف نجران میں حضرت خالد بن ولید کو بھیجا۔

اور ماہ ربیع الآخر میں سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کمانڈر کی طرف حکم بھیجا کہ وہ نجران کے بنی الحارث کی طرف مارچ کریں ـــــــ یہ لوگ قحطانیوں کے مذحج کا ایک عظیم بطن ہیں اور خوشحال قوت ہیں اور جاہلیت میں ان کی عسکری تاریخ ایک مشہور تاریخ ہے اور حضرت خالد بن ولید نے جس فوج کی کمان کی وہ ایک عظیم فوج تھی۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کمانڈر کو حکم دیا کہ وہ انہیں معذور کرکے ان سے جنگ کی ابتداء کریں اور دیکھ لیں کہ پہلے

انہیں تین بار دعوتِ اسلام دیں پس اگر وہ جواب دیں اور اسلام قبول کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان سے جنگ کریں اور ان کے گھروں کو برباد کر دیں تاکہ ان کے درمیان سے شرک کے آثار مٹ جائیں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے کہ جزیرہ عرب میں شرک اور بت پرستی کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔

ابن اسحق نے بیان کیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الآخر یا جمادی الاول سنہ ۱۰ھ میں حضرت خالد بن ولید کو نجران میں بنی الحارث بن کعب کی طرف بھیجا اور آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل انہیں تین بار دعوتِ اسلام دیں پس اگر وہ قبول کریں تو آپ بھی ان کی بات کو قبول کر لیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے جنگ کریں۔

اور حضرت خالد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا کھلے طور پر اظہار کیا اور اپنی فوج کے ساتھ نجران گئے اور جب وہاں پہنچے تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر عمل کیا اور سب سے پہلے بنی الحارث کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تاکہ آپ ان کے ساتھ جنگ کرنے پر مجبور نہ ہوں۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنی الحارث نے کسی عسکری مقابلہ کا اظہار کیے بغیر دعوتِ اسلام کی بات کو قبول کیا اور اپنے میں سے ایک وفد کو مدینہ بھیجنے کے لیے تیار ہو گئے تاکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اپنے اسلام کی پختگی کر لیں۔

ابن اسحق کا بیان ہے کہ حضرت خالد روانہ ہو کر ان کے پاس آئے اور سواروں کو بھیجا جو ہر طرف چلتے پھرتے تھے اور دعوتِ اسلام دیتے تھے اور کہتے تھے اے لوگو اسلام لاؤ تم محفوظ ہو جاؤ گے پس لوگ اسلام لے آئے اور جس طرف انہوں نے دعوت دی تھی اس میں داخل ہو گئے اور حضرت خالد نے ان میں قیام کیا آپ انہیں اسلام اور اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی کی سنت کی تعلیم دینے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہی حکم دیا تھا کہ اگر وہ مسلمان

ہو جائیں اور جنگ نہ کریں تو انہیں اسلام کی تعلیم دیں۔

حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ پر بنی الحارث کے مسلمان ہو جانے کے بعد آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا:

بسم اللہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خالد بن ولید کی طرف سے

السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں آپ کے ساتھ مل کر اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک! آپ نے مجھے بنی الحارث بن کعب کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تین دن ان سے جنگ نہ کروں اور یہ کہ میں انہیں دعوت اسلام دوں اور اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو میں ان میں قیام کروں اور ان کی بات کو قبول کروں اور انہیں اسلام، کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت کی تعلیم دوں اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کروں۔ میں نے ان کے پاس آ کر انہیں تین دن دعوت اسلام دی ہے جیسا کہ آپ نے مجھے حکم دیا ہے اور میں نے ان میں سواروں کو بھیجا ہے جنہوں نے کہا اے بنی الحارث مسلمان ہو جاؤ پس وہ مسلمان ہو گئے ہیں اور انہوں نے جنگ نہیں کی اور میں ان کے درمیان اقامت پذیر ہوں اور جس بات کا اللہ نے حکم دیا ہے میں انہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور جس سے اللہ نے روکا ہے میں انہیں اس سے روکتا ہوں اور میں انہیں اسلام اور سنت نبوی کی تعلیم دیتا ہوں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب خط لکھا گیا ہے۔ والسلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت خالدؓ بن ولید کے خط کو ایلچی سے لے لینے کے بعد جو جنگ کے

بغیر نجران کے قبائل بنی الحارث کے مسلمان ہونے کو متضمن تھا آپ نے اُسے حکم دیا کہ وہ مدینہ واپس جائے اور ان کے سادات کا ایک وفد بھی اپنے ساتھ لے جائے۔ اور یہ بات اس خط میں تھی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو بھیجا تھا اس میں آپ نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے خالد بن ولید
کی طرف

آپ پر سلامتی ہو میں آپ کے ساتھ مل کر اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد۔ آپ کے ایلچی کے ساتھ آپ کا خط میرے پاس پہنچا۔ آپ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ کے جنگ کرنے سے قبل بنی الحارث بن کعب نے اسلام قبول کر لیا ہے اور آپ نے انہیں جو دعوت اسلام دی ہے اسے انہوں نے قبول کر لیا ہے اور گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ اللہ نے آپ کی ہدایت سے انہیں ہدایت دی ہے پس انہیں بشارت دو اور احتیاط کرو اور ڈراؤ اور آپ کے ساتھ ان کا وفد بھی آئے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کو وصول کرنے کے بعد، جو اس حکم کو متضمن تھا کہ آپ آئیں اور آپ کے ساتھ بنی الحارث کا وفد بھی ہو، حضرت خالد واپس گئے اور آپ کے ساتھ ایک وفد بھی تھا اور یہ بات ذکر کرنے کے لائق ہے کہ بنی عبدالمدان جو خاندانی شرافت میں مشہور ہیں وہ بھی بنی الحارث میں سے تھے اور ان کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

اگر کسی ایسے ہاشمی سے میرا پالا پڑے جس کے ماموں عبدالمدان ہوں

تو میں جس مصیبت سے دوچار ہوں گا وہ میرے لیے حقیر ہو جائے گی لیکن
آؤ دیکھو میری کس نے آزمائش کی ہے ۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت خالد آ گئے تو آپ کے ساتھ بنی الحارث بن کعب کا وفد بھی تھا اس میں قیس بن الحصین ذی الغصہ[1] یزید بن عبد المدان[2] یزید بن المحجل عبداللہ بن قراد زیادی شداد بن عبداللہ القنانی اور عمرو بن عبداللہ الضبابی شامل تھے ۔

جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے تو آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستان کے جوانوں کی تشبیہ ہیں ۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ بنی الحارث بن کعب کے جوان ہیں اور جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوئے تو انہوں نے آپ کو سلام کیا اور کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم وہ لوگ ہو جب انہیں روکا جاتا ہے تو وہ آگے بڑھتے ہیں ؟ انہوں نے خاموشی اختیار کی اور ان میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا آپ نے پھر اس بات کو دہرایا تو ان میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا پھر آپ نے تیسری بار اس بات کو دہرایا تو ان میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا پھر آپ نے چوتھی بار اس بات کو دہرایا تو یزید

---

[1] قیس بن الحصین بن یزید بن قنادہ بن سلمہ بن وہب ابن عبد اللہ بن ربیعہ بن الحارث بن کعب المذحجی الحارثی ۔ یہ ایک سو سال تک اپنی قوم کا سردار رہا اور اسے ذو الغصہ کا نام دیا گیا اس لیے کہ اس کا حلق گلوگیر تھا ۔

[2] یزید کے حالات میں (اسد الغابہ میں) اس سے زیادہ کچھ بیان نہیں ہوا کہ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو وفد کے ساتھ اس کے ایک واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے ۔

عبدالمدان نے کہا ہاں یا رسول اللہ، ہم وہی لوگ ہیں جب انہیں روکا جاتا ہے تو وہ آگے بڑھتے ہیں۔ اس نے یہ بات چار دفعہ کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر خالد نے مجھے نہ لکھا ہوتا کہ تم مسلمان ہو گئے ہو اور تم نے جنگ نہیں کی تو میں تمہارے سروں کو تمہارے پاؤں کے نیچے پھینک دیتا۔

اس موقعہ پر یزید بن عبدالمدان نے آپ کو جواب دیا جو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بات کرنے کی مکمل آزادی دیتے تھے جسے آج کل جمہوریت کہتے ہیں۔ یزید بن عبدالمدان نے آپؐ سے کہا، خدا کی قسم نہ ہم نے آپ کی تعریف کی ہے اور نہ حضرت خالد کی ستائش کی ہے آپ نے پوچھا پھر تم نے کس کی ستائش کی ہے؟ انہوں نے کہا ہم نے اس اللہ عزوجل کی ستائش کی ہے جس نے یا رسول اللہ آپ کے ذریعے ہمیں ہدایت دی ہے تو آپ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے۔

اور بنو الحارث جاہلیت میں معرکوں میں بکثرت فتوحات حاصل کرنے کے باعث ایک مشہور زبردست اور خوفناک قوت تھے اس لیے کہ وہ متحد تھے اور ان کے پاس عقل تھی جو انہیں لوگوں پر ظلم کرنے سے روکتی تھی لیکن جب انہیں جنگ پر مجبور کر دیا جاتا تو وہ اس میں گھس جاتے اور اسے حاصل کر لیتے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا جاہلیت میں جو لوگ تم سے لڑتے تھے تم ان پر کس وجہ سے غلبہ پاتے تھے؟ انہوں نے کہا ہم کسی پر غلبہ نہیں پاتے تھے آپ نے فرمایا ہاں تم اپنے ساتھ لڑنے والے پر غلبہ پاتے تھے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم سے جو جنگ کرتا تھا ہم اس پر غلبہ پاتے تھے ہم اکٹھے رہتے تھے اور الگ الگ نہیں ہوتے تھے اور نہ کسی پر ظلم کا آغاز کرتے تھے آپ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی الحارث بن کعب پر قیس بن الحصین کو امیر مقرر کیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بنی الحارث کا وفد شوال کے بقیہ دنوں یا ذوالقعدہ

کے آ جانے میں اپنی قوم کے پاس واپس آ گیا اور وہ اپنی واپسی کے بعد اپنی قوم میں ابھی چار ماہ ہی ٹھہرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔

رواۃ الحدیث اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ بنی الحارث کے وفد کے مدینہ چھوڑنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی الحارث کی طرف عمرو بن حزم کو بھیجا کہ وہ انہیں دین، سنت اور شعائر اسلام کی تعلیم دیں اور ان سے صدقات لیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے لیے ایک تحریر لکھی جس میں اہم اوامر و نواہی اسلام اور اس کے آداب بھیجے تھے اور بہت سے مسلمان ماہرین قانون کے نزدیک اس خط کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ وہ اسلامی قانون کے بہت سے اصولوں پر مشتمل ہے اور علماء حدیث اس خط پر صحیفہ عمرو بن حزم کا اطلاق کرتے ہیں اور بعض لوگ اس کی سند میں ضعف کے باعث اس سے حجت نہیں پکڑتے اور اکثر لوگ اس سے حجت پکڑتے ہیں۔ اس صحیفہ میں جو ہدایات، اصلاحی باتیں اور آداب بیان ہوئے ہیں ان کی اہمیت کے پیش نظر ہم اللہ کے حکم سے اسے اس جگہ مکمل طور پر بیان کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے وضاحت ہے۔ اے
لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد کو پورا کرو، محمد نبی رسول اللہ

---

[1] عمرو بن حزم بن زید بن لوذان النجاری الخزرجی، آپ کی کنیت ابو الضحاک ہے اور آپ نوجوان صحابہ میں سے تھے آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے خندق کی جنگ لڑی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ۱۷ سال کی عمر میں اہل نجران پر عامل مقرر کیا آپ نے ۵۳ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور آپ سے آپ کے بیٹے محمد اور النضر بن عبد اللہ السلمی اور زیاد بن نعیم الحضرمی نے روایت کی ہے۔ (اسد الغابۃ جلد ۴ صفحہ ۹۹)

صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرو بن حزم کو یمن کی طرف بھیجا تو اُسے یہ وصیت کی کہ اپنے تمام معاملات میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ بلاشبہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو احسان کرنے والے ہیں اور اسے حکم دیا کہ وہ امرِ الٰہی کے مطابق حق کے پابند رہیں اور بھلائی کی بشارت دیں اور انہیں بھی اس کا حکم دیں اور لوگوں کو قرآن سکھائیں اور اس کے دین میں انہیں ماہر بنا دیں اور لوگوں کو منع کریں پس وہ قرآن کو پاک ہونے کی حالت میں چھوئیں اور جو بات ان کے فائدہ اور نقصان کی ہے اس کی اطلاع لوگوں کو بھی دیں اور حق میں لوگوں کے ساتھ نرمی کریں اور ظلم میں ان پر سختی کریں بلاشبہ اللہ نے ظلم کو ناپسند کیا ہے اور اس سے روکا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ آگاہ رہو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور لوگوں کو جنت کی اور جنتی کام کرنے کی بشارت دیں اور لوگوں کو دوزخ سے اور دوزخی کام کرنے سے انتباہ کریں اور لوگوں سے الفت کریں حتیٰ کہ وہ دین کو سمجھیں اور لوگوں کو شعائرِ حج اور اس کے فرائض و سنن کی تعلیم دیں اور اس کے متعلق اللہ نے جو حکم دیا ہے وہ بھی بتائیں، حج اکبر اور حج اصغر، حج اصغر عمرہ کو کہتے ہیں اور لوگوں کو ایک چھوٹے سے کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع کریں۔ سوائے اس کے کہ وہ ایسا کپڑا ہو جس کے دونوں کناروں کو موڑ کر وہ اپنے کندھوں پر ڈال لے اور لوگوں کو ایک کپڑے میں گوٹھ دینے سے منع کریں کہ اس کی فرج کو آسمان تک پہنچا دے اور لوگوں کو اپنی گدی میں اپنے سر کے بالوں کی چوٹی بنانے سے منع کریں جب لوگوں کے درمیان جوش ہو تو قبائل و عشائر کی طرف دعوت دینے سے روکیں بلکہ ان کی دعوت خدائے واحد لاشریک کی طرف ہونی چاہیے پس

جو دعوت الی اللہ کریں اور قبائل و عشائر کی طرف دعوت دیں۔ انہیں
[illegible] واضح کہ وہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت
دیں اور لوگوں کو کلی وغیرہ کرنے اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں
تک دھونے اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھونے کا حکم دیں۔ اور وہ اللہ
کے حکم کے مطابق اپنے سروں کا مسح کریں اور وقت پر نماز پڑھنے کا
حکم دیں اور مکمل رکوع و سجود کرنے اور خشوع کرنے کا حکم دیں اور
صبح کو جھٹپٹے میں اور ظہر کو آفتاب کے ڈھلنے کے وقت اور عصر
کو جب سورج زمین پر پیٹھ پھیر رہا ہو اور مغرب کو رات کی آمد
کے وقت پڑھیں اُسے اتنا مؤخر نہ کریں کہ آسمان میں تارے نمودار
ہو جائیں اور عشاء کو رات کے پہلے حصے میں پڑھیں اور جب
جمعہ کی اذان ہو جائے تو جمعہ کی تیاری کا حکم دیں اور جمعہ کو جاتے
وقت غسل کرنے کا حکم دیں اور آپ نے انہیں غنیمت سے اللہ
کا خمس لینے کا حکم دیا اور اللہ نے مومنین پر جاگیروں کا جو صدقہ
مقرر کیا ہے یعنی چشمے اور بارش سے سیراب ہونے والی زمین سے
عشر اور ڈول سے سیراب ہونے والی زمین سے نصف عشر
لینے کا حکم دیا اور ہر دس اونٹوں پر دو بکریاں اور ہر بیس اونٹوں پر
چار بکریاں اور ہر چالیس گایوں پر ایک گائے اور ہر تیس گایوں
پر تبیعہ، جذع یا جذعہ اور ہر چالیس چرنے والی بکریوں پر ایک بکری
لینے کا حکم دیا یہ اللہ کا فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر صدقہ کے
بارے میں مقرر کیا ہے پس جو نیکی میں بڑھے وہ اس کے لیے بہتر ہے
اور یہودیوں اور نصرانیوں میں سے خالص طور پر مسلمان ہوا اور
دین اسلام اختیار کرے وہ مومنین میں سے ہے اُسے بھی انہیں
کی طرح حقوق حاصل ہیں اور جو ان پر فرض ہیں وہی اس پر بھی ہیں

اور جو شخص اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے گا اسے اس سے پھیرا نہیں جائے گا اور ہر بالغ مرد، عورت، آزاد اور غلام پر پورا ایک دینار یا اس کے بدل کے طور پر کپڑے دینے واجب ہیں اور جو اسے ادا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی امان میں ہوگا اور جس نے روک دیا وہ اللہ اور اس کے رسول اور تمام مومنین کا دشمن ہے۔

صلوات اللہ علی محمد والسلام علیہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[1]

حضرت علی بن ابی طالبؓ کا سریہ یمن کی طرف ...... رمضان ۱۰ھ

بلاد مذحج کے بارے میں جو یمن کے جنوب میں ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ انھوں نے عناد اختیار کیا ہے اور وہ اہل جزیرہ کی طرح اسلام میں داخل نہیں ہوئے پس آپ نے ان کی طرف ایک فوجی دستہ بھیجا ——— حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستے کے لیے حضرت علی بن ابی طالب کو کمانڈر منتخب کیا اور آپ کے لیے تین سو جوانوں پر جو سب کے سب سوار تھے جھنڈا باندھا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ ان مذحج مشرکین کو دعوتِ اسلام پہنچائیں اور ان کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل انہیں اس میں داخل ہونے اور اس کی ہدایت کو اختیار کرنے کی دعوت دیں۔

واقدی، ابن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو رمضان ۱۰ھ میں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ قبا میں پڑاؤ کریں۔ آپ نے وہاں پڑاؤ کیا حتی کہ آپ کے اصحاب مکمل ہو گئے اور اس روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے لواء باندھا

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۳۳-۲۳۹، البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۹۸، ۹۹۔
امتاع الاسماع صفحہ ۵۰۲، ۵۰۳

آپ نے عمامہ لیا اور اسے دوہرا چوہرا کر کے نیزے کے سرے پر باندھا پھر اسے آپ کو دے دیا اور فرمایا لوا یوں ہوتا ہے اور آپ نے انہیں عمامہ کے تحنیک باندھے اور اسے ایک ہاتھ آپ کے آگے رکھا اور ایک بالشت آپ کے پیچھے رکھا پھر فرمایا یوں عمامہ باندھو عمدگی کی ہیئت ہوتی ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت سالم بن زید نے عن ابیہ عن عطاء بن یسار عن ابی رافع مجھ سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھیجا تو فرمایا چلے چلو اور پرواہ نہ کرو۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا جب آپ ان کے صحن میں اتریں تو ان سے جنگ نہ کریں حتیٰ کہ وہ آپ سے جنگ کریں پس اگر وہ آپ سے جنگ کریں تو آپ ان سے جنگ نہ کریں حتیٰ کہ وہ تم میں سے کسی کو قتل کر دیں پس اگر وہ تم میں سے کسی کو قتل کر دیں تو آپ ان سے جنگ نہ کریں حتیٰ کہ ان کو تحمل مزاجی کی طرح مہلت دیں پھر ان سے کہیں کیا تم لا الٰہ الا اللہ کہو گے؟ اگر وہ کہیں ہاں، تو انہیں کہیں، کیا تم اپنے اموال سے صدقہ دو گے جو تم اپنے فقراء کو دیتے ہو؟ اگر وہ کہیں ہاں، تو اس کے سوا ان سے کچھ مطالبہ نہ کریں خدا کی قسم اگر آپ کے ہاتھوں اللہ ایک شخص کو ہدایت دے تو وہ آپ کے لیے ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ تین سو سواروں کے ساتھ قصد مذحج گئے اور ان کے گھوڑے سب سے پہلے گھوڑے تھے جو ان شہروں میں داخل ہوئے پس جب آپ علاقہ میں پہنچے ــــــ اور وہ مذحج[1] کا علاقہ تھا ــــــ تو آپ نے اپنے اصحاب کو متفرق کر دیا اور وہ وہاں کا مال غنائم اور قیدی عورتیں اور بچے[2] اور اونٹ اور بکریاں وغیرہ

---

[1] میں کہتا ہوں اس سے علاقہ اب حربیہ اور امیضا کے درمیان ہے — اور یہ یمن کا علاقہ ہے۔

[2] قیدیوں اور غلامی کے متعلق اسلام کا موقف ہماری کتاب غزوۂ بنو قریظہ میں دیکھیے اس میں غلامی کے متعلق دشمنان اسلام کا رد ہے۔

لائے۔ حضرت علیؓ نے غنائم پر حضرت بریدہ بن الحصیب کو مقرر کیا اور لوگوں سے جنہیں جنگ سے قبل جو کچھ ملا وہ آپ کے پاس لے آئے پھر آپ نے فوج سے ملاقات کی اور انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے انکار کیا اور آپ کے اصحاب کو تیر مارے، آپ نے اپنا جھنڈا[1] حضرت مسعود بن سنان سلمیؓ کو دیا تو وہ اس کے ساتھ آگے بڑھے پس مذحج کا ایک شخص دعوت مبارزت دیتا ہوا نکلا تو حضرت اسود بن خزاعی[2] اس کے مقابلے میں نکلے، دونوں نے ایک گھنٹہ تک جولانی کی وہ دونوں سوار تھے، حضرت اسود نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سامان لے لیا پھر حضرت علیؓ نے اپنے اصحاب کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور ان میں بیس آدمیوں کو قتل کر دیا پس وہ متفرق ہو گئے اور شکست کھا گئے اور اپنے جھنڈے کو کھڑا چھوڑ گئے آپ نے ان کی تلاش سے روکا اور انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے جلدی سے جواب دیا اور ان کے سرداروں کی ایک جماعت نے آگے بڑھ کر اسلام پر آپ کی بیعت کی اور کہنے لگے ہماری قوم کے جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ہم ان کے ذمہ دار ہیں یہ ہمارے صدقات ہیں ان سے اللہ کا حق لے لیجیے۔

پس حضرت علیؓ نے ان غنائم کو جو انہوں نے حاصل کیں جمع کیا اور ان کے پانچ حصے کیے اور ان کا قرعہ ڈالا اور ان میں ایک حصے پر لکھا للہ اللہ کا ہے، پس پہلا حصہ خمس کا حصہ نکلا اور آپ نے لوگوں میں سے کسی کو کچھ زائد نہ دیا اور اس سے قبل وہ اپنے اصحاب کو ـــ جو ان سرداروں کو چھوڑ کر حاضر ہوتے تھے ـــ خمس سے دیتے تھے پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دیتے تو آپ ان کی بات کو قبول نہ کرتے تھے، انہوں نے حضرت علیؓ سے اس کا سوال کیا تو آپ نے انکار کیا اور

---

[1] اسد الغابہ میں ہے کہ حضرت مسعود بن سنان انصاری جنگ یمامہ میں قتل ہوئے تھے۔

[2] اسود بن خزاعی اسلمی انصار میں سے بنی سلمہ کے حلیف تھے اور ان لوگوں میں سے ایک تھے جو خیبر میں ابن ابی الحقیق یہودی کے قتل میں شامل ہوئے تھے۔

کہا تھا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جاؤں گا اور وہ ان میں اپنی مرضی کریں گے اور یہ محمود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ رہے ہیں اور ہم آپ سے ملاقات کریں گے اور اللہ آپ کو جو بات دکھائے گا آپ اس میں وہ کریں گے پس آپ تبوک سے واپس آ گئے آپ نے جلدی کی اور اپنے اصحاب پر حضرت ابو رافعؓ[1] کو نائب مقرر کیا۔

اور جب جنوبی یمن میں حضرت علیؓ نے مذحج کے مشرکین پر فتح پائی اور وہ اسلام میں داخل ہو گئے تو آپ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ[2] بن عوف مزنی کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خط لکھا اور اس میں آپ کو اطلاع دی کہ آپ کی زبید کی ایک فوج کے ساتھ زبید و مذحج میں سے ہیں ملاقات ہوئی ہے بعد آپ نے انہیں دعوت اسلام دی ہے نیز یہ کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو آپ ان سے رک جائیں گے لیکن انھوں نے اس بات کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور آپ نے ان سے جنگ کی اور حضرت علیؓ نے اپنے اس خط میں بیان کیا ہے کہ اللہ نے مجھے ان پر فتح نصیب فرمائی ہے حتیٰ کہ ان میں سے جو قتل ہونے تھے وہ قتل ہو گئے

---

[1] ابو رافع السابقون الاولون میں سے ہیں آپ کے حالات ہماری پہلی کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

[2] عبداللہ بن عمرو بن عوف بن زید بن ملحہ المزنی آپ قدیم الاسلام تھے اور غزوۂ تبوک میں رونے والوں میں سے ایک تھے کیونکہ آپ اپنے فقر کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شامل ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے کعبہ کی طرف تحویل قبلہ سے قبل بیت المقدس کی طرف منہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے آپ نے حضرت معاویہ کے دور کے آخر میں مدینہ میں وفات پائی۔

میں پھر انہیں جو پیشکش کی گئی تھی اس کا انہوں نے جواب دیا اور اسلام میں داخل ہو گئے اور زکوٰۃ کی بابت بھی مان لی اور ان میں سے کچھ لوگ دین سیکھنے کے لیے آئے اور اس نے انہیں قرآن پڑھنا سکھایا ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا خط وصول کیا تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ حج پر آ ملیں حضرت عبداللہ بن عوف یہ حکم لے کر حضرت علیؓ کی طرف واپس چلے گئے۔

حضرت کعب الاحبار کا اسلام قبول کرنا

حدیث، تاریخ اور سوانح کی کتب میں بیان ہوا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب جب اس سال یمن میں جنگ کرنے آئے تو حضرت کعب الاحبار نے آپ کے متعلق سنا اور آپ کے ساتھ ایک یہودی عالم بھی تھا، اور حضرت کعب بھی ان کے ایک عالم تھے، حضرت علیؓ نے خطبہ دیا اور حضرت کعب اور یہودی عالم آپ کی طرف کان لگائے ہوئے تھے۔

حضرت کعب الاحبار سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب حضرت علیؓ یمن آئے تو میں نے آپ سے ملاقات کی اور میں نے کہا مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بتائیے آپ مجھے حضورؐ کے متعلق بتانے لگے اور میں مسکرانے لگا، آپ نے پوچھا آپ کس بات پر مسکراتے ہیں میں نے کہا اس بات پر جو ہمارے ہاں آپ کی صفات سے موافقت کرتی ہے، آپ نے پوچھا آپ جو حلال و حرام کرتے ہیں، میں نے کہا وہ بھی ہمارے .... ہاں آپ کے بیان کے مطابق ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آیا اور ہم سے پہلے جو ہمارے عالم تھے میں نے انہیں دعوت دی اور میں ان کے پاس ایک کتاب لے گیا اور میں نے کہا میرے باپ نے مہر لگا کر یہ کتاب میرے لیے رکھ چھوڑی تھی اور کہا تھا اسے نہ کھولنا حتیٰ کہ تو یثرب میں ظاہر ہونے والے نبی کے متعلق سنے، راوی کا بیان ہے کہ کعب یمن میں اپنے اسلام پر قائم رہا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابوبکرؓ بھی وفات

پا گئے اور یہیں حضرت عمرؓ کی خلافت میں آیا اور کاش میں ہجرت میں پیشروی کرتا۔[1]

وفود کا سال اور جزیرہ عرب میں اسلام کا تکامل

میں اہم اور یکے دیگرے ہونے والے واقعات نے —— جزیرہ عرب کے بت پرستوں کے درمیان —— شرک اور بت پرستی کی بنیادوں کے جزیرہ عرب میں قائم رہنے کے لیے مکمل مایوسی پیدا کر دی۔ وہ یہ ہیں واقعات بڑے اہم جیسے ہوئے واقعات صحیح صورت یہ ہیں:

۱۔ مکہ کا فتح ہونا اور مسلمانوں کا اس دار الخلافہ پر قبضہ ہو جانا جو عربوں کے بت پرستوں اور قبائلی میلانات کے اختلاف نقطۂ نگاہ کے باوجود ان کے نزدیک مقدس تھا۔

۲۔ معرکہ حنین پر مسلمانوں کا سب سے طاقتور اور زبردست فوج ہوازن کی فوج پر فتح پانا جس نے بت پرستی پر قائم رہنے والوں کو امید دلائی تھی کہ اس کا مسلمانوں پر فتح پانا بت پرستی کے اقتدار کے دوبارہ لوٹنے کی امید ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا۔

۳۔ وہ عظیم فتح جو مسلمانوں نے غزوۂ تبوک میں حاصل کی جو اس فوج کی تعداد کے لحاظ سے عہد نبوی میں اسلام کی تاریخ میں سب سے بڑی فوجی مہم تھا اور وہ اس طرح کہ اس فوج نے سب سے بڑی شہنشاہیت کو جو پوری دنیا کی سردار تھی خوفزدہ کر دیا اور وہ بازنطینی شہنشاہیت تھی جس نے بزدلی دکھائی اور ان مسلمانوں کے سامنے آنے سے رک گئی جو تبوک پہنچ گئے تھے اور انہوں نے اطراف شام میں مسلح گشتی دستے بھیجے کہ اس شہنشاہیت کو چیلنج کیا تھا اور جنت سے عرب عیسائیوں کو جو رومیوں کے

---

[1] مغازی للواقدی جلد سوم صفحہ ۱۰۴۲-۱۰۴۹

دوست تھے عاجز کر دیا جیسے دومۃ الجندل کے نصرانی اور اذرح، جربا اور ایلات کے حکام جو خود شہر کے اندر تھے اور انہوں نے ان پر جزیہ مقرر کیا حالانکہ وہ بازنطینی شہنشاہیت کی مملکت کے اندر تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جنوب کی کچھ ٹکڑیوں نے چھوٹی چھوٹی بت پرست بادشاہتوں کے صفایا کے سبب وہاں قیام کیا جنہیں یہ زعم تھا کہ وہ اسلام کی معاندت کرنے اور اپنی بت پرستی پر قائم رہنے کی قدرت رکھتی ہیں جیسے اہل نجران اور یمن کے مذحج۔

ان تمام واقعات کے بعد اسلام بلا شرکت غیرے جزیرہ کی تمام اطراف پر قابض ہو گیا اور منتظرین نے جزیرہ عرب کی اطراف میں پوزیشن پر خوب غور و فکر کیا اور دقیق موازنہ کیا اور اس کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسلام کی قوت کی ہر کے مقابلہ میں کسی بھی مقاومت کے شروع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں سو انہوں نے بہ ـــ رغبت اور خوف سے ---- فیصلہ کیا کہ وہ اپنے وفود کو مدینہ بھیجیں تاکہ وہ سب کے سب دین جدید میں داخل ہونے کا اعلان کریں۔ اہل عرب کے وفود ـــ سنہ ۹ھ سے لے کر سنہ ۱۰ھ کے اوائل تک ـــ اسلام میں داخل ہونے کے لیے مدینہ کی طرف سبقت کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے لگے اور مدینہ ان وفود سے تنگ ہو گیا اور یہ قافلے عزیز و قدیر کی جانب سے مدد تھی جیسے قرآن کریم نے ایک پوری سورت میں ریکارڈ کیا ہے اور وہ سورۂ نصر ہے۔

اذا جاء نصر اللہ .... انہ کان توابا

(ترجمہ) جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی اور تو لوگوں کو دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ لے تو اپنے رب کی حمد کر اور اس سے بخشش طلب کر بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اور مغازی کے ایک امام محمد بن اسحٰق نے اس حقیقت کو کتاب سیرت میں

میں ریکارڈ کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا اور تبوک سے فارغ ہوئے اور ثقیف[1] نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی تو ہر جانب سے عربوں کے وفود آپ کے پاس آئے۔ ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ ابو عبیدہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے اور اسے ہی وفود کا سال کہا جاتا ہے۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ عرب، قریش کے اس قبیلے کے معاملے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں اسلام کے فیصلے کے منتظر تھے اور وہ اس طرح کہ قریش لوگوں کے لیڈر اور رہنما تھے اور بیت الحرام کے باشندے تھے اور حضرت اسماعیل بن ابراہیم کی خالص اولاد تھے اور عربوں کے قائد تھے اور وہ اس کا انکار نہ کرتے تھے اور قریش ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ برپا کی اور جب مکہ فتح ہوگیا اور قریش آپ کے مطیع ہوگئے اور اسلام نے انہیں ذلیل کر دیا اور عربوں کو معلوم ہوگیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے اور آپ سے عداوت رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو وہ اللہ کے دین میں داخل ہوگئے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے، ہر جانب سے فوجیں آپ کے پاس آئیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے

—— اذا جاء نصر اللہ . . . . انہ کان توابا

یعنی اللہ نے جو تیرے دین کو غالب کیا ہے تو تو اس پر اللہ کی حمد کر اور اس سے استغفار کر بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ہم اس جگہ اختصار کے ساتھ تمام وفود کے نام بیان کریں گے اور نامور کے تذکرہ اور قارئین کی تعلیم و تربیت کے لیے ان کے کچھ حالات بھی بیان کریں گے اور عام وفود ۹ھ اور ۱۰ھ کے اوائل کے درمیان [illegible]

---

[1] ثقیف کے قبول اسلام کی تفصیل ہماری کتاب غزوۂ حنین میں دیکھیے۔

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان میں سے تھوڑے سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(۱)

وفد مزینہ

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ ۵ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو پہلا وفد آیا وہ مزینہ کا وفد تھا۔ ان میں سے چار سو گھڑسوار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جن کی سربراہی [illegible] دمشق، فاتح صحابی اور معرکۂ نہاوند (یعنی ایران کے معرکہ نہاوند) کے ہیرو حضرت النعمان بن مقرن کر رہے تھے۔

مزینہ کو نصرت اسلام اور خصوصاً ایام الردۃ میں ایک عظیم شان حاصل ہے اور وہ یوں کہ مزینہ قبیلہ اس فوج کی ریڑھ کی ہڈی تھا جس سے خلیفہ اول نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتدین کے حملہ کو مدینہ سے روکا اور جس شخص نے مزینہ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی وہ خزاعی[۱] بن عبد نہم تھا۔

---

[۱] خزاعی بن عبد نہم بن عفیف بن ربیعہ مزنی، وہ مزینہ کے بت کا صاحب تھا جس کا نام نہم تھا۔ اس نے بت کو توڑ دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آملا۔ اور وہ کہہ رہا تھا :

میں نہم کے پاس گیا۔ میں اس کے پاس قربانی کی بکری کو ذبح کروں جیسے کہ میں کیا کرتا تھا۔ جب میں نے دل کی دنیا سے گفتگو کی تو میں نے اپنے ذہن میں کہا کہ یہ گونگا معبود ہے جو عقل نہیں رکھتا۔ میں نے آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو اختیار کر لیا ہے اور میں آسمان کے بزرگ اور فضل والے خدا کے پاس آگیا ہوں۔

پس سارا مزینہ قبیلہ مسلمان ہوگیا اور خزاعی کے عہد میں وہ ایک ہزار جوان تھے پھر وہ بڑھ گئے اور وہ اسلام کے لیے بڑی طاقت تھے۔

اور خزاعی ایک معزز آدمی تھا اس نے اپنی قوم کے متعلق حسن ظن کیا اور ان سب کی طرف سے اسلام کی بیعت کرلی لیکن —— شروع شروع میں —— اس نے انہیں اپنے خیال کے مطابق نہ پایا اور حضرت حسان بن ثابتؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ شعر کہیں اور ان میں خزاعی کا ذکر کریں اور اس کی ہجو نہ کریں، حضرت حسانؓ نے کہا ہے

> اے خزاعی کے بیٹے اپنی قوم کو وفاداری سکھا جب کہ وہ دھوکہ دیتی ہے اور
> تو عثمان بن عمرو کا بہترین آدمی ہے اور جب بلندی کا ذکر ہو تو تو ان
> سے بلند تر ہے اور تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے
> اور آپ ٹھیک آدمی ہیں اور نیکی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور مجھے یہ
> بات پہنچا ہے پس جس چیز کی تو طاقت نہ رکھے وہ تجھے عاجز
> نہ کرے ، اسے تجھے شخص عاجز نہ کرے ۔

خزاعی نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم اس شخص کے شاعر نے تمہیں خصوصیت دی ہے میں تمہیں اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں تو ان سب نے یہ کہتے ہوئے کہ ہم تجھے پشت نہیں دیں گے ؛ تیرے قبول اسلام کا جواب دیا اور مسلمان ہو گئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے دن مزینہ کا جھنڈا اس خزاعی کو دیا اور اس دن وہ ایک ہزار جوان تھے اور مزینہ وہ ، عبداللہ ذوالبجادین کا قبیلہ ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رغبت کے مطابق مہاجرین میں رکھا حالانکہ وہ اپنے جنگل میں مقیم تھا آپ نے انہیں فرمایا —— تم جہاں بھی ہو مہاجرین ہو پس تم اپنے اموال کی طرف واپس جاؤ ، پس وہ اپنے علاقے کو واپس چلے گئے اور یہ بات ذکر کرنے کے لائق ہے کہ مزینہ کا وفد ۵ھ میں مدینہ آیا تھا اور یہ واحد وفد ہے جو ۵ھ سے قبل آیا تھا۔

(۴)

وفد بنی اسد

پھر نویں سال ہجری میں بنی اسد بن خزیمہ کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ دس آدمی تھے جن کے سربراہ جلیل الشان بہادر صحابی حضرت ضرار[1] بن الازور تھے اور ان میں بنی اسد کا سردار طلیحہ بن خویلد بھی شامل تھا جس نے بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا اور خلافت کے جیوش سے تباہ کن جنگ کی۔ پس حضرت خالدؓ بن ولید نے انہیں شکست دی حتیٰ کہ یہ شام کی طرف فرار ہو گیا اور وفد بنی اسد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ یمنون علیک ان اسلموا ؕ الآیۃ۔ وہ آپ کو مسلمان ہونے کا احسان جتاتے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ —— ہم سیاہ رات کی مانند چل کر اور قحط کے سال میں آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ نے ہماری طرف کوئی فوج نہیں بھیجی۔

---

[1] ضرار بن الازور۔ الازور کا نام مالک بن اوس ہے جو بنی اسد بن خزیمہ سے ہیں۔ آپ مشہور شہسوار اور شجاع تھے اور جب آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کے ایک ہزار اونٹ چرواہوں کے پاس تھے اور حضرت ضرار وہ ہیں جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ضرار تو نے اپنے سودے میں دھوکہ نہیں دیا اور حضرت ضرارؓ حروب الردۃ میں حضرت خالدؓ بن ولید کے جنگی بورڈ کے رکن تھے۔ اور حضرت ضرارؓ ہی نے حضرت خالدؓ بن ولید کے حکم سے تمیم کے بنی یربوع کے سردار مالک بن نویرہ کو قتل کیا تھا اور حضرت ضرار، جنگ یمامہ میں شامل ہوئے اور اس میں عظیم شجاعت کا اظہار کیا اور آپ نے اجنادین میں شہادت پائی جو شام میں ہے۔

(۳)

وفد تمیم

اسی طرح نجد سے تمیم کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ نوے آدمی تھے جن میں ان کے کئی سردار بھی تھے، ان میں عطارد بن حاجب[1]، الزبرقان بن بدر[2]، قیس بن عاصم[3] اور اقرع بن حابس شامل تھے۔

---

[1] عطارد بن حاجب بن زرارہ بن عدس بن عمرو بن دارم سے تھے اور اپنی قوم کے سردار تھے سجاح مدعیہ نبوت نے انہیں گمراہ کر دیا اور انھوں نے اس کی پیروی کی پھر توبہ کی اور حسن اسلام سے آراستہ ہوئے۔

[2] الزبرقان بن بدر بن امرؤ القیس تمیمی، آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے آپ کو زبرقان کہا گیا ہے، اور ابن زبرقان، عیاش کہتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آپ کی قوم کے صدقات پر عامل مقرر کیا اور جب آپ کی قوم کے کچھ لوگوں نے ارتداد کیا تو آپ اسلام پر ثابت قدم رہے اور آپ جاہلیت میں اور اسلام میں عظیم الشان سردار تھے اور حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں آپ بصرہ میں فروکش ہوئے۔

[3] قیس بن عاصم بن سنان بن خالد المنقری، آپ کے لیے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ...... یہ دیہاتیوں کے سردار ہیں —— آپ عاقل اور حلیم تھے اور حلم میں مشہور تھے، حضرت احنف بن قیس سے دریافت کیا گیا آپ نے حلم کس سے سیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا قیس بن عاصم سے، میں نے آپ کو ایک روز اپنے گھر کے صحن میں اپنی تلوار کے پرتلے سے گوٹھ مارے

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بیٹھے ایک آپ اپنی قوم کے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں لایا گیا اور دوسرا مقتول تھا اور کہا گیا کہ یہ آپ کا بھتیجا ہے جس نے آپ کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے خدا کی قسم آپ نے پیٹھ کو گھٹنے ملانے والا پٹکا نہ کھولا اور نہ اپنی گفتگو بند کی اور جب آپ اپنی گفتگو کر چکے تو اپنے بھتیجے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے میرے بھتیجے تو نے بہت برا کیا ہے تو اپنے رب کا گنہگار ہے اور تو نے اپنے رشتہ کو قطع کیا ہے اور اپنے عزیز کو قتل کیا ہے اور تو نے اپنے تیر سے خود کو تیر مارا ہے اور اپنی تعداد کو کم کیا ہے پھر آپ نے اپنے دوسرے بیٹے سے کہا اے میرے بیٹے اپنے عزیز کے پاس جا اور اس کی مشکیں کھول دے اور اپنی والدہ کے پاس ایک سو اونٹ اس کے بیٹے کی دیت لے جا بلاشبہ وہ مسافرہ ہے اور حضرت قیس نے جاہلیت میں شراب کو اپنے اوپر حرام کیا تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ آپ نے نشے کی حالت میں اپنی بیٹی کے پیٹ کی سلوٹ کو ہاتھ سے ٹٹولا اور اس کے والدین کو گالیاں دیں اور آپ نے شراب کی مذمت میں اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے

بلاشبہ شراب، شراب نوشوں کو رسوا کرتی ہے اور ان سے امر عظیم
کا ارتکاب کرتی ہے۔

حضرت قیس اسلام لائے اور حسن اسلام سے آراستہ ہوئے اور حضرت حسن بصریؒ نے بیان کیا ہے جب حضرت قیس کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور انہیں وصیت کی کہ اے میرے بیٹو میری بات یاد رکھو کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر تمہارا خیرخواہ نہیں ہے میں جب مر جاؤں تو اپنے بڑوں کو سردار بنانا اور اپنے چھوٹوں کو سردار نہ بنانا لوگ تمہارے بڑوں کو بے وقوف کہیں گے اور ان کے سامنے ہیچ ہو جاؤ گے۔ تم پر مال کی اصلاح لازم ہے وہ کریم انسان کو بیدار کرنے والا ہے اور وہ اس کے ذریعے کمینے سے مستغنی ہو جاتا ہے اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچنا۔ یہ انسان کی آخری کمائی ہے اور مجھ پر نوحہ گر

اور بنی تمیم کے اس وفد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

ان الذین ینادونک .... اکثرھم لا یعقلون[1]

(ترجمہ) بلاشبہ جو لوگ آپ کو حجرات کے پیچھے سے آوازیں دیتے ہیں ان کی اکثریت عقل سے کام نہیں لیتی۔

اس لیے کہ انھوں نے (اور وہ مسجد میں تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس آؤ۔ اور انھوں نے اپنی آوازوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی۔ آپ کو اذیت دی۔ آپ ان کے پاس آئے اور ان کا واقعہ اور مسجد میں ان کے شعراء اور خطباء کی مفاخرت کا واقعہ طویل ہے اسے سیرت ابن ہشام طبقات ابن سعد البدایۃ والنہایۃ میں ملاحظہ کیجیے ان کا خطیب عطارد بن حاجب تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ثابت قیس بن الشماس[2] نے اسے جواب دیا اور ان کا شاعر الزبرقا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) عورتیں کھڑی نوحہ کرتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منا آپ نے نوحہ گری سے منع فرمایا ہے۔ حضرت قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے والوں میں سے ہیں اور آپ سے حسن اور احنف اور آپ کے بیٹے حکیم نے روایت کی ہے۔ آپ ۳۳ بیٹوں کو چھوڑ کر فوت ہوئے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] حجرات آیت ۴

[2] ثابت بن قیس بن الشماس بن زہیر بن مالک خزرجی انصاری آپ کا پہلا جنگی معرکہ، معرکۂ احد ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بشارت دی تھی کہ آپ اہل جنت میں سے ہیں (اسد الغابۃ جلد ۱ صفحہ ۲۲۹) آپ معرکۂ یمامہ کے ہیروز میں سے ہیں آپ نے اس میں بڑی شجاعت کا اظہار کیا اور جب شروع شروع میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی تو آپ نے بہادروں کی طرح جنگ کی اور جنگ یمامہ میں شہادت ہوئی [illegible]

(باقی صفحہ آئندہ پر)

بن بدر تھا، آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت حسان بن ثابت نے جواب دیا اور تمیم قبیلے نے اعتراف کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطیب ان کے خطیب سے بڑا خطیب ہے اور آپ کا شاعر ان کے شاعر سے بڑا شاعر ہے ۔ (دیکھیے سیرت ابن ہشام ج ۴ صفحہ ۲۲۳ تا ۲۱۳)

(۴۳)

وفد عبس

اسی طرح نجد سے بنی عبس کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ نو آدمی تھے جن میں میسرہ بن مسروق اور بشر بن الحارث بھی تھے ان سب نے اسلام قبول کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر کی اور فرمایا مجھے ایک آدمی تلاش کر دو جو تمہیں دس کر دے میں تمہارے لیے جھنڈا باندھوں گا پس حضرت طلحہ بن عبید اللہ آئے اور آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کا شعار یا عشرہ مقرر کیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بیان ہے کہ جب یمامہ کے روز لوگ منتشر ہو گئے تو میں نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس سے کہا اے چچا کیا آپ دیکھ نہیں رہے اور میں نے آپ کو خوشبو لگاتے پایا آپ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح جنگ نہیں کرتے تھے تم نے اپنے ہم مقابلوں کو بری عادت ڈال دی ہے اور اپنے آپ کو بری عادت ڈال دی ہے اے اللہ میں تیرے حضور اس بات سے اظہار براءت کرتا ہوں جو یہ کفار مرتدین میں لائے ہیں اور اس بات سے بھی اظہار براءت کرتا ہوں جو یہ مسلمان کر رہے ہیں پھر آپ نے جنگ کی حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

اور ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ان میں سے تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے قاری ہمارے پاس آئے ہیں اور انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ جس کی ہجرت نہیں اس کا اسلام بھی کوئی نہیں اور ہمارے پاس اموال اور مویشی ہیں یہی ہماری معاش کا ذریعہ ہیں لیکن اگر اس شخص کا کوئی اسلام نہیں جس کی ہجرت نہیں تو ہم انہیں فروخت کر دیتے ہیں اور ہجرت کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں بھی ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کوئی کمی نہیں کرے گا خواہ تم صمد اور جازان میں ہو اور آپ نے ان سے ان کے ساتھی خالد بن سنان عبسی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا اس کی کوئی اولاد نہیں ہے آپ نے فرمایا نبی تھا اس کی قوم نے ضائع کر دیا ہے پھر آپ اپنے اصحاب سے خالد بن سنان کی باتیں بیان کرنے لگے (طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ [illegible])

(۵)

وفد فزارہ

فزارہ قبائل غطفان کا سب سے بڑا قبیلہ ہے اور اس کا سردار عیینہ بن حصن تھا جس کا لقب الاحمق المطاع تھا۔ فزارہ کا وفد ۹ھ میں مدینہ آیا۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے اور یہ نواں سال تھا تو آپ کے پاس فزارہ کے چودہ پندرہ آدمیوں کا وفد آیا۔ ان میں خارجہ بن حصن اور الحر بن قیس بھی تھے اور یہ ان سب سے چھوٹے تھے اور وہ کمزور سی دبلی پر سوار تھے وہ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے علاقے کے متعلق دریافت فرمایا تو ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ ہمارا علاقہ قحط زدہ ہے اور ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے ہیں اور ہمارا

بمقام خشک ہے اور ہمارے عیال تباہ ہو گئے ہیں، اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر فرمایا —— اے اللہ اپنے ملک اور اپنے بہائم کو سیراب کر دے اور اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنے مردہ ملک کو زندہ کر دے اے اللہ ہمیں بہ کثیر نفع کرنے والی، موسم بہار والی، ڈھانک لینے والی، وسعت والی، جلدی کرنے والی، دیر نہ کرنے والی، نفع دینے والی نقصان نہ دینے والی بارش سے سیراب کر، اے اللہ ہمیں رحمت کی بارش سے سیراب کر، عذاب کی بارش سے سیراب نہ کر اور نہ گرنے والی، غرق کرنے والی اور تباہ کرنے والی بارش سے سیراب کر، اے اللہ ہمیں بارش سے سیراب کر، اور دشمن پر فتح دے پس بارش ہوئی اور لوگوں نے چھ دن تک آسمان کو نہ دیکھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو، ٹیلوں، پتھروں، وادیوں کے نشیب اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر ہو، راوی کا بیان ہے کہ بادل مدینہ سے کپڑے کی طرح پھٹ گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد۔ صفحہ ۲۹۷)

(۴)

وفد بنی مرۃ

مرۃ کا نام متعدد قحطانی اور عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ وفد اس مرۃ سے تھا جو عدنانی غطفان کا عظیم بطن ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کا سردار الحارث بن عوف تھا جو ان جیوش احزاب کے ایک بازو کا کمانڈر تھا جنہوں نے یہود کے ساتھ اتفاق کر کے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا۔

جو مرۃ کا وفد تبوک سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ تیرہ آدمی تھے ان کا سردار الحارث[1] بن عوف تھا، سو رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] الحارث بن عوف بن ابی حارثہ بن مرۃ غطفانی ثم ذبیانی آپ (باقی صفحہ پر دیکھیے

علیہ وسلم نے انہیں حاضری کے دس اوقیوں کی اجازت دی اور الحارث بن عوف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ان کا علاقہ خشک ہو گیا ہے اور آپ سے دعا کی درخواست کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— اے اللہ انہیں بارش سے سیراب کر۔ پس وہ اپنے علاقے کی طرف واپس آگئے تو انہوں نے دیکھا کہ اسی دن اس میں بارش ہوئی ہے جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی۔

(۷)

وفد ثعلبہ

بنو ثعلبہ کا نام متعدد غطفانی اور عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے جن کی تعداد بیس قبیلوں تک پہنچتی ہے۔ یہ لوگ اپنے اسلام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور میرے سامنے جو مصادر ہیں ان میں یہ تعیین نہیں کیا گیا کہ وہ کس قبیلے سے تھے، غطفانی تھے یا عدنانی، مضری تھے یا قیسی، اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

جاہلیت کے مشاہیر میں سے ایک تھے اور جنگ داحس اور الغبراء میں مشہور کارنامے کرنے والے ہیں۔ جب آپ نے صلح کی کوشش کی اور اپنے مال سے دیات برداشت کیں تو شعراء نے آپ کے کارنامے پر آپ کی تعریف کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بنی مرۃ کا امیر مقرر کیا۔ آپ عاقل اور دانا تھے آپ نے جنگ خیبر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غطفان کے ساتھ شامل ہو کر یہود کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور کہا بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب اپنے دشمنوں پر غالب آئیں گے۔

چونکہ مجھے معلوم ہوا ہے وہ ابن سعد نے اپنے طبقات کی جلد کے صفحہ ۴۲ پر بیان کیا ہے کہ جب سنہ ۸ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ سے آئے تو ثعلبہ کے چار آدمی آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم اپنی قوم کے پیچھے رہنے والے لوگوں کے ایلچی ہیں اور ہم اور وہ اسلام سے ملے ہوئے ہیں تو آپ نے ان کی ضیافت کرنے کا حکم دیا اور وہ کئی دن ٹھہرے رہے پھر وہ آپ کو الوداع کہنے آئے تو آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ ان کو وفد کی طرح عطیہ دو پس آپ چاندی کا ایک ٹکڑا لائے اور ہر شخص کو پانچ اوقیے دے دیئے اور فرمایا ہمارے پاس درہم نہیں ہیں اور وہ اپنے علاقے کو واپس چلے گئے۔

(۸)

وفد محارب

محارب کا نام صفات کی بنا پر بولا جاتا ہے جو سب کے سب عدنانی ہیں لیکن یہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے یہ قیس عیلان کے بطن سے تھے جو عدنانی ہے۔ اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی سختی کرنے والے تھے اور ان کا وفد عفان بن عبداللہ کی سربراہی میں تقریباً سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع میں مدینہ آئے اور مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے ہم اپنے پیچھے رہنے والے لوگوں کے نمائندہ ہیں۔

اور وفد میں ان کا ایک آدمی تھا جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا اس آدمی نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے زندہ رکھا حتیٰ کہ میں نے آپ کی تصدیق کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ یہ دل اللہ کے ہاتھ میں ہے اور آپ نے ان میں سے ایک آدمی کے چہرے پر ہاتھ پھیرا جس کا نام خزیمہ بن سواء تھا اور وہ سفید روشن ہو گیا اور آپ نے انہیں

رقص کی طرح جھٹکے دیے اور وہ اپنے اہل کی طرف واپس چلے گئے۔

(۹)

وفد سعد بن بکر

یہ لوگ ہوازن کے بطن میں سے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا اور ان کا وفد جب سنہ ۵ھ میں آیا اور ابن اسحٰق نے سنہ ۹ھ بیان کیا ہے اور سعد کا یہ وفد ان کے ایک ہی آدمی کا تھا جس کا نام ضمام بن ثعلبہ تھا ابن اسحٰق سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو ایلچی بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا وہ آپ کے پاس آیا اور اس نے اپنے اونٹ کو بٹھایا پھر اسے مسجد کے دروازے پر باندھا ضمام وہ مضبوط آدمی تھے اور دو چوٹیوں والا تھا اور مشہور واقعہ میں اسی کا ذکر ہے اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا اور آپ سے پہلے لوگوں کا اور جو آپ کے بعد ہونے والے ہیں ان کا معبود ہے کیا اللہ نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا بے شک۔ اس نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا اور آپ سے پہلے لوگوں کا اور جو آپ کے بعد ہونے والے ہیں ان کا معبود ہے کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم صرف اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا بے شک۔ پھر وہ فرائض اسلام کا ایک ایک کر کے ذکر کرنے لگا نماز، زکوٰۃ، صیام، حج اور اسلام کی تمام شریعتوں کا اور وہ ہر فریضہ پر آپ کو واسطہ دیتا جیسا کہ اس نے اس سے پہلے فریضہ پر دیا تھا حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گیا اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول

اور میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور جن باتوں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کروں گا اور میں کمی بیشی نہیں کروں گا پھر وہ واپس چلا گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جانے پر فرمایا اگر اس دو چوٹیوں والے نے سچ کہا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

پھر ضمام اپنی قوم کے پاس آیا اور وہ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اور سب سے پہلی بات اس نے یہ کی کہ لات و عزیٰ بہت برے ہیں انہوں نے کہا اے ضمام بس کر، برص، جذام اور جنون سے بچ۔ اس نے کہا تم ہلاک ہو جاؤ خدا کی قسم یہ دونوں نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان اور اللہ تعالیٰ نے ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر کتاب نازل کی ہے اور جن باتوں میں تم مبتلا ہو ان سے وہ تم کو نجات دیتی ہے اور میں جس بات کا تم کو حکم دیتا ہوں اور جس سے منع کرتا ہوں وہ میں ان کے ہاں سے تمہارے پاس لایا ہوں۔ راوی کا بیان ہے اور قسم بخدا کہ ابھی اس دن کی شام نہیں ہوئی تھی کہ اس کے قبیلے میں جو مرد اور عورت تھی وہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے مساجد تعمیر کیں اور نمازوں کے لیے اذانیں دیں۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ ہم نے ضمام سے افضل ایلچی کے متعلق کبھی نہیں سنا (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۴۲ تا ۴۳ اور طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۹۹)

(۱۰)

وفد کلاب

کلاب کا نام متعدد عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے اور یہ لوگ کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کے بیٹے ہیں جو ہوازن سے تھا ان کا وفد ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ تیرہ آدمی تھے جن میں حضرت لبید بن ربیعہ[1]

---

[1] لبید بن ربیعہ بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب۔ آپ فاضل شعراء میں سے تھے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ)

اور اسلام اور جاہلیت میں بلند رتبہ تھے اور آپ کے اشعار سے حکمت ٹپکتی تھی اور آپ کے بہت سے اشعار ضرب المثل ہیں ان میں سے آپ کا ایک شعر یہ ہے کہ ؎

شریف آدمی اپنے نفس کی ملامت نہیں کرتا اور آدمی کو اس کا نیک
ساتھی ٹھیک کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے سچی بات جو کسی نے شاعر نے کہی ہے یہ ہے کہ (آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے) اور یہ لبیدؓ کا پہلا مصرعہ ہے جس میں وہ کہتا ہے (الا کل شیء ما خلا اللہ باطل ۔ وکل نعیم لا محالۃ زائل) اور جب لبید مسلمان ہو گئے تو آپ نے کہا (اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے موت نہیں دی حتیٰ کہ اس نے مجھے اسلام کا لباس زیب تن کرا دیا) اور لبید کے مشہور اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں:

ہر آدمی عنقریب ایک دن اپنی کوششوں کو معلوم کر لے گا جب خدا کے
ہاں محاصل ظاہر ہو جائیں گے۔

اور اکثر مورخین کا خیال ہے کہ حضرت لبید نے مسلمان ہونے کے بعد سوائے ایک شعر کے اور کوئی شعر نہیں کہا اور وہ شعر یہ ہے:

الحمد للہ اذ لم یاتنی اجلی ـــ حتی کسانی من الاسلام سربالا

حضرت عمر بن الخطاب نے ـــ جب آپ خلیفہ تھے ـــ حضرت لبید سے کہا مجھے اپنے کچھ اشعار سناؤ، آپ نے جواب دیا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے بقرہ اور آل عمران سکھا دی ہے اس کے بعد میں شعر کہتا نہیں، سو حضرت عمرؓ نے آپ کے عطیہ میں پانچ سو کا اضافہ کر دیا اور وہ دو ہزار تھا، حضرت لبید ایک سو چالیس سال زندہ رہے اور حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ولید بن عقبہ کی امارت میں کوفہ میں وفات پائی۔

اور جبار بن سلمیٰ[1] بھی شامل تھے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کو سلامِ اسلام کہا اور کہنے لگے کہ ضحاک بن سفیان[2] ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور آپ کی وہ سنت لے کر آئے جس کا آپ نے انہیں حکم دیا ہے اور انہوں نے ہمیں دعوت الی اللہ کی، پس ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو قبول کر لیا اور انہوں نے ہمارے اغنیاء سے صدقہ لیا اور اسے ہمارے فقراء کو واپس کر دیا۔

---

[1] جبار بن سلمیٰ بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ۔ یہ ان لوگوں میں شامل تھے جو عامر بن طفیل کے ساتھ مدینہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے پھر یہ مسلمان ہو گئے۔ آپ ہی نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کو بئر معونہ کے جرم میں قتل کیا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس بات نے مجھے دعوتِ اسلام دی وہ یہ ہے کہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو نیزہ مارا اور میں نے اسے کہتے سنا: قسم بخدا میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ کامیاب نہیں ہوا۔ کیا میں نے اسے قتل نہیں کیا ہے؟ حتیٰ کہ اس کے بعد میں نے اس کے اس قول کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے جواب دیا کہ اس کا مطلب شہادت پانا ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم وہ کامیاب ہو گیا ہے۔

[2] الضحاک بن سفیان بن عوف العامری الکلابی۔ آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آپ کی قوم پر امیر مقرر کیا اور آپ دلیر بہادروں میں سے تھے اور ایک سو گھڑ سواروں کے مقابل شمار ہوتے تھے —— آپ سے حضرت سعید بن المسیبؒ اور حضرت حسن بصریؒ نے حدیث کی روایت کی ہے۔

(۱۱)

وفد بنی عامر بن صعصعہ..... اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کا واقعہ

مؤرخین کا بیان ہے کہ بنی عامر بن صعصعہ —— جو ہوازن میں سے ہیں —— کا وفد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس میں عامر بن الطفیل، اربد بن قیس بن جزء اور جبار بن سلمیٰ بھی شامل تھے اور یہ قوم کے شیاطین اور ان کے سردار تھے۔

اور عامر بن الطفیل خبیث متکبر تھا، اور اس کا خیال تھا کہ وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ عرب، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس کی پیروی کریں، اور اس کی قوم کے لوگوں نے اسے کہا اے عامر، لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو بھی مسلمان ہو جا، اس نے کہا خدا کی قسم میں نے قسم کھائی ہے کہ میں نہ رکوں حتیٰ کہ عرب میری ایڑیوں کی پیروی کریں، کیا میں قریش کے اس جوان کی پیروی کروں؟

اور اس نے اربد بن قیس کی شراکت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور اس نے اسے کہا، جب ہم اس شخص کے پاس جائیں گے تو میں اس کے چہرے کو تجھ سے پھیر دوں گا اور جب میں یہ کام کروں تو اس پر تلوار کا وار کر دینا، سو اربد نے اس فریب کارانہ سازش میں اس سے اتفاق کیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس سازش کو ناکام کر دیا، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ عامر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ مجھ سے تنہائی میں ملاقات کریں، آپ

نے جواب دیا نہیں حتیٰ کہ تو خدائے واحد لاشریک پر ایمان لے آئے اور مجرم عامر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے لگا اور آپ کو مشغول کرنے لگا اور پیچھے ساتھی اربد کا انتظار کرنے لگا کہ وہ آپ کو قتل کرے مگر وہ ایسا نہ کر سکا پس عامر مایوس ہو گیا پھر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے نکل گیا اور اس نے اپنے شریک جرم اربد کو ملامت کرتے ہوئے کہا:

تو ہلاک ہو جائے میں نے تجھے جس بات کا حکم دیا تھا تو اس سے کہاں تھا؟ خدا کی قسم روئے زمین پر تجھ سے بڑھ کر میں اپنے نفس کے بارے میں کسی سے خوفزدہ نہ تھا اور قسم بخدا آج کے بعد میں تجھ سے کبھی خوفزدہ نہ ہوں گا، اربد نے کہا تیرا باپ نہ رہے مجھ پر عجلت نہ کر، خدا کی قسم تو نے مجھے آپ کے متعلق جو حکم دیا تھا میں نے جب بھی اس کا ارادہ کیا تو تو میرے اور اس شخص کے درمیان حائل ہو گیا حتیٰ کہ میں نے تیرے سوا کسی کو نہ دیکھا کیا میں تجھے تلوار مار دیتا؟

روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ مجھے عامر بن الطفیل سے کفایت کر۔ اور عامر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکی دی تھی کہ قسم بخدا میں آپ کے خلاف زمین کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا پس عامر اور اس کا ساتھی اپنے علاقے کی طرف واپسی کے لیے روانہ ہوا اور ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عامر کی گردن میں طاعون کی بیماری پیدا کر دی اور اللہ نے اسے بنی سلول کی ایک عورت کے ہاں مار دیا اب رہ گیا اس کا دوسرا مجرم ساتھی اربد، تو اس پر اللہ نے بجلی کو مسلط کر دیا اور اس نے اسے جلا دیا اور تینوں میں سے واحد شخص جسے اللہ نے نجات دی اور اسلام کی طرف اس کی راہنمائی کی وہ جبار بن سلمیٰ تھا۔

(عامر بن الطفیل کا خوفناک واقعہ سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۱۳-۲۱۴ اور طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۰۳ پر دیکھیے)

(۱۲)

وفد عبد القیس

عبد القیس، ربیعہ عدنانیہ کی عظیم بطن ہیں، (دیکھیے معجم قبائل العرب) ان کے وطن تہامہ میں تھے پھر بالآخر یہ بحرین میں منتقل ہو گئے ان کا وفد جارود[1] بن عمرو کی سربراہی میں سنہ ۹ھ ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ نصرانی تھا آپ نے اس پر اسلام پیش کیا اور اس کی طرف اسے دعوت دی تو اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک دین پر قائم ہوں اور اپنے دین کو آپ کے دین کے لیے چھوڑتا ہوں کیا آپ مجھے میرے دین کی ضمانت دیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں ضامن ہوں کہ اللہ نے اس دین کی طرف راہنمائی کی ہے جو اس سے بہتر ہے، مؤرخین کا بیان ہے کہ وہ اور اس کے ساتھی مسلمان ہو گئے اور روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبد القیس کو یہ کہتے ہوئے خوش آمدید کہا کہ ان لوگوں کو خوش آمدید ہو جو شرمندہ اور ذلیل نہیں، وفد کے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے اور مشرکین مضر کے درمیان عداوت ہے اور ہم حرمت والے مہینوں ہی میں آپ کے پاس آ سکتے ہیں ہمیں مختصراً دین کے متعلق بتا دیجیے کہ اگر ہم اس کو جان لیں تو ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں، انہیں بھی اس کی دعوت دیں۔

---

[1] جارود بن عمرو، اور بعض نے بن المعلی بیان کیا ہے، آپ کو جارود کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ آپ نے جاہلیت میں بکر بن وائل پر غارتگری کی اور ان کو نقصان پہنچایا اور تہس نہس کر دیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے والوں میں سے ہیں، صحابہ میں سے آپ سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے روایت کی ہے اور تابعین میں سے ابو مسلم الجذمی، مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر اور حضرت ابن سیرین وغیرہ نے روایت کی ہے، حضرت جارود نے سرزمین ایران میں معرکہ نہاوند میں حضرت النعمان بن مقرن مزنی کے ساتھ شہادت پائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — — میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔

اللہ پر ایمان لانا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم غنائم سے خمس دو۔ اور چار باتوں سے تمہیں منع کرتا ہوں۔ الدباء، النقیر، الحنتم اور المزفت کی نبیذ سے۔

نوٹ از مترجم: دباء، کدو کو کہتے ہیں اور نقیر یہ ہے کہ کھجور کے درخت کی جڑ میں سوراخ کرکے شراب تیار کرنا۔ اور حنتم، مٹکے کو کہتے ہیں اور مزفت ایسے برتن کو کہتے ہیں جس پر رال لگی ہوئی ہو۔ جاہلیت میں لوگ ان چیزوں میں شراب تیار کرتے تھے آپ نے ان سب باتوں سے منع فرمادیا ہے۔

اور جب عرب مرتد ہوگئے تو بنو عبدالقیس ثابت قدم رہے اور پہلے حالتوں کی طرح تھے۔ وفد عبدالقیس کے حالات کی مزید تفاصیل سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۲۲، ۲۲۱ اور طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۱۵، ۳۱۶ پر دیکھیے۔

(۱۳)

وفد رؤاس

رؤاس، عامر بن صعصعہ کا بطن ہیں جو ہوازن سے ہیں۔ وہاں کا ایک آدمی جسے عمرو بن مالک بن قیس کہا جاتا ہے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا پھر اس نے اپنی قوم کے پاس آکر انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے کہا جب ہم بنی عقیل بن کعب (یہ بھی عامر بن صعصعہ کا ایک بطن ہیں) کو اسی قدر نقصان پہنچالیں جتنا انہوں نے ہمیں پہنچایا ہے تو پھر مسلمان ہوجائیں گے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ ان سے جنگ کی جستجو میں نکلے اور عمرو بن مالک [illegible]

بھی ان کے ساتھ تھا اور فریقین کے درمیان جنگ ہوئی اور عمرو بن مالک نے جو مسلمان ہو چکا تھا، بنی عقیل کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ عمرو کا بیان ہے کہ میں نادم ہوا اور میں نے کہا میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے حالانکہ میں نے اسلام قبول کیا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے پس میں نے اپنا ہاتھ اپنی گردن کے طوق سے باندھ دیا ہے پھر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے ارادہ سے روانہ ہوا اور آپ کو اس امر کی اطلاع مل چکی تھی آپ نے فرمایا اگر وہ میرے پاس آیا تو میں اس کے ہاتھ کے اس حصے پر جو طوق سے اوپر ہے ضرب لگاؤں گا راوی کا بیان ہے میں نے اپنے ہاتھ کو کھول دیا پھر آپ کے پاس آیا اور آپ کو سلام عرض کیا تو آپ نے مجھ سے اعراض کیا، میں آپ کے سامنے سے ہو کر آیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ بلاشبہ رب خوشنود کیا جاتا ہے اور راضی ہو جاتا ہے آپ بھی مجھ سے راضی ہو جائیں اللہ آپ سے راضی ہو گا، آپ نے فرمایا میں تجھ سے راضی ہو گیا ہوں۔

(۱۴)

وفد عقیل بن کعب

بنو عقیل بنی ہوازن کا بطن ہیں جو بنی عامر بن صعصعہ سے ہیں، ان میں سے تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کے ان لوگوں کی طرف سے بھی جو ان کے پیچھے تھے آپ کی بیعت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقیق عطا فرمایا، عقیق بنی عقیل ایک زمین ہے جس میں چشمے اور کھجوروں کے درخت ہیں اور ان کے لیے سرخ چمڑے میں اس کی دستاویز لکھی جس میں یہ لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وثیقہ مطرف اور اس کی قوم کو عطا کیا، جب
تک وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور سمع و اطاعت کریں آپ نے انہیں
کسی مسلمان کا حق نہیں دیا۔

اور یہ دستاویز مطرف کے ہاتھ میں تھی۔

(۱۵)

وفد جعدہ

جعدہ یا الجعدی ایک نام ہے جو قحطانی اور عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے۔ اور الجعدہ، قحطانیوں کا بطن ہیں یہ لوگ وادی حضرموت میں رہتے ہیں اسی طرح الجعدہ ایک قبیلہ ہے جو بلاد یمن کے مغرب میں رہتا ہے اس کا علاقہ پہاڑی ہے اور یہ لوگ جن کا نمائندہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فلج[1] میں جو آل جعدہ کا ہے، جعدہ والوں کے لیے دستاویز لکھی جو ان کے پاس ہے۔

(۱۶)

وفد قشیر

قشیر، ہوازن کا بطن ہیں اور وہ بنو قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ ہیں

---

[1] فلج: فیح الافلاج سے ہے، اور یہ علاقہ یمامہ میں بیان ہوا ہے کہ یہ العارض اور جبل الحضر کے درمیان حجاز کے پیچھے ہے جس میں العارض کی وادیاں گرتی ہیں اور وہاں کھجوروں کے درخت، کھیتیاں اور دہانے چشمے ہیں۔

طبقات ابن سعد میں بیان ہوا ہے کہ قشیر کا ایک گروہ جس میں قرۃ بن ہبیرہ بھی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرۃ بن ہبیرہ کو جو ان کا ایک سردار تھا، عطیہ دیا اور اسے چادر پہنائی اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے صدقات کا متصرف ہو اور قرۃ نے واپسی پر کہا ؎

جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اترے تو آپ نے
یہ چیزیں انہیں دیں اور انہیں نہ ختم ہونے والی بخشش پر قدرت دی
اور وہ سرسبز باغات بن گئے حالانکہ وہ تھوڑے سے تھے اور انہوں نے
اپنی ضروریات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری کیں ان کا سردار
ایک ایسا جوان ہے کہ اس کے کجاوے کے پیچھے زمت نہیں بیٹھ
سکتی اور وہ عاجز متردد کے معاملے کو چھوڑنے والا ہے۔

ابن اثیرؒ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع میں تھے تو آپ نے قرۃ کی طرف دیکھا جو ایک چھوٹی سی اونٹنی پر سوار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا، جب تو میرے پاس آیا تھا (یعنی جس روز وہ آپ کے پاس وفد میں آیا تھا) تو تو نے کیسے اشعار کہے تھے، اس کا بیان ہے میں نے کہا یا رسول اللہ اللہ کے سوا ہمارے پاس رباب اور ربات یعنی بُت اور مورتیاں وغیرہ تھیں ہم ان کو پکارتے تھے اور وہ ہمیں جواب نہ دیتے تھے ہم ان سے مانگتے اور وہ ہمیں نہ دیتے پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تو ہم آپ کے پاس آ گئے اور انہیں چھوڑ دیا اور آپ کو پسند کر لیا اور جب اس نے پشت پھیری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے عقل دی گئی وہ کامیاب ہو گیا۔

اور طبری میں حروب الردۃ میں حضرت خالد بن ولید کی افواج کے ہاتھوں قرۃ قیدی ہو گئے اور ان پر الزام تھا کہ انہوں نے زکوٰۃ کو روکا ہے اور حضرت خالد

اور طلیحہ بن خویلد کی جنگ کے دوران ہوازن مسلمانوں کی تاک میں تھے اور انھوں نے طلیحہ کے ساتھ اشتراک کیا۔ مگر حضرت خلیفہ اول نے قرۃ کو آزاد کر دیا اور اُسے معاف کر دیا۔

(۱۷)

وفد بنی البکاء

یہ البکاء وہی بنی عامر بن صعصعہ ہوازن سے ہیں ان میں سے تین آدمی سنہ ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جن میں معاویہ بن ثور بن عبادۃ بن البکاء بھی تھا اور اس وقت اس کی عمر ایک سو سال تھی یہ سب مسلمان ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مہمان نوازی کی اور عطیات دیئے اور اس معاویہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں کستوری سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ اور میں عمر رسیدہ ہو گیا ہوں اور میرا یہ بیٹا مجھ سے حسن سلوک کرتا ہے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیریئے سو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشر بن معاویہ کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور اُسے سفید بکریاں دیں اور ان کے لیے برکت کی دعا کی۔ الجعد بن عبداللہ بن عامر البکائی[1] نے بیان کیا

---

[1] اسد الغابہ میں بیان ہوا ہے کہ وہ عبداللہ بن عامر بن انیس ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی قوم کے اسلام کی خبر لے کر آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مصافحہ کیا اور انھیں سلام کہا اور فرمایا: تمھارے پیچھے آنے والا ہے اور جب صبح ہوئی تو صبح کو بنو عامر اس کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی عامر کے لیے بھلائی کے سوا ہر چیز سے انکار کیا ہے۔

کرتیں، زکاۃ خشک سالی میں ان کو تکلیف دیتی ہے اور آپ انہیں تکلیف نہیں دیتے ۔

اور وفد میں ایک شخص شامل تھا جسے الجبیع بن عبد اللہ کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ایک تحریر لکھی:

> محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے الجبیع کے لیے اور اس کے لیے جو اس کی پیروی کرے اور مسلمان ہو اور نماز قائم کرے اور زکاۃ دے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور غنائم سے: اللہ کا خمس دے اور نبی اور اس کے اصحاب کی مدد کرے اور اپنے اسلام کی گواہی دیتا ہو اور مشرکین سے الگ ہو جائے وہ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان پر یقین کرنے والا ہے ۔

ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد شمس کا نام عبد الرحمٰن رکھا اور اسے اس کا ―― زاد الظعن ―― پانی لکھ دیا جس پر وہ مسلمان ہوا تھا اور عبد الرحمٰن اصحاب شجرہ: یعنی اصحاب صفہ میں سے تھا[1]

(۱۸)

وفد بنی عبد بن عدی

مجھے معاجم میں ان لوگوں کے حالات نہیں ملے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ کنانہ میں سے ہیں جو حرم کے پڑوسی ہیں، ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ بنی عبد بن عدی کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، ان میں الحارث بن اُہبان، عویمر بن الاخرم اور مسلمہ کے دونوں بیٹے حبیب اور ربیعہ[2] بھی تھے اور ان کی قوم کے کچھ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ

[2] ان دونوں کے اسلام کے واقعہ سے زیادہ مجھے ان کے حالات نہیں ملے ۔

لوگ بھی اس کے ساتھ تھے انہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم حرم کے باشندے ہیں اور اس کے معزز ترین لوگوں میں سے ہیں، ہم آپ سے جنگ کے خواہاں نہیں الا اگر قریش کے سوا دوسرے لوگ آپ سے جنگ کرتے لیکن ہم قریش سے جنگ نہیں کرتے اور ہم آپ سے محبت کرتے ہیں اور جن سے آپ محبت کرتے ہیں ان سے بھی محبت کرتے ہیں پس اگر آپ ہم میں سے کسی آدمی کو غلطی سے قتل کر دیں تو اس کی دیت آپ پر ہوگی اور اگر ہم آپ کے اصحاب میں سے کسی کو مار دیں تو اس کی دیت ہم پر ہوگی آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تو وہ مسلمان ہو گئے۔[1]

(۱۹)

وفد اشجع

اشجع، غطفان کے عظیم قبیلے کا نام ہے اور اشجع ان جماعتوں میں سے ایک تھا جنہوں نے جیش احزاب میں مسلمانوں سے جنگ کی تھی، ان میں سے نعیم بن مسعود کا غزوۂ خندق میں مشہور واقعہ ہے وہ بھی احزاب کے جیش میں تھا پھر وہ خفیہ طور پر مسلمان ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور یہود کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں اس کے ذریعے مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا (نعیم کا قصہ دیکھنا ہو تو ہماری تیسری کتاب غزوہ احزاب میں دیکھئے) بیان کیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنی قریظہ سے فارغ ہو جانے کے بعد اشجع آپ کے پاس آئے اور وہ سات سو آدمی تھے پس آپ نے ان سے مصالحت کی پھر اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے اور فتح مکہ کے وقت، جیش نبوی میں ان کا ایک دستہ بھی شامل تھا اور احزاب کے سال، مشرک کی فوج میں ان کا لشکر سو

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۰۶

بن رشید تھا، مگر اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہوا۔

(۴۰)

وفد باہلہ

باہلہ، قیس عیلان عدنانیہ کا ایک عظیم قبیلہ ہے۔ یہ لوگ یمامہ میں رہتے تھے اور اسلامی فتوحات کے عظیم کمانڈروں میں سے ایک عظیم کمانڈر قتیبہ بن مسلم الباہلی بھی ان میں سے ہیں۔

ان کا ایلچی مطرف ابن الکاہن[1] الباہلی اپنی قوم کی نیابت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے اپنی قوم کے لیے امان حاصل کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ایک دستاویز لکھی جس میں فرائض الصدقات کا بیان تھا۔ پھر باہلہ میں سے نہشل بن مالک[2] الوائلی اپنی قوم کا نمائندہ بن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ مسلمان ہو گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے اور اس کی قوم میں سے مسلمان ہونے والوں کے لیے ایک دستاویز لکھی جس میں اسلامی قوانین کا بیان تھا اور اسے حضرت عثمانؓ بن عفان نے لکھا۔

(۴۱)

وفد بنی سُلیم

سُلیم ایک عظیم قبیلہ ہے اور یہ قیس عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

---

[1] سوانح نگاروں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کے واقعہ سے زیادہ کچھ نہیں لکھا۔ [2] سوانح نگاروں نے نہشل کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کے واقعہ سے زائد کچھ نہیں بیان کیا۔

سے ہیں۔ بنی سُلیم بہت سے بطون و شاخوں میں متفرق ہے جو جزیرہ عرب کے بہت سے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں اور یہ ایک زبردست قوت تھے جن کا جاہلیت اور اسلام میں عسکری وزن تھا اور یہ ہوازن کے بھی چچا زاد ہیں اور فتح مکہ کے موقع پر جیش نبوی میں ان کے ایک ہزار گھڑ سوار شامل تھے جن کی کمان حضرت خالد بن ولید نے کی۔

ان کا ایلچی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس کا نام قیس بن نسیبہ[1] تھا اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سنی اور اس نے آپ سے کچھ باتیں دریافت کیں آپ نے اُسے جواب دیا اور اس نے ان سب باتوں کو یاد رکھا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دعوت اسلام دی تو وہ مسلمان ہو گیا

---

[1] اسد الغابہ میں بیان ہوا ہے کہ یہ قیس بن نُشبہ سُلمی ہے ابو حاتم نے اپنے بیٹے سے روایت کی ہے کہ یہ کاہنوں کے ساتھ رہتا تھا سو یہ امر عربوں پر اور فصحائے عرب پر بہت گراں تھا اور جب جنگ خندق ہوئی اور مشرکین اپنے اپنے علاقوں کو واپس گئے تو قیس بن نُشبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ سے آسمانوں کے متعلق پوچھا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ساتوں آسمانوں اور فرشتوں اور ان کی عبادت کا ذکر کیا اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے اس کا بھی ذکر کیا تو وہ مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم کی طرف واپس گیا اور کہنے لگا میں نے روم والوں کے علاقے اور عربوں اور کاہنوں کے اشعار اور حمیر کے مقولوں کو سنا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ان سے کچھ بھی مشابہت نہیں رکھتا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میری بات مان لو تم ان کے حامی ہو۔ اگر وہ کامیاب ہوا تو تم اس سے فائدہ حاصل کرو گے اور بڑھ جاؤ گے اور اگر دوسری بات ہوئی تو عرب تم پر مقدم نہ ہوں گے پس سب بنی سُلیم مسلمان ہو گئے اور وہ عظیم جلیل قوت تھے۔

پھر اپنی قوم بنو سلیم کے پاس واپس گیا اور انہیں اس طرح بات بتائی کہ جس شک کی گنجائش نہ رہنے دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مرسل نبی ہیں اس نے انہیں میں نے روم کے حالات اور ایران کا کلام اور عربوں کے اشعار اور کاہنوں کی اور حمیر کے خوش زبان کو سنا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ان کے کلام سے کچھ مشابہت نہیں رکھتا پس میری بات مانو اور اس سے اپنا حصہ لو۔ سو اس کی قوم مسلمان ہو گئی اور جب فتح کا سال آیا تو وہ ایک ہزار جوان باہر نکلے اور ساحل کے نزدیک قدید پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور ان میں عباس مرداس بھی شامل تھا۔

اور وہ شخص بھی بنو سلیم ہی میں سے تھا جس کی اتنی ہمت اس وقت واپس جب اس نے دو لومڑوں کو اپنے معبود (صنم) پر پیشاب کرتے دیکھا تو اس اپنے دل میں صنم کو ہیچ خیال کیا اور اس کا انکار کر دیا۔ اور اس پر حملہ کر کے اسے دیا اور وہ کہتا تھا۔

کیا وہ رب ہے جس کے سر پر دو لومڑ پیشاب کر رہے ہیں، اور جس پر
لومڑ پیشاب کریں وہ ہیچ ہو جاتا ہے۔

پھر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا تم نام کیا ہے وہ اس نے کہا غاوی بن ظالم[1] آپ نے فرمایا تو راشد بن عبد اللہ

---

[1] اس کا نام غاوی بن ظالم تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام راشد بن عبد اللہ رکھا اور یہ بنی سلیم کے بت سواع کا خادم تھا یہ مسلمان ہو گیا اور اسلام سے آراستہ ہوا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو آپ نے بتوں کو پارہ پارہ کیا تو وہ اپنے منہ کے بل گر پڑے تو راشد نے یہ اشعار کہے

وہ کہنے لگے آؤ ہم کہیں یہ بت کیا ہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام قسم سے روکتا
ہے اور اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قبیلے کو دیکھتے جب بت توڑے
جاتے تھے تو تم اللہ کے نور کو ظاہر ہوتے اور شرک کو اپنا ایک چہرہ ڈھانپتے دیکھتے

پس وہ مسلمان ہو گیا اور حُبِّ اسلام سے آراستہ ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی راشد کی تعریف کی ہے اور فرمایا بہترین عربی بستی خیبر ہے اور بنی سلیم کا بہترین آدمی راشد ہے اور آپ نے انہیں ان کی قوم کا امیر مقرر کر دیا اور بنی سلیم کی منازل نجد کے بالائی حصے میں خیبر کے نزدیک ہیں اور ان کی منازل میں سے وادی القریٰ بھی ہے جو باغات کی وجہ سے مشہور ہے اور اسلامی فتوحات میں انہیں بڑی شان حاصل ہے خصوصاً افریقہ کی فتوحات میں، جہاں ان کے بہت سے قبائل ہیں خصوصاً لیبیا کے شمال اور مصر میں، اور یہ ۴۴۰ھ میں مصر آئے (دیکھئے معجم قبائل العرب جلد ۲ صفحہ ۵۴۴ تا ۵۴۶، طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۰۸/۳، القاموس المحیط جلد ۱ صفحہ ۱۳۴/۲)۔

(۲۲)

وفد بنی ہلال

بنو ہلال، عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن کا بطن ہیں، ان کی منازل نجد و حجاز میں ہیں اور جزیرۂ عرب میں ان کی اراضی میں سے بیشہ اور تربہ ہیں جو طائف کے علاقے میں ہیں اور اسلامی فتوحات کے وقت وہ مصر و مغرب میں پھیل گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔

ان کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، ان میں عبد عوف بن اصرم بھی تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کے نام کے متعلق پوچھا تو اس نے آپ کو اپنا نام بتایا، آپ نے فرمایا تو عبداللہ ہے پس وہ مسلمان ہو گیا اور اس کی اولاد میں سے ایک شخص نے کہا ہے

میرے دادا عبد عوف کو تمام ہوازن نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لیے ایلچی منتخب کیا اور وفد کے ممبران میں قبیصہ بن المخارق بھی تھا اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے اپنی قوم کی طرف سے ضمانت اٹھائی ہے

اس میں میری مدد کیجیے آپ نے فرمایا جب صدقات آ جائیں گے تو اس میں سے متانت کی تقسیم تیری ہوگی۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ زیاد بن عبداللہ بن مالک بن بجیر الہلالی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جب وہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت میمونہ بنت الحارث کے گھر کی طرف گیا اور آپ زیاد مذکور کی خالہ تھیں اور اس کی ماں عزہ بنت الحارث تھی اور وہ ان دنوں جوان تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو وہ آپ کے پاس تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے تو حضرت میمونہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ میری بہن کا بیٹا ہے پس آپ حضرت میمونہ کے پاس آئے پھر مسجد کی طرف چلے گئے اور زیاد بھی آپ کے ساتھ تھا، آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر زیاد کو قریب کیا اور اس کے لیے دعا کی اور اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا پھر اسے اس کی ناک کی جانب اتارا، اور بنو ہلال کہا کرتے تھے، ہم ہمیشہ ہی زیاد کے چہرے میں برکت تلاش کرتے تھے۔

۳۴

وفد بکر بن وائل

بکر بن وائل، یہ لوگ بنی اسد بن نزار بن معد بن عدنان کا عظیم قبیلہ ہیں اور بکر بن وائل سے بہت سے بطون متفرع ہوتے ہیں جن میں سے بنو حنیفہ، بنو عجل اور بنو شیبان ہیں، بکر بن وائل جزیرہ عرب کے وسط میں رہتے تھے اور ان کے علاقے یمامہ سے بحرین تک ممتد ہیں اور بکر بن وائل کو جاہلیت اور اسلام میں بڑی شان حاصل تھی اور انہوں نے اسلام سے قبل عراق میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک جگہ قیام کیا اور وہ علاقہ آج تک دیار بکر کے نام سے موسوم ہے اور یہ لوگ اسلام

سے قبل ایرانی شہنشاہیت سے جنگ کرتے تھے لیکن جب حضرت خالد بن ولید کی فتح عراق آئی تو یہ اہل ایران کے حلیف تھے اور یہ عیسائی تھے۔

اور ان کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ان میں سے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا آپ قس بن ساعدہ کو جانتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تم میں سے نہیں تھا، یہ شخص ایاد میں سے تھا جو جاہلیت میں موحد ہو گیا تھا اور عکاظ آیا اور لوگ اکٹھے ہوئے تھے اور یہ ان سے وہ گفتگو کرنے لگا جو اس نے اس سے یاد کی تھی اور وفد میں بشیر بن الخصاصیہ[1] بھی تھا۔

(۳۴)

وفد تغلب

تغلب عظیم عدنانی قبیلہ ہے ان کا جد اعلیٰ ربیعہ بن معد تھا اور تغلب سے بہت سے بطون متفرع ہوتے ہیں اور تغلب نے اسلام سے قبل عراق میں سنجار اور نصیبین کی طرف رہائش اختیار کی اور وہاں کے دیار عراق میں دیار ربیعہ کے نام سے معروف ہیں۔ تغلب نے ۱۲ھ میں رومیوں کی جانب سے مسلمانوں سے جنگ کی کیونکہ ان میں نصاریٰ بھی تھے۔ علاوہ ازیں انہوں نے ۱۳ھ مسلمانوں کی جانب سے ایرانیوں سے جنگ کی۔

اور ان میں سے ایک مختلط وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

---

[1] اس کا نام زحم تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بشیر رکھا اور یہ بنی شیبان میں سے تھا یہ مسلمان ہو گیا اور حسن اسلام سے آراستہ ہوا اور بصرہ میں سکونت اختیار کی آپ رواۃ الحدیث میں سے تھے آپ سے ابو المثنی العبدی نے روایت کی ہے۔

آبادی میں کچھ نصاریٰ بھی تھے اور وہ سولہ آدمی تھے نصاریٰ کے سوا دوسرے آدمی مسلمان ہوگئے۔ اور نصاریٰ اپنی نصرانیت پر قائم رہے پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو عطیات دیے اور نصاریٰ سے مصالحت کی اور انہیں ان کے دین پر قائم رہنے دیا۔

۲۵

وفدِ حنیفہ

بنو حنیفہ ایک عظیم قبیلہ ہے جو ربیعہ بن نزار کے عدنانیوں میں سے ہے، جو بکر بن وائل سے کہ ہے ان کی منزلیں یمامہ میں واقع ہیں اور بنو حنیفہ زیادہ تر جنگجو قبائل میں شمار ہوتے ہیں، یہ اسلام سے مرتد ہوگئے۔ وہاں کے علاقے میں ارتداد کے زبردست معرکے ہوئے جن میں مسلمانوں نے علی الاطلاق جیت لیا۔ ان کا وفد سنہ ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ان میں مسیلمہ بن حبیب بھی شامل تھا جسے بعد ازاں کذاب کا لقب دیا گیا کیونکہ اس نے دعویٰ نبوت کیا تھا اور الرجال بن عنفوہ بھی تھا جس نے قرآن سیکھا پھر مرتد ہوگیا اور وہ مسیلمہ کذاب کے داعی کے قائم مقام تھا اور یہ دونوں جنگ یمامہ میں مارے گئے۔

اور وفد کے تمام ممبران نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حق کی شہادت دی، پھر بعد ازاں ان میں ارتداد پیدا ہوگیا اور جب انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو انھوں نے مسیلمہ کو اپنے خیموں میں پیچھے چھوڑا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کو چاندی کے پانچ اوقیے دیے اور وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ہم نے اپنے ایک ساتھی کو اپنے خیموں میں پیچھے چھوڑا ہے کہ وہ ہمارے پیچھے ان کی دیکھ بھال کرے اور ہماری سواریوں کی حفاظت کرے،

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بھی اتنا ہی عطیہ دینے کا حکم دیا جتنا انہیں دیا تھا اور فرمایا، وہ تمہاری سواریوں اور تمہارے خیموں کی حفاظت کرنے کی وجہ سے برے مقام پر نہیں ہے۔ مسیلمہ سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو وہ خبیث کہنے لگا آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ آپ کے بعد یہ کام میرے سپرد ہونے والا ہے۔ پس وہ اپنے علاقے کو واپس چلے گئے اور ان کے پاس کلیسا میں ایک راہب تھا جب اس نے ان کے مؤذن کو، توحید کی اذان دیتے سنا تو کہنے لگا یہ حق بات ہے پھر مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور الرحال بن عنفوہ نے اس کی گواہی دی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امرِ (نبوت) میں شریک کیا ہے۔ پس لوگ اس سے فتنہ میں پڑ گئے جس سے بنی حنیفہ اور اسلامی فوجوں کے درمیان تباہ کن جنگیں ہوئیں۔

(۴۶)

وفد بنی شیبان

شیبان ایک عظیم قحطانی قبیلہ ہے جو بکر بن وائل سے متفرع ہوتا ہے اور ان میں سے جاہلیت اور اسلام میں متعدد جنگی کمانڈر ہوئے ہیں۔ اور جاہلیت میں ان میں سے ہانی بن مسعود ہوا ہے جس نے معرکہ ذوقار میں عربوں کی کمان کی اور اس میں ایرانیوں کو شکست دی اور کامیاب سالار المثنیٰ بن حارثہ بھی ہوا ہے جس نے عراق میں بہادرانہ جنگیں کی ہیں اور بھی بہت سے جنگی کمانڈر ہوئے ہیں اور وہ نجدی قبائل میں سے تھے اور آغازِ اسلام میں انہوں نے عراق میں دجلہ کے مشرقی علاقہ کو وطن بنا لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والا بنی شیبان کا ایلچی حریث بن حسان[1] شیبانی تھا۔

---

[1] اسد الغابہ میں بیان ہوا ہے کہ صحیح ترین قول یہ ہے کہ اس کا نام الحارث تھا پھر

اور قیلہ بنت مخرمہ[۱] نے ایک طویل حدیث میں جس کا ذکر ابن سعد نے طبقات جلد ۸ [illegible] میں کیا ہے، بیان کیا ہے کہ میں حریث ــــ جو راست باز آدمی تھا ــــ کے ساتھ روانہ ہوئی حتیٰ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ لوگوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور نماز اس وقت شروع کی گئی جب فجر طلوع ہوئی اور ستارے آسمان میں [illegible] تھے اور لوگ تاریکی شب کے باعث ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتے تھے۔ میں نے بھی مردوں کے ساتھ صف بنائی اور میں جاہلیت سے نئی نئی آنے والی عورت تھی۔ مجھے ایک شخص نے جو صف میں میرے نزدیک تھا کہا تو عورت ہے یا مرد؟ میں نے کہا میں عورت ہوں۔ اس نے کہا ہو سکتا ہے تو مجھے فتنہ میں ڈال دے۔ اپنے پیچھے عورتوں کے ساتھ نماز پڑھ۔ کیا دیکھتی ہوں کہ عورتوں کی ایک صف حجروں کے پاس بن گئی ہے میں نے داخل ہوتے وقت اسے نہ دیکھا تھا۔ پس میں ان میں شامل ہو گئی حتیٰ کہ جب سورج طلوع ہوا تو میں قریب ہوئی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اس نے قیلہ کے ساتھ اس کا واقعہ بیان کیا ہے اور یہ الحارث بنی ذہل بن شیبان سے تھا اور حارث سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے بیان کیا کہ میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر فرما رہے تھے بکر بن وائل کی طرف فوج بھیجو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں عاد کے ایلچی کی طرح ہوں۔

[۱] (حاشیہ صفحہ ہذا) قیلہ بنت مخرمہ غنویہ تمیمیہ، ابن اثیر نے اس کے حالات میں اسد الغابہ میں صرف اس کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا واقعہ بیان کیا ہے۔

میں نے ایک خوش منظر اور تندرست آدمی کو دیکھا، میری نگاہ اس طرف اٹھی تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے اوپر دیکھوں، حتیٰ کہ وہ شخص آیا ـــــ اور سورج بلند ہو چکا تھا ـــــ اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو پھٹے پرانے کپڑے بندھے تھے جن پر زعفران چھڑکا ہوا تھا اور آپ کے پاس کھجور کے درخت کی بے چھال شاخ تھی جس کے سرے پر صرف دو پتے تھے اور آپ اکڑوں بیٹھے تھے اور جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عاجزانہ طور پر بیٹھے دیکھا تو میں خوف سے کانپ گئی اور آپ کے ہمنشین نے کہا یا رسول اللہ مسکینہ لرز گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ نے میری طرف نہ دیکھا اور میں آپ کی پشت کے نزدیک تھی۔ اے مسکینہ تجھ پر سکون ہونا لازم ہے، جب آپ نے یہ بات کہی تو میرے دل میں جو رعب داخل ہوا تھا وہ اللہ نے دور کر دیا۔

اور حریث بن حسان آگے بڑھا اور اس نے اسلام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور اس کی قوم نے بھی کی اور ابن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ حرملہ بن عبد اللہ روانہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہو گیا پھر کوچ کر گیا پھر واپس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ مجھے کیا کام کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے حرملہ نیکی کر اور بری بات سے اجتناب کر پھر وہ واپس گیا اور اپنی اونٹنی کے پاس آیا پھر واپس گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ مجھے کیا کام کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے حرملہ نیکی کر اور بری بات سے اجتناب کر اور اس بات کی طرف دیکھ کہ جب تو لوگوں

---

[1] حرملہ بن عبد اللہ بن ایاس تمیمی عنبری، ابن اثیر نے اس کا وہ واقعہ بیان کیا ہے جو ہم نے درج کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ اسے بصریوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

کے پاس سے اُٹھے تو تیرا کان اس بات کو پسند کرے جو وہ تیرے متعلق کہیں تو تجھ سے منقول ہوا کام بھی تجھے حاصل ہو جائے گا اور جب تو ان کے پاس سے اُٹھے تو وہ جو بات تیرے متعلق کہیں تو اُسے ناپسند کرے تو اس سے اجتناب کر[1]

(۴۷)

وفدِ طیٔ

طیٔ ایک عظیم قحطانی قبیلہ ہے اور یہ کہلان سے ہیں، یعنی طیٔ بن اُدد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان، ان سے متعدد بطون متفرع ہوتے ہیں اور ان کی منازل یمن میں تھیں پھر ازد کے خروج کے بعد یہ لوگ وہاں سے نکل آئے اور نجد میں بنی اسد کے پڑوس میں اترے پھر ان کے دو پہاڑوں اجا اور سلمیٰ پر ان کو مغلوب کر لیا اور دونوں پہاڑیوں پر ٹھہر گئے اور طیٔ / جاہلیت اور اسلام میں خوفناک حربی قوت تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب ارتداد کے فتنے پیدا ہوئے تو طیٔ نے بھی ارتداد اختیار کرنے کا ارادہ کیا لیکن ان کے مبارک سردار عدی بن حاتم نے انہیں ارتداد کے خیال سے روک دیا اور وہ حضرت خالد بن ولید کے جیش میں ایک زبردست طاقتور قوت بن گئے جس سے آپ نے بنی کے مرتدین سے جنگ کی اور سلہ ھ میں عراق کی جنگ میں طیٔ نے المثنیٰ بن حارثہ کے ساتھ ایران کے مجوسیوں کے ساتھ جنگ کرنے میں شاندار کردار ادا کیا۔

ان کے پندرہ آدمیوں کا وفد مشہور شہسوار زید الخیل[2] کی سربراہی میں مدینہ آیا اور جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان پر اسلام پیش کیا اور ان میں سے ہر شخص کو چاندی کے پانچ اوقیے دیے اور حضرت

---

[1] طبقات ابن سعد قسم ۲ ۱/۳۲۱ [2] آپ کا نام زید بن مہلہل بن منہب الطائی تھا

زید الخیل کو بارہ اوقیے اور ان کے سردار ہونے کے لحاظ سے عمدہ خوشبو بھی دی ۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید الخیل کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے ـــــ عرب کے جس جوان کا ذکر مجھ سے کیا گیا میں نے اُسے زید کے سوا اس بیان سے کمتر پایا جو میرے پاس بیان کیا گیا۔ بلا شبہ آپ میں جو باتیں پائی جاتی ہیں اس تک وہ سب نہیں پہنچیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام زید الخیر رکھا اور اس کے ساتھ دو زمینیں آپ کو جاگیر دیں اور یہ آپ کو لکھ دیں۔ آپ اپنی قوم کے پاس واپس جانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے نکلے اور جب حضرت زید نجد کے علاقے میں اس کے پانیوں میں سے ایک پانی پر پہنچے تو آپ کو وہاں بخار نے آ لیا اور آپ فوت ہو گئے ۔ اور ہم اس کتاب میں پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

آپ بہت اچھے مسلمان تھے جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا زید الخیل، آپ نے فرمایا بلکہ آپ زید الخیر ہیں۔ انھوں نے پوچھا میں اس شخص کے متعلق اللہ کی علامت پوچھتا ہوں جسے وہ وہ نہیں چاہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا آپ نے صبح کیسے کی ہے؟ آپ نے کہا میں نے نیکی اور نیکی کرنے والوں کو اور اس پر عمل کرنے والوں کو پسند کرتے ہوئے صبح کی ہے اور اگر میں اس پر عمل کر لوں تو اس کے ثواب کو پا لوں گا اور اگر اس سے کوئی چیز مجھ سے ضائع ہو جائے تو میں اس پر غم کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا یہی اللہ کی علامت ہے اس شخص کے بارے میں جسے وہ چاہتا ہے اور نہیں چاہتا اور اگر وہ آپ کے متعلق دوسری بات کا ارادہ کرتا تو آپ کو اس کے لیے تیار کر دیتا پھر اللہ پرواہ نہیں کرے گا کہ آپ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم اور ان کے اسلام لانے کے واقعہ کو مفصل بیان کر چکے ہیں۔

(۲۸)

وفدِ تجیب

تجیب کندہ کی ایک بطن ہیں اور یہ حضر موت کے وسط میں السکون میں رہتے تھے اور الہمدانی کے عہد میں یہ پندرہ سو آدمی تھے جن میں چار گھڑ سوار تھے۔ یہ ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور ان کا وفد تیرہ آدمیوں کا تھا اور یہ اپنے ساتھ اپنے اموال کی زکوٰۃ بھی لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش ہوئے اور فرمایا تمہیں خوش آمدید ہو اور ان کی عزت کی اور انہیں عطیات دیے اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان کی خوب ضیافت کریں اور انہیں خوب عطیات دیں پس آپ نے ان کو وفود سے زیادہ عطیات دیے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تم میں سے کوئی شخص باقی رہ گیا ہے؟ انہوں نے کہا ایک نوجوان کو ہم نے اپنے خیموں میں چھوڑا ہے اور وہ ہم سے کم عمر ہے آپ نے فرمایا اسے ہمارے پاس بھیجنا، پس وہ نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا میں ان لوگوں کے بیٹوں میں سے ہوں جو ابھی آپ کے پاس آئے تھے اور آپ نے ان کی ضروریات پوری کی ہیں میری ضرورت بھی پوری کریں آپ نے پوچھا تیری ضرورت کیا ہے اس نے کہا اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرمائے اور میرے دل میں غنا ڈال دے آپ نے فرمایا اے اللہ اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کے دل میں غنا ڈال دے پھر آپ نے اسے اسی طرح حکم دیا جو آپ نے اس کے اصحاب میں سے ایک شخص کو دیا تھا پس وہ اپنے علاقے

کو واپس چلے گئے اور جب وہ سنہ ١٠ھ میں منیٰ میں حج کے اجتماع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو آپ نے ان سے اس نوجوان کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے کہا اللہ نے آپ کو جو رزق دیا ہے ہم نے اس کی مانند اس پر اس سے بڑا قانع نہیں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ ہم سب اکٹھے مریں گے۔

(٢٩)

وفد خولان

خولان یمن کے قحطانی قبائل میں سے ہیں اور یہ کہلان نسل سے ہیں اور بنو خولان بن عمرو بن مالک بن الحارث بن مرۃ بن اُدد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا ہیں۔ دیار خولان یمن کے دیار صنعاء کے مشرق میں ہیں اور وہاں ایک مشہور قبیلہ بھی ہے جسے آج کل خولان ابن عامر کہا جاتا ہے اور ان کی مساکن صعدہ کے شمال میں واقع ہیں اور ایک قول کے مطابق یہ قضاعہ میں سے ہیں۔

اور یہ خولان یمن کے ذکر کے اہم ورثے ہیں۔ اسلامی فتوحات میں ان کی بڑی شان ہے اور ان میں کامیاب فوجوں کے قائد ہوئے ہیں جن میں سے السمح ابن مالک خولانی امیر اندلس ہوا ہے جس نے دوسری صدی ہجری کے اوائل میں جنوبی فرانس کی بیخ کنی کردی اور شہر (طولوز) پر قابض ہو گیا اور مسلسل قریب زمانے تک اس میں ایک سڑک کا نام اس کے نام پر السمح تھا اور فرانسیسی زبان میں اسے ربیع الزماہ ؛ —— WIA AZZAMHA کہتے ہیں یعنی شارع السمح۔ اس بات کا ذکر امیر شکیب ارسلان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (فتوحات العرب فی اوربا وجزائر البحر الابیض المتوسط) میں کیا ہے۔

خولان کا وفد دس پندرہ آدمی تھے جو شعبان سنہ ١٠ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ہم اللہ پر ایمان لانے والے

اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والے ہیں اور ہم آپ کے پاس اونٹوں پہ سفر کر کے آئے ہیں اور سخت اور نرم زمینوں پہ چلے ہیں اور یہ اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے اور ہم آپ کی ملاقات کو آئے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ جو تم نے میرے پاس آنے کا ذکر کیا ہے تو آپ کے اونٹوں نے ہر قدم جو اٹھایا ہے اس کے بدلے میں تمہیں ایک نیکی ملے گی اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ہم ملاقات کو آئے ہیں، بلاشبہ جس نے مدینہ میں میری ملاقات کی وہ قیامت کے روز میرا پڑوسی ہوگا۔

پھر آپ نے ان سے ان کے بت کے متعلق پوچھا جس کی وہ پرستش کرتے تھے اور اس کا نام (عم انس) تھا انہوں نے کہا اس کے بدلے میں اللہ نے ہمیں وہ چیز دے دی ہے جو آپ لائے ہیں مگر ایک بڑھیا اور ایک بہت بوڑھا اس سے تمسک کیے ہوئے ہیں۔ وہ اگر ہم اس کے پاس گئے تو اسے توڑ دیں گے انشاء اللہ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلامی قوانین کی تعلیم دی اور انہیں عہد کے پورا کرنے اور امانت کے ادا کرنے اور پڑوسی سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ کسی پہ ظلم نہ کریں پھر انہوں نے آپ کو الوداع کہا اور آپ نے ان میں سے ہر ایک کو چاندی کے بارہ اوقیہ اور عمدہ خوشبو عنایت کی اور جب وہ اپنے علاقے کو واپس گئے تو انہوں نے اپنے بت (عم انس) کو توڑ کر گرا دیا اور جو چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پہ حرام قرار دی تھیں انہیں حرام قرار دیا اور جو ان کے لیے حلال کی تھیں انہیں حلال کیا (نہایۃ الارب للنویری، تاج العروس للزبیدی جلد ۹ ص ۱۵۴ جلد ۸ ص ۳۱۱، صفۃ جزیرۃ العرب للہمدانی ص ۱۱۸، طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۲۴)

(۳۰)

وفد جعفی

جعفی قحطانی یمانی قبیلہ ہے۔ یہ سعد العشیرہ بن مالک کہلانی سے جو مذحج سے

ہے اپنی منازل کے درمیان اور صنعاء کے درمیان ۲۴ فرسخ ہوتے ہیں۔ ان میں سے دو آدمی، قیس بن سلمہ بن شراحیل اور سلمہ بن یزید، جو ماں جائے بھائی تھے آئے اور مسلمان ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم دل نہیں کھاتے؟ دونوں نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے فرمایا، تمہارا اسلام صرف کھانے سے مکمل ہوگا اور آپ نے ان دونوں کے لیے دل منگوایا اور بھونا پھر آپ نے اُسے سلمہ بن یزید کو دیا، اور جب اس نے اُسے پکڑا تو اس کا ہاتھ کانپا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا اسے کھا تو اس نے اُسے کھا لیا۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن سلمہ کے لیے ایک دستاویز لکھی جس کی نقل یہ ہے۔

محمد رسول اللہ کی جانب سے قیس بن سلمہ بن شراحیل کے لیے
میں نے آپ کو مران اور اس کے حلیفوں اور حریم اور اس کے حلیفوں اور
الکلاب اور اس کے حلیفوں پر جو نماز پڑھے، زکوٰۃ دے اور اپنے
مال سے صدقہ دے اور اُسے پاک کرے، امیر مقرر کیا ہے۔

پھر وہ دونوں کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ہماری ماں ملیکہ بنت الحلو قیدیوں کو چھڑاتی اور تنگدست کو کھانا کھلاتی اور مسکینوں پر رحم کرتی تھی اور وہ فوت ہو گئی ہے اور اس نے اپنی چھوٹی بچی کو زندہ درگور کر دیا تھا اس کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کی جانے والی دوزخ میں ہیں تو وہ دونوں ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف واپس آؤ، اور فرمایا: اور میری ماں بھی تم دونوں کی ماں کے

لہ آج کل یہ صنعاء کے شمال مشرق میں پایا جاتا ہے اور اسے بیت مران کہا جاتا ہے اور یہ بلاد آل رعب میں سے ہے۔

ساتھ ہے رہتی دوزخ میں ہے۔ پس دونوں نے انکار کیا اور یہ کہتے چلے گئے خدا کی قسم اس شخص نے ہمیں دل کھلایا ہے اور اس کا خیال ہے کہ ہماری ماں دوزخ میں ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ اس کی اتباع نہ کی جائے اور دونوں چلے گئے اور ابھی وہ راستے میں تھے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے جن کے پاس صدقہ کے اونٹ تھے ان دونوں نے اسے باندھ دیا اور اونٹوں پر قبضہ کر لیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ان دونوں پر ان کے ساتھ لعنت کی جن پر آپ لعنت کیا کرتے تھے۔

بنی جعفی کا ایک اور شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس کے دو بیٹے بھی تھے وہ مسلمان ہو گئے اور وہ عمرو بن ذحل بن مران بن جعفی اور اس کے دونوں بیٹے سبرۃ اور عزیز تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزیز سے فرمایا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا عزیز۔ آپ نے فرمایا اللہ کے سوا کوئی عزیز نہیں، تو عبد الرحمٰن ہے تو وہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن ذحل کو یمن میں ایک وادی جاگیر دی جسے حُردان کہا جاتا ہے۔

(۳۱)

وفد صُداء

صداء یمن کا ایک بطن ہے جو قحطان سے ہے اور یہ لوگ اہل یمن میں سے ہیں (معجم قبائل العرب جلد ۲ صفحہ ۶۳۷) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں حنین سے واپسی کے بعد ایک جنگی فوج بنائی جو چار سو جوانوں پر مشتمل تھی اور ان کی کمان حضرت سعد بن عبادہ کو عطا کی اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ یلغار صداء پر حملہ کریں، پس انہوں نے مدینے کے شمال میں وادی قناۃ میں پڑاؤ کیا۔ اس فوج نے قبیلہ صداء کے ایک آدمی کو اطلاع دی تو وہ جلد

سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مطالبہ کرتے ہوئے آیا کہ اس فوج کو جو حضرت سعد بن عبادہؓ کی کمان میں ہے روک دیا جائے اس نے کہا میرے پیچھے جو لوگ ہیں میں ان کی طرف سے آپ کے پاس ایلچی بن کر آیا ہوں، فوج کو واپس لے آئیے میں اپنی قوم کا آپ کے پاس ضامن ہوں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس کر دیا اور اس شخص نے بھی سچ کہا پس صداء میں سے پندرہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے اور ان کی قوم کے لوگ پیچھے تھے ان کی طرف سے آپ کی بیعت کی، پس اسلام ان میں پھیل گیا اور جب دسویں سال حجۃ الوداع ہوا تو ان میں سے ایک سو آدمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے اسلام کی ضمانت دی تھی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو واپس بلا لیا تھا وہ زیاد بن الحارث الصدائی تھا پس جب وہ ان کے ساتھ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اے صداء کے بھائی بلاشبہ تو اپنی قوم میں مطاع ہے۔

(۳۲)

وفد مراد

مراد کہلان میں سے قحطانی یمانی مذحجی قبیلہ ہے اور بنو مراد بن مذحج ہیں اور وہ ملک یمن آ رہے ان کے علاقے زبید کی جانب ہیں جو یمن میں ہے اور آج کل قبیلہ مراد یمن کے جنوب مشرق میں آباد ہے اور ان کا دار الخلافہ (الجوبہ) ہے اور وہ مارب، دولیع اور حریب کی مثلث میں ہیں۔

مراد کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والا ایلچی فروہ ابن مسیک تھا اس نے اسلام قبول کیا اور حسن اسلام سے آراستہ ہوا اور

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اس کی قوم مراد، زبید اور مذحج سب پر امیر مقرر کیا اور اس کے ساتھ حضرت خالد بن سعید بن العاص اموی کو صدقہ کا عامل بنا کر بھیجا اور وہ اس کے ساتھ ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور جب یمن میں ارتداد ہوا تو فروہ بن مسیک اپنے اسلام پر قائم رہا اور اس نے اسود عنسی اور اس کے مرتد مددگاروں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کی۔

(۳۳)

وفدِ زبید

زبید نام متعدد قبائل پر بولا جاتا ہے اور یہاں جس زبید کا ذکر ہے وہ منبہ بن صعب بن سعد العشیرۃ ہیں جو بنی زبید کہلاتے ہیں اور یہ مشہور شہسوار عمرو بن معدیکرب زبیدی کی قوم ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والا ان کا عمرو بن معدیکرب تھا، وہ آپ کے پاس آیا اور مسلمان ہو گیا اور آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا اور عمرو اپنی قوم کی طرف واپس گیا تو ان کا سردار فروہ بن مسیک مرادی تھا کیونکہ وہ سب مذحج سے تھے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو معدی کرب اسلام سے مرتد ہو گیا اور کذاب متنبی اسود عنسی کے ساتھ شامل ہو گیا اور عمرو [illegible] کی قید میں آ گیا اور اسے قیدی بنا کر مدینہ لائے تو حضرت خلیفہ اوّل نے اُسے معاف کر دیا وہ مسلمان ہو گیا اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہوا اور وہ یرموک، قادسیہ اور دیگر معرکوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوا اور اس نے اور طلیحہ اسدی نے جس نے دعویٰ نبوت کیا اور پھر توبہ کر لی تھی، معرکہ نہاوند میں شہادت پائی۔

(۳۴)

وفدِ کندہ

کندہ: عظیم قحطانی حضرمی قبیلہ ہے، اسلام سے قبل اس میں بہت سے بادشاہ ہوئے ہیں اور ان کی حکومت نجد، یمن اور حجاز تک پھیلی ہوئی تھی (معجم قبائل العرب جلد ۳ صفحہ ۹۹۸)

اور کندہ جو کندہ ہیں، اس کا نام ثور بن عفیر بن عدی بن الحارث بن مرۃ بن اُدد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان تھا اور ثور کو (کندہ) کا نام اس لیے دیا گیا کہ اس نے اپنے باپ کا کفرانِ نعمت کیا۔ ان کی مساکن حضرموت میں الکسر میں واقع ہیں اور حضرموت کے شمال کی طرف وسیع مسافتوں تک پھیلی ہوئی ہیں اور حضرموت میں ان کے بہت سے بطون متفرق ہو گئے ہیں اور صدرِ اوّل میں اسلام کے اقتدار کے زمانے میں کندہ کو حربی لحاظ سے بڑی شان حاصل تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کندہ اسلام سے مرتد ہو گئے اور المہاجر بن امیہ اور حضرت عکرمہ بن ابوجہل نے ان کو عاجز کر دیا۔ اور ان کا بادشاہ اشعث بن قیس قید ہو گیا اور حضرت خلیفہ اوّل نے اسے معاف کر دیا۔ اور وہ مسلمان ہو گیا اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہوا۔ سنہ ۹ھ میں اسی سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ان کا سردار اشعث بن قیس تھا۔ یہ لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آپ کے پاس آئے انھوں نے کنگھی کی اور سُرمہ لگایا اور وہ یمنی چادر اوڑھے ہوئے تھے اور ان کے کناروں پر ریشم لگا ہوا تھا اور وہ سونے سے مرصع ہوا دیباج پہنے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تم مسلمان نہیں ہوئے؟ انھوں نے کہا ہاں ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا پھر تم پہ یہ ریشم اور سونا ہے اس کا کیا حال ہے تو انھوں نے

اُسے پھینک دیا اور شدت سے کہنے لگا یہ جیسے آکل المرار ہیں ..... اور آکل المرار حارث بن عمرو بن حجر بن عمرو بن معاویہ بن الحارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن کندی تھا اور اُسے آکل المرار کا نام اس لیے دیا گیا تھا کہ عمرو بن الہبولہ غسانی نے اس پر غارت گری کی اور حارث موجود نہ تھا سو اس سے غنیمت حاصل کی اور عورتوں کو قیدی بنا لیا اور جن عورتوں کو اس نے قیدی بنایا ان میں ام اناس بنت عوف بن محلم الشیبانی بھی تھی جو حارث بن عمرو کی بیوی تھی، وہ عمرو بن الہبولہ سے — اس کے متعلق وہ بات کہنے لگی کہ گویا میں سخت سیاہ چتکبرے آدمی کے ساتھ ہوں گویا اس کے ہونٹ آکل المرار اونٹ کے ہونٹ ہیں، اس نے تیری گردن پکڑ لی ہے، یعنی اس کے قابو میں، حارث کے پس اس روز سے حارث کا نام آکل المرار پڑ گیا۔ اور حارث نے عمرو بن الہبولہ اور اس کی قوم کا پیچھا کیا اور اُسے جا ملا اور اُسے قتل کر دیا اور اپنی بیوی کو اور اس نے جو غنیمت حاصل کی تھیں انہیں چھڑا لیا۔

(۳۵)

وفد الازد

اَزد، عرب کی عظیم تر اور مشہور تر اقوام میں سے ایک قوم ہے جو ازد بن الغوث بن نبت بن مالک بن کہلان قحطانی کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ ازد، چار عظیم قوموں میں متفرق ہو گئے ہیں۔

۱۔ اَزد شنوءہ، ان کی نسبت، کعب بن عبداللہ بن مالک ابن نصر بن الازد کی طرف ہے اور ان کی منازل السراۃ میں ہیں اور تثلیث میں قرب اور بیشہ کی جانب ہیں۔

۲۔ اَزد غسان، ان کی منازل جزیرہ نما عرب میں ہیں پھر انھوں نے شام کو وطن بنا لیا اور وہاں اپنی حکومت کی بنیاد رکھی۔

۳ - ازد السراۃ : ان کی منازل ، جبال یمن میں ہیں جو اب تک اس نام سے مشہور ہیں۔ (جبال السراۃ)

۴ - ازد عمان : ان کی منازل عمان میں ہیں ، جنہوں نے اسلام سے قبل اپنے لیے ایک عظیم حکومت کی بنیاد رکھی۔

ان کا اصل وطن مآرب یمن ہے جو ارض سبا سے ہے اور جب سد پھٹ گئی اور گرنے لگی تو انھوں نے ہجرت کی اور مختلف شہروں میں پراگندہ ہو گئے اور ان میں سے اوس اور خزرج کے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے یثرب کو وطن بنا لیا اور خزاعہ مکہ چلا گیا اور وادعہ ، بجیلہ ، خثعم اور عتیک وغیرہ عمان چلے گئے اور غامد ، یشکر ، بارق اور بنو دعان وغیرہ السراۃ چلے گئے اور جفنہ ، آل عمرو بن عمرو بن عامر مزیقیا اور غسان شام چلے گئے۔

اور مآرب سے ہجرت کے بعد انہیں بڑی شان حاصل ہو گئی اور یہ شام و عراق اور یثرب و عمان میں بادشاہ تھے اور یہ بات ذکر کرنے کے لائق ہے کہ طی کا عظیم قبیلہ ، قبیلۂ ازد سے اترتا ہے۔

ان کا وفد ۱۰ھ میں صرد بن عبداللہ[1] کی سربراہی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صرد بن عبداللہ ازدی : ابن حجر نے اصابہ میں اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور اپنی قوم کے ساتھ اس کے آنے کا واقعہ بیان کیا ہے ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ہی تو صرد ، جرش پر آپ کا امیر تھا اور میں نے دار آل مقبول ، آل اسماعیل کی لائبریری میں ایک قلمی نسخہ دیکھا ہے کہ آل باشیل وہ لوگ ہیں جو العبر کو چھوڑ کر حضرموت کے شمال میں ہے وادی لیسر میں العبر کی طرف آ گئے وہ صرد بن عبداللہ ازدی کی طرف انتساب کرتے ہیں اور وہ حضرموت کے وسط میں العبر کی طرف تقریباً تین سو سال سے آئے ہوئے ہیں۔

کے پاس آیا اور جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انھوں نے آپ سے گفتگو کی اور آپ ان کی علامت اور لباس دیکھ کر حیران ہو گئے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا مومنین ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا ہر قول کی کوئی حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان اور قول کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے کہا پندرہ خصلتیں، ان میں سے پانچ کے متعلق آپ کے ایلچیوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان میں سے پانچ کے متعلق آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان پر عمل کریں اور ان میں سے پانچ ہم نے جاہلیت میں اپنائی ہیں اور ہم ان پر قائم ہیں، سوائے اس کے کہ آپ ان میں سے کسی کو ناپسند کریں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ پانچ کونسی ہیں جن کے متعلق میرے ایلچیوں نے تم کو حکم دیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور بعث بعد الموت پر ایمان لائیں۔ آپ نے فرمایا اور وہ پانچ کونسی ہیں جن کے متعلق میں نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ان پر عمل کرو؟ انھوں نے کہا آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم لا الٰہ الا اللہ کہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور رمضان کے روزے رکھیں اور استطاعت کی صورت میں بیت اللہ کا حج کریں۔ آپ نے فرمایا اور وہ پانچ کونسی ہیں جو تم نے جاہلیت میں اپنائی ہیں؟ انھوں نے کہا فراخی کے وقت شکر کرنا۔ اور مصیبت کے وقت صبر کرنا اور قضا و قدر پر راضی رہنا اور میدان جنگ میں ثابت قدم رہنا اور شماتت اعدا کو ترک کرنا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکماء علماء ہیں قریب ہے کہ یہ اپنی سمجھداری سے انبیاء ہو جائیں۔ پھر آپ نے فرمایا اگر تم ایسے ہی ہو جیسے تم بیان کرتے ہو تو میں اضافہ کر کے تمہارے لیے ان کو مکمل بیس کر دیتا ہوں جو چیز تم کھاتے نہیں اس کو جمع نہ کرو۔ اور جس میں رہتے نہیں اسے تعمیر نہ کرو اور اس چیز کی رغبت نہ کرو جسے کل تم چھوڑنے والے ہو اور اس چیز میں رغبت کرو جس کی طرف تم نے جانا ہے اور جس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

پس وہ واپس چلے گئے اور انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو یاد رکھا اور اس پر عمل کیا۔[1]

مؤرخین، اصحاب الحدیث اور سوانح نگار بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرد بن عبداللہ کو اس کی قوم کے مسلمانوں کا امیر مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے مسلمانوں کے ساتھ ان لوگوں سے جو یمن کے بعض علاقوں میں شرک پر قائم ہیں، جہاد کرے۔

اور جرش (یہ ایک معتبر اور بلند شہر ہے) میں فلاں کے قبائل شرک پر قائم تھے تو امیر صرد ان کی طرف گیا اور تقریباً ایک ماہ تک ان کے شہر کا محاصرہ کیا مگر اس پر فتح کرنا دشوار رہا۔ تو صرد نے ایک جنگی تدبیر کی جس میں مشرکین کو پھنسا دیا۔ جس نے جرش شہر کی فصیلوں کے سامنے سے شکست کا اظہار کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لی حتیٰ کہ جبل شکر تک پہنچ گیا اور جرش کے باشندے اس کے تعاقب میں نکلے حتیٰ کہ انہوں نے اسے جبل میں آ لیا ان کا خیال تھا کہ وہ شکست خوردہ ہو کر بھاگا ہے جبھی اس نے اپنے جوانوں سے ان پر حملہ کروا دیا اور انہوں نے انہیں خوب قتل کیا پھر جنگ رک گئی اور اہل جرش ہدایت کی طرف چلے اور انہوں نے اپنے میں سے ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور وہ مسلمان ہو گئے اور خلعت اسلام سے آراستہ ہوئے اور وہ خثعم وغیرہ سے تھے۔

(۳۶)

وفد الصدف

الصدف کا نام تین قحطانی قبائل پر بولا جاتا ہے وہ قبیلے حضرمی ہیں اور

---

[1] معجم قبائل العرب جلد ۱ صفحہ ۱۴۰۱

ایک قبیلہ ہلال حمیری کا ہے (دیکھیے معجم قبائل العرب جلد ۳ صفحہ ۱۲۳۲) اور یہ لوگ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے مجھے معلوم نہیں کہ وہ ان تین قبائل میں سے کس سے تعلق رکھتے تھے۔ ابن سعد نے طبقات جلد ۱ صفحہ ۳۳۱ پر شرحبیل بن عبدالعزیز سے اس کے آباء کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ دس پندرہ آدمی تھے جو اپنی اونٹنیوں پر تہبند اور چادریں اوڑھے سوار تھے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اور منبر کے درمیان قاعدے کی جگہ بیٹھ گئے اور سلام نہ کیا آپ نے پوچھا تم مسلمان ہو؟ انھوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے سلام کیوں نہیں کیا؟ تو انھوں نے کھڑے ہو کر کہا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ۔ آپ نے جواب دیا وعلیکم السلام، بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے متعلق پوچھا تو آپ نے انھیں اوقات بتا دئے۔

(۳۴)

وفد خشین

خشین کا نام دو قبیلوں پر بولا جاتا ہے، ایک قضاعہ کا قبیلہ ہے اور دوسرا طائی ہے۔ اور ہمیں معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کس کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ مؤرخین نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ ابو ثعلبہ خشنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ خیبر کی تیاری کر رہے تھے۔ اس نے اسلام قبول کیا اور آپ کے ساتھ گیا۔ اور خیبر میں شامل ہوا۔ پھر اس کے بعد خشین کے نو آدمی آئے اور ابو ثعلبہ کے پاس اترے اور مسلمان ہو گئے اور بیعت کی اور اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے۔[1]

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۹۴

(۳۸)

وفد سعد ہذیم

سعد ہذیم، لیث بن سعد کا بطن ہے جو قضاعہ قحطانی سے ہے ان کے وفد کے سربراہ سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے بیان کیا کہ میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ ایلچی بن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ہم مدینہ کی ایک طرف اترے پھر ہم مسجد جانے کے ارادے سے نکلے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں ایک جنازہ پڑھاتے دیکھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو پوچھا تم کون ہو؟ ہم نے کہا بنی سعد ہذیم سے ہیں۔ پس ہم نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی پھر اپنے خیموں کی طرف واپس آگئے پس آپ کے حکم سے ہمیں اتارا گیا اور ہماری مہمان نوازی کی گئی اور ہم تین دن ٹھہرے پھر ہم آپ کے پاس آپ کو الوداع کہنے آئے تو آپ نے فرمایا، اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر بنا لو، اور آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے ہم کو عطیے کے طور پر چاندی کے اوقیے دیے اور ہم اپنی قوم کی طرف واپس آگئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

(۳۹)

وفد بلی

بلی، قضاعہ قحطانیہ کا ایک عظیم قبیلہ ہے اور وہ بنو بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ ہیں ان کی منازل، جزیرہ عرب کے شمال اور شام کے جنوب میں وسیع علاقے پر حاوی ہیں اور ان میں سے بادیہ شام پر رومیوں کے دوست ہوئے ہیں اور معرکہ موتہ میں جو شام کے جنوب میں مسلمانوں اور رومیوں کے

درمیان جو ابھی بنی بلی قریب میں بستے تھے وہ سب قبائل میں سے ایک تھا۔ ان کا وفد ۹ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آیا اور اسلام قبول کیا اور انھوں نے اپنے دین کی کچھ باتیں سیکھیں۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس نے اسلام کی طرف تمہاری رہنمائی کی ہے اور ہر وہ شخص جو اسلام کے سوا کسی اور دین پر مرے وہ دوزخ میں جائے گا پھر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الوداع کرنے آئے تو آپ نے انھیں عطیات دینے کا حکم دیا جیسا کہ آپ ان سے پہلے لوگوں کو عطیات دیتے تھے اور ان کے وفد کے سربراہ کا نام جو انھیں مدینہ لایا ابوالضباب تھا۔ روایت کی گئی ہے کہ رویفع[۱] بن ثابت البلوی نے بیان کیا ہے کہ میری قوم کا وفد ماہ ربیع الاول ۹ھ میں آیا اور میں نے انھیں اپنے گھر میں جو بنی جدیلہ میں ہے اتارا پھر میں انھیں لے گیا حتی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور آپ اپنے اصحاب کے ساتھ صبح کو اپنے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔ وفد کا سربراہ ابوالضباب آگے بڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا اور سب لوگ مسلمان ہو گئے۔[۲]

---

[۱] جیسا کہ سوانح میں اس کا نام رویفع بن ثابت البلوی نہیں پایا بلکہ رویفع بن ثابت بن سکن کا نام پایا ہے جو بنی نجار الانصار سے تھا اور یہ کوئی تعجب نہیں کہ اس نے انھیں اپنے پاس ہی اتارا ہو کہ وہ اس کی قوم کے حلیف تھے۔

(دیکھیے اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۹۱)

[۲] طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۳

(۴۰)

وفدِ بہراء

بہراء، قضاعہ کا قبیلہ ہے اور یہ قبیلہ بلی کا بھائی ہے۔ یعنی بلی، جو بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ ہیں اور بہراء، جو بہراء بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ ہیں۔

بہراء کی منازل، بجزیرہ عرب میں جیسے عمر رضا کحالہ (بلی) کی منازل کے شمال میں واقع ہیں اور بہراء ایک عظیم قبیلہ ہے جس سے بہت سے بطون متفرع ہوتے ہیں اور ان کی منازل، عقبہ اور ساحل تک ایک تنگ پٹی میں پھیلی ہوئی ہیں اور یہ بھی بلی کی مانند معرکہ موتہ میں سنہ ۸ھ میں مسلمانوں کے خلاف رومیوں کے مددگار تھے۔ اسلام کے بعد ان کے بہت سے آدمی بحر احمر کو پار کر کے اس کے غربی ساحل پر چلے گئے اور ان کے بہت سے قبائل حبشہ اور صعید مصر کے درمیان پھیل گئے۔

ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ ان کا وفد یمن سے آیا اور وہ تیرہ آدمی تھے اور وہ سنہ ۹ھ میں آئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور فرائض اسلام کو سیکھا اور مدینہ میں کئی روز قیام کرنے کے بعد انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس جانے کی اجازت طلب کی اور انہوں نے آپ کو الوداع کہا اور آپ نے ان کو عطیات دیے جیسے کہ آپ دیگر وفود کو دیتے تھے۔

(۴۱)

وفدِ عذرہ

عذرہ — قضاعہ کا ایک عظیم بطن ہیں اور قضاعہ میں سے سعد ہذیم کی طرف منسوب ہوتے ہیں جن کے حالات اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکے ہیں اور ان

عذرہ سے بہت سے قبائل متفرع ہوتے ہیں اور یہ بنو عذرہ، عفت کے ساتھ شدتِ عشق میں مشہور ہیں۔

روایت ہے کہ سعید بن عقبہ نے ایک اعرابی سے پوچھا کہ آپ کس قوم سے ہیں؟ اس نے کہا ایسی قوم سے ہوں کہ جب وہ عشق کرتے ہیں تو مر جاتے ہیں۔ اس نے کہا رب کعبہ کی قسم عذری ہوں۔ سعید کہتے ہیں: میں نے اعرابی سے پوچھا یہ بات کس وجہ سے ہے؟ اس نے کہا ہماری عورتوں میں صباحت پائی جاتی ہے اور ہمارے مردوں میں عفت پائی جاتی ہے۔

بنو عذرہ کا وفد صفر ۹ھ میں آیا یہ وفد بارہ آدمیوں پر مشتمل تھا اور جب یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے جاہلیت کا سلام کہا اور کہنے لگے ہم قصی کے ماں جائے بھائی ہیں اور ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے خزاعہ اور بنو بکر کو مکہ سے دور کر دیا تھا اور ہماری قرابتیں اور رشتہ داریاں ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں خوش آمدید ہو، مجھے تمہارے متعلق یہ معلوم نہیں ہوا کہ تمہیں اسلام کے سلام سے کس چیز نے روکا ہے؟ انہوں نے کہا ہم اپنی قوم کے لیے چراگاہ کی تلاش کرتے آئے ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دین کے متعلق کچھ باتیں دریافت کیں تو آپ نے انہیں ان کا جواب دیا اور وہ مسلمان ہو گئے اور کئی روز ٹھہرے رہے پھر اپنے اہل کی طرف واپس چلے گئے اور آپ نے دوسرے وفود کی طرح انہیں بھی عطیات دیے۔

(۴۳)

وفد سلامان

سلامان کا نام بھی قحطانی قبائل پر اور ایک عدنانی قبیلہ پر بولا جاتا ہے اور عمر رضا کحالہ کی کتاب معجم قبائل العرب میں بیان ہوا ہے کہ آنے والے سلامان، بنو سلامان

بن سعد تھے جو قضاعہ کا قبائلی بطن ہیں ان میں سے سات آدمی ۹ھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور ان کے بیکر نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی آپ اس وقت مسجد سے ایک جنازہ کی طرف جا رہے تھے جس کی طرف آپ کو بلایا گیا تھا۔ ہم نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ آپ نے فرمایا وعلیکم۔ تم کون ہو؟ ہم نے کہا ہم سلامان میں سے ہیں ہم اسلام پر آپ کی بیعت کرنے آئے ہیں اور ہماری قوم کے جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں ہم ان کے ایلچی ہیں تو آپ ثوبان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس وفد کو وہاں اتارو جہاں وفد اترتے ہیں اور جب آپ نے ظہر کی نماز پڑھی تو آپ منبر اور اپنے گھر کے درمیان بیٹھ گئے اور ہم آپ کی طرف بڑھے اور ہم نے آپ سے نماز کے متعلق اور اسلامی قوانین اور تعویذوں کے متعلق پوچھا اور مسلمان ہو گئے اور آپ نے ہم میں سے ہر ایک کو پانچ اوقیے دیئے اور ہم اپنے علاقے کی طرف واپس آ گئے اور یہ شوال ۹ھ کا واقعہ ہے۔

(۴۳)

وفد جُہینہ

جُہینہ —— قضاعہ قحطانیہ کا ایک عظیم قبیلہ ہے اور وہ بنو جہینہ بن زید بن لیث بن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ ہیں اور جہینہ سے بہت سے بطون متفرع ہوتے ہیں۔ اور ان کی منازل حجاز میں بحر احمر (بحر قلزم) کے کنارے اور اس کے سامنے حجاز کے جنگل میں ہیں اور ینبع بھی ان کا ایک شہر خیال کیا جاتا ہے۔ اور وہ بحر احمر کو عبور کر کے اس کے مغربی ساحل پر چلے گئے اور وہیں پھیل گئے اور بحر احمر کے مغرب میں بسنے والی اقوام پر غالب آ گئے اور سوڈان میں انہیں بڑی شان حاصل ہو گئی اور حبشہ کی حکومت پر وہ غالب

آ گئے اور صعید مصر اور حبشہ کے درمیانی علاقے میں پھیل گئے اور صعید مصر کے باشندوں کی اکثریت جہینہ سے تعلق رکھتی ہے۔[1]

جہینہ میں اسلام قدیم سے ہے اور ان میں صحابہ اور اسلام میں سبقت کرنے والے آدمی بھی اور وہاں آزادی کی جنگوں میں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کے خلاف حصہ لیا۔ ان کی بڑی شان ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہینہ کو انصار کے مقام پر خیال کرتے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الانصار و مزینہ و جہینہ و غفار و اشجع اور بنی عبداللہ میں سے جو لوگ ہیں، لوگوں کو چھوڑ کر دوست ہیں، اللہ اور اس کا رسول ان کا دوست ہے۔[2]

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جہینہ قبیلہ نے شاندار موقف اختیار کیا اور مزینہ جہینہ کی طرح اسلام پر قائم رہے، باوجودیکہ اکثر عرب اسلام سے مرتد ہو چکے تھے۔ حضرت رافع بن مکیث جہنی اولین مہاجرین میں سے تھے اور فتح مکہ کے روز جیش نبوی میں جہینہ کی قوت تھے اور ان کا جھنڈا حضرت رافع بن مکیث اور عبداللہ بن بدر اٹھائے ہوئے تھے۔[3] ان کے ایک سابق الاسلام شخص عمرو بن مرۃ جہنی نے بیان کیا ہے کہ ـــــ ہمارا ایک بت تھا اور ہم اس کی تعظیم کرتے تھے اور میں اس کا خادم تھا جب میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تو میں نے بت کو توڑ دیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آ کر مسلمان ہو گیا اور میں نے حق کی گواہی دی اور آپ جو حلال و حرام کی تعلیم لائے ہیں اس پر

---

[1] البیان والاعراب از مقریزی ص ۳۸ [2] معجم قبائل العرب از عمر رضا کحالہ جلد ۱ ص ۲۱۶،۲۱۵ [3] دیکھیے ہماری آخری کتاب فتح مکہ کا وہ مقام جہاں ان کی بھرتی اور قبائل کے ذکر ہیں۔

یہاں سے گیا۔

(۴۳)

وفد بنی کلب

کلب کا نام متعدد قحطانی اور عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے اور یہ آنے والے کلب، اصحاب دومۃ الجندل تھے اور وہ بنو کلب بن وبرہ ہیں جو قضاعہ میں سے ہیں اور ان کی منازل، دومۃ الجندل، تبوک اور اطراف شام میں تھیں اور بازنطینیوں سے میل جول رکھنے کی وجہ سے یہ مختلف گروہ نصرانیت ہوگئے اور کبھی کبھی یہ رومیوں کے حلیف بھی بن گئے اور یہ وہی لوگ ہیں جب جزیرہ عرب میں بت پرستی پھیل گئی تو یہ (ود) بت کو دومۃ الجندل لائے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی کلب کے ان مسلمانوں کے لیے ایک دستاویز لکھی آپ نے اسے ان کے ایلچی حارثہ بن قطن کے لیے لکھا اس میں بیان ہوا ہے کہ

> یہ دستاویز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دومۃ الجندل کے باشندوں اور ان کے آس پاس حارثہ بن قطن کے ساتھ کلب کے ساتھ جو جماعتیں رہتی ہیں ان سب کے لیے ہے۔
>
> ہمارے لیے بارانی زمین کا میدان اور تمہارے لیے کھجور کے درختوں والا اندرونی حصہ ہے، جاری پانی والی زمین پر عشر اور گہرے پانی والی زمین پر نصف عشر ہے، تمہارے مویشی جمع نہ کیے جائیں اور نہ تمہاری بکریوں پر ظلم ہو، تم نماز کو وقت پر قائم کرنا اور زکوٰۃ کا حق ادا کرنا، تم پر گھاس وغیرہ ممنوع نہیں اور نہ تم سے گھریلو سامان کا عشر لیا جائے گا، تمہارے لیے اس عہد و

میثاق پر تو قائم رہنا لازم ہے ، اور ہم پر فرض ہے کسی چیز کی چوری نہیں کرنا اور دغا بازی نہ کرنا۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کو پورا کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں میں سے جو لوگ حاضر ہیں وہ گواہ ہیں۔

(۴۵)

وفد جرم

جرم کا نام سعد و قضاعی قبائل پر بولا جاتا ہے اور یہ آنے والے بنو جرم بن زبان بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ تھے جو قحطانی ہیں۔

ان کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انھوں نے اسلام قبول کیا اور قرآن سیکھا اور اپنی ضروریات پوری کیں اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ہمیں کون نماز پڑھایا کرے؟ آپ نے فرمایا تمہیں زیادہ قرآن جمع کرنے والا یعنی زیادہ قرآن جمع کرنے والا ہو وہ قرآن پڑھے وہ نماز پڑھائے۔ پس وہ اپنی قوم کے پاس آئے تو انھوں نے دیکھا کہ ان کا واحد قاری چھ سال کا ایک لڑکا ہے تو انھوں نے اسے نماز پڑھانے کے لیے آگے کر دیا اور وہ محتاج تھا اس پر ایک چھوٹی سی چادر تھی، جب وہ سجدہ کرتا تو اس کی شرمگاہ برہنہ ہو جاتی۔ تب کہ ایک عورت نے کہا تم اپنے قاری کے سرین ہم سے کیوں نہیں چھپاتے؟ تو انھوں نے اسے بحرین کی بنی ہوئی قمیص پہنا دی اور وہ لڑکا کہا کرتا تھا مجھے اس قمیص سے بڑھ کر کسی چیز کی خوشی نہیں ہوئی۔ اس واقعہ میں ضرورت کے وقت بچے کی امامت کے جواز کی دلیل پائی جاتی ہے۔

(۴۶)

وفد غسان

غسان عظیم ازدی، یمانی، قحطانی قبیلہ ہے جو تعریف سے بے نیاز ہے۔ یہ لوگ ظہور اسلام کے وقت شام میں رہتے تھے اور ان میں حکومت بھی تھی۔ ان میں سے تین آدمی رمضان سنہ ۱۰ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے اور وہ شام میں اپنی قوم سے خائف تھے اس لیے کہ انہیں معلوم نہ تھا کہ وہ اسلام کے متعلق ان کی اتباع کرتے ہیں یا نہیں۔ پس جب وہ شام میں اپنی قوم کے پاس آئے تو انہوں نے انہیں جواب نہ دیا اور اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا اور ان میں سے دو مسلمان آدمی فتح سے قبل فوت ہو گئے اور ان میں سے ایک آدمی باقی رہ گیا اور جب اسلامی افواج نے شام کو آزاد کیا تو ان میں سے ایک یرموک کے سال حضرت ابو عبیدہ کو ملا اور اس نے آپ کو اپنے اسلام کی خبر دی۔[1]

(۴۷)

وفد ہمدان

ہمدان، عظیم قحطانی یمانی قبیلہ ہے اور یہ کہلان بن سبا کے بطن میں سے ہے اور یہ بنو ہمدان بن مالک ابن زید بن اوسلہ بن ربیعہ بن الخیار بن مالک بن زید بن کہلان ہیں۔ ہمدان سے بہت سے قبائل متفرع ہوتے ہیں جن میں ارحب،

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۳۸، ص ۳۳۹

موضع ریشان آج کل اسے سرحت کہتے ہیں۔ یمن اور بحر الوسطیٰ شمال میں ہمدانی

یہاں سے دیار یمن کے مشرق میں تھے اور جب اسلام آیا تو یہ شام، مصر،

افریقہ اور اندلس کی عرب جہاد میں شارکت کے باعث متفرق ہو گئے۔

تاریخ اسلام میں ہمدان کو بڑی شان کا حامل تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ

افسوسناک اختلافات میں جو امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب اور امیر معاویہ

بن ابی سفیان کے درمیان تھا، صفین کے معرکوں میں حضرت علی کی جانب

تھے اور حضرت امیر المومنین اس جانباز قبیلے کے احسان کو بیان کرتے ہوئے

فرمایا کرتے تھے کہ

اگر میں جنت کے دروازے پر دربان ہوتا تو میں ہمدان سے کہتا

سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

سنہ ۹ھ میں تبوک سے واپسی پر ہمدان کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آیا اور انھوں نے اسلام قبول کیا اور صحیح اسلام سے آراستہ ہوئے

اور طبری کے مطابق ہمدان ارتداد کے فتنے سے محفوظ تھے جب کہ یمن

بعض گروہوں نے اسود عنسی اور عمرو بن معدی کرب زبیدی مذحجی کی

حمایت میں ارتداد اختیار کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمدان میں اسلام ہجرت سے قبل ہی پھیل گیا تھا جب رسول

صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ میں ہی تھے۔ ابن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے

کہ ان میں سے ایک شخص جسے قیس بن مالک بن سعد بن لؤی الارحبی کہا جاتا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ آیا اور اس نے آپ کو بتایا

وہ آپ پر ایمان لانے کے لیے آیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا تم کو خوش آمدید ہے، اے گروہ ہمدان کیا تم مجھے ان باتوں کے ساتھ

لے چلو گے جو میرے لیے ہیں؟ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان

ہاں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنی قوم سے

جاتے۔ اور تمہیں ان سے کیا پیش آیا، اور وہ مسلمان ہو گئے اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس آکر اپنی قوم کے مسلمان ہونے کی خبر دی تو آپ نے یہ کہتے ہوئے اس کی تعریف کی، قوم کا آدمی تمہیں کیا ہی اچھا ہے، تو نے وعدہ وفائی کی ہے اللہ تیرے ساتھ وعدہ وفائی کرے گا اور اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں گئے بلکہ آپ نے ان کے لیے ایک دستاویز لکھی جس کا متن یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے خارف کے مخلاف اور جناب الہضب اور حقاف الرمل کے باشندوں کے لیے ایک خط ہے جو ان کے ساتھی ذو المشعار مالک بن النمط اور اس کی قوم کے مسلمانوں کے واسطے ہے کہ ان کے بالائی اور نشیبی علاقے ان کے لیے ہیں جب تک وہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں، ان کا چارہ کھائیں اور ان کا گھاس وغیرہ چرائیں، ان سے یہ اللہ کا عہد اور اس کے رسول کا عہد ہے اور مہاجرین اور انصار نے گواہی دی ہے۔[1]

(۴۸)

وفد سعد العشیرہ

سعد العشیرہ، مذحج قحطان کا ایک بطن ہیں اور وہ بنو سعد العشیرہ بن مذحج ہیں، بنو سعد العشیرہ یمن میں رہتے تھے، پھر ان کے کچھ قبیلوں نے ہجرت کی اور بحرین کی جانب مغربی ساحل پر پہنچ کے بعض علاقوں کو وطن بنا لیا، اور

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص۲۴۴

یمن میں سعد العشیرۃ کا ایک بت تھا جسے فراض کہا جاتا تھا۔ پس جب انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا علم ہوا تو انھوں نے بت کو توڑ دیا۔ اسے ان میں سے ایک شخص نے توڑا جسے ذباب کہا جاتا تھا پھر ذباب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہو گیا[1]

(۴۹)

وفد عنس

عنس بن مذحج قحطان کا ایک بطن ہیں اور ان کا نام بدل گیا ہے زور سے عنس بولا جاتا ہے اور عنس، ابن مالک ہے اور وہ مذحج سے ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والا عنس کا ایلچی ربیعہ تھا وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں آپ نے فرمایا رغبت سے آئے ہو یا خوف سے؟ اس نے کہا رغبت کی بات یہ ہے کہ خدا کی قسم آپ کے پاس مال نہیں ہے اور خوف کی بات یہ ہے کہ میں ایسے علاقے میں رہتا ہوں جہاں آپ کی فوجیں نہیں پہنچ سکتیں لیکن مجھے خوفزدہ کیا گیا تو میں خوف زدہ ہو گیا اور مجھے کہا گیا اللہ پر ایمان لا تو میں ایمان لے آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: عنس میں بہت خطیب ہوتے ہیں پس وہ ٹھہرا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا جاتا رہا پھر وہ آپ کو الوداع کرنے آیا پھر چلا گیا۔ تو راستے ہی میں فوت ہو گیا[2]

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۴۲

[2] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۴۳

(۵۰)

وفد الداریین

الداریون، لخم قحطانیوں کا بطن ہیں اور وہ بنو الدار بن ہانی بن حبیب بن نمارہ بن لخم ہیں اور الداریون، رہاویوں کے پڑوسی ہیں۔ ان کا جو وفد ان کا اسلام لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا وہ پندرہ آدمیوں کا تھا۔ ان میں تمیم داری[1] بھی تھے آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، ہمارے پڑوسی رومی ہیں ان کی دو بستیاں ہیں ایک کو حبری کہا جاتا ہے اور دوسری بیت عینون ہے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو شام پر فتح دے تو وہ دونوں مجھے دے دینا۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں تیری ہو گئیں اور جب حضرت خلیفہ اول کی افواج نے شام کو فتح کیا تو حضرت خلیفہ اول نے حضرت تمیم کو یہ بستیاں دے دیں اور ان دونوں کے بارے میں ان کے لیے دستاویز لکھی[2] معلوم ہوتا ہے کہ الداریون کا وفد سنہ ۹ھ کے آغاز میں آیا تھا اسی لیے کہ اس وفد نے مدینہ میں قیام کیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

*

---

[1] تمیم بن اوس بن خارجہ الداری اللخمی، یہ نصرانی تھے پھر ۹ھ میں مسلمان ہو گئے بہت عبادت گزار اور تہجد گزار تھے آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خلیفہ ثانی کے زمانے میں مساجد میں چراغ جلایا۔ آپ نے فلسطین میں اس بستی میں قیام کیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قدس کے نزدیک جاگیر میں دی تھی بہت سے لوگوں نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ [2] اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۱۵، معجم قبائل العرب جلد ۱ ص ۳۶۷، طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۴۳

(۵۱)

وفد الرہاویین

الرہا، قحطانی مذحج کا ایک بطن ہیں اور وہ بنو رہا بن منبہ بن حرب بن علۃ بن جلد بن مذحج ہیں ان کا وفد سنہ ۱۰ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ پندرہ آدمی تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دار الضیافت میں ملاقات کی (دار وہ رملہ بنت الحارث کا گھر تھا) اور آپ نے ان سے طویل گفتگو کی اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحائف دیے جن میں ایک گھوڑا ایسا بھی تھا جسے المراوح کہا جاتا تھا۔ آپ کے حکم سے اسے آپ کے سامنے سدھایا گیا تو اس نے آپ کو تعجب میں ڈال دیا اور وہ مسلمان ہوگئے اور انہوں نے قرآن اور فرائض سیکھے اور آپ نے انہیں وفود کی طرح عطیات دیے پھر وہ اپنے علاقے کی طرف واپس آگئے اور ان کی ایک جماعت آئی اور انہوں نے مدینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور انہوں نے قیام کیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ نے ان کے لیے وصیت کی کہ خیبر کے ایک سو وسق خرچ میں ان پر جاری ہیں اور آپ نے ان کے لیے ایک دستاویز بھی لکھی جسے انہوں نے حضرت معاویہ کی خلافت میں فروخت کر دیا اور الرہاوی وفد میں عمرو بن سبیع نام ایک شخص تھا جو مسلمان ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے جھنڈا باندھا اور وہ زندہ رہا تا آنکہ خانہ جنگی میں اس جھنڈے کے ساتھ حضرت امیر معاویہ کی جانب سے امیر المومنین حضرت علیؓ کے خلاف لڑا۔

(۵۱)

وفد غامد

غامد، اصل میں ازد کا یمانی قحطانی قبیلہ ہے اور وہ بنو غامد ہیں، اس کا نام عمرو بن عبداللہ تھا، ان کے دس آدمیوں کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، یہ ماہ رمضان ۱۰ھ کا واقعہ ہے، جب وہ مدینہ آئے تو انہوں نے اپنے اچھے کپڑے پہنے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو سلام کیا اور اسلام کا اقرار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک تحریر لکھی جس میں اسلامی قوانین کا بیان تھا اور حضرت ابی بن کعب نے انہیں قرآن سکھایا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وفود کی طرح عطیات دیے اور وہ واپس چلے گئے۔

اور آج یہ قحطانی یمانی الاصل قبیلہ سعودی عرب کی حکومت میں حجاز کے اہم قبائل میں شمار ہوتا ہے اور یہ ان کے دادا اور شریف پڑوسیوں کی طرح ہیں اور ان کے دیار، پہاڑی سلسلوں میں زہران علاقوں تک آباد ہیں اور ان کے شہروں کو جنوب سے قرن اور عریان اور شمال سے الکلادہ اور مغرب سے ربیدا اور زنفران گھیرے ہوئے ہیں اور طائف کا راستہ ان کے دیار غامد کے درمیان سے گزرتا ہے اور آج کل غامد دو قسموں میں منقسم ہیں، دیہاتی اور شہری، اور غامد کا صدر مقام الباحۃ ہے۔

بدوی قسم کو بن صیاح کہا جاتا ہے اور یہ مختلف جگہوں میں اپنے شہری بھائیوں کے درمیان منتشر ہیں اور بیشہ، تربہ اور اندرون عسیر کی وادیوں تک دور تک چلے جاتے ہیں اور مختلف بستیوں میں ٹھہرتے ہیں، اور قبیلہ غامد کے ذکر کے بعد گفتگو ہمیں ان کے پڑوسیوں قبیلہ زہران کی طرف لے آتی ہے یہ

قبیلہ بنی ازد کے قحطانی قبائل میں سے ہے اور اصل میں یمانی ہے اور آج کل یہ بنی زہران عسیر کے بڑے قبائل میں سے ہے اور یہ فیاض اور صاحب مروت ہیں اور ان کا دادا زہران بن کعب بن الحارث بن عبداللہ بن مالک بن نصر الازد ابن شنوءۃ ہے ، بن الازد سے آج کل ان کی منازل عسیر میں ، شمال میں بنی مالک اور مشرق میں غامد اور مغرب میں قندی برکامات اور دی حسن اور جنوب میں بنی شہر اور جنوب مغرب کے درمیان واقع ہیں اور ان کے علاقے مغرب میں بحر احمر سے متصل ہوا چاہتے ہیں جب کہ اس سے صرف تقریباً پندرہ میل دور ہیں ۔

(۵۳)

وفد بجیلہ

بجیلہ ، کہلان قحطانیہ کا عظیم بطن ہے اور بجیلہ ان کی ماں کا نام ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں اور وہ بنو انمار بن اراش بن کہلان ہیں جو بہت سے بطون میں منقسم ہو جاتے ہیں اور جاہلیت میں ان کی منازل ، جبال السروات کے سلسلے میں یمن و حجاز میں تبالہ تک پھیلی ہوئی تھیں جو طائف کے نزدیک ہے ۔

بجیلہ ، جاہلیت میں ایک خوف ناک حربی قوت تھے ، حتی کہ انہوں نے جبال السراۃ کے بہت سے قبائل سے محاربہ کیا جن میں قبیلہ خثعم بھی شامل ہے انہوں نے ان کو ان کے دیار سے نکال دیا اور وہاں رہائش پذیر ہو گئے اور وہ کسی منازع کے بغیر جبال السراۃ کے سردار بن گئے اور وہ متفق و متحد تھے حتی کہ ان کے درمیان خوف ناک خانہ جنگی ہو گئی ۔ قریب تھا کہ وہ انہیں تباہ کر دیتی اور اس جنگ کے بعد بجیلہ کمزور ہو گئے بلکہ شکست خوردہ اور نتیجتاً بجیلہ کی قوت تباہ ہو گئی ، اب وہ منتشر اور پراگندہ ہو گئے

اور ان کا ہر بطن، قبائل عرب میں سے کسی قبیلے کا پڑوسی بن گیا یا اس میں رل مل گیا اور وہ مسلسل پراگندہ اور منتشر رہے حتیٰ کہ حضرت خلیفہ عمر بن الخطابؓ نے انہیں اکٹھا کیا اور یہ کام حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کی اپیل پر اس وقت ہوا جب وہ عراق میں عربوں کے جہاد کے کمانڈر تھے۔ اس طرح بجیلہ کی قبائلی وحدت واپس لوٹ آئی اور ان میں سے ایک ہزار جانبازوں نے معرکہ قادسیہ میں شمولیت کی۔

ان کا جو وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا وہ ایک سو پچاس آدمیوں پر مشتمل تھا جن کے سربراہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی[1] تھے۔

---

[1] حضرت جریر بن عبداللہ البجلی۔ بجیلہ کا نسب انمار بن اراش بن کہلان بن سبأ بن یعرب بن قحطان پر منتہی ہوتا ہے۔ حضرت جریر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس روز قبل مسلمان ہوئے (اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۷۹)۔ حضرت جریر خوبصورت آدمی تھے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا حضرت جریر اس امت کے یوسف ہیں اور آپ اپنی قوم کے سردار تھے۔ حضرت جریر اور آپ کی قوم نے معرکہ قادسیہ میں بڑا عظیم کردار ادا کیا ہے۔ صفین کے افسوسناک معرکے سے قبل، حضرت جریر مذاکرات کے دوران حضرت معاویہ کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایلچی تھے اور حضرت جریر، صالح اور معتدل آدمی تھے اور کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ پھر آپ نے کوفہ کو چھوڑ دیا اور فلسطین کے شہر قرقیسیا میں رہائش اختیار کر لی اور وہیں وفات پائی۔

بہت سے لوگوں نے آپ سے حدیث روایت کی ہے، جن میں آپ کے بیٹے عبیداللہ، المنذر اور ابراہیم اور شعبی اور ابن ابی حازم شامل ہیں۔ حضرت جریر کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی اور بعض نے آپ کی وفات ۵۴ھ میں بیان کی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی سنہ ۱۰ھ میں مدینہ آئے اور آپ کے ساتھ آپ کی قوم کے ایک سو پچاس آدمی تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— اس راستے سے تمہارے پاس یمن والوں کا ایک بہترین شخص آئے گا اس کے چہرے پر شاہی نشان ہوگا ۔ پس حضرت جریر اپنی اونٹنی پر آئے اور آپ کے ساتھ آپ کی قوم کے لوگ تھے پس انہوں نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی ۔ حضرت جریر کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور آپ نے میری بیعت لی اور فرمایا تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور تو نماز قائم کر اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ اور مسلمان کی خیر خواہی کر اور والی کی اطاعت کر خواہ وہ حبشی غلام ہو ۔ حضرت جریر نے کہا بہت اچھا اور آپ نے اس کی بیعت لی ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت جریر سے ان کے پیچھے کا حال پوچھا کرتے تھے ۔ حضرت جریر نے کہا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا ہے اور انہوں نے اپنی مساجد اور صحنوں میں اذانیں دی ہیں اور ان بتوں کو جن کی پرستش کی جاتی تھی ، توڑ دیا ہے ۔ آپ نے پوچھا ذوالخلصہ (بت) نے کیا کیا ہے ؟ حضرت جریر نے عرض کیا وہ اپنی حالت پر قائم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راحت دینے والا ہے ۔ انشاءاللہ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ذوالخلصہ کے توڑنے کے لیے بھیجا اور آپ کے لیے جھنڈا باندھا ۔ آپ نے عرض کیا میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اے اللہ اسے ہادی اور مہدی بنا دے ۔ پس آپ اپنی قوم کے قریباً دو سو پچاس لوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور جلد ہی واپس آگئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آپ نے اسے توڑ دیا ہے ؟ حضرت جریر نے جواب دیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ ان

توڑ دیئے ہے اور جو کچھ اس پر تھا میں نے لے لیا ہے اور ان کو آگ سے جلا دیا ہے اور میں نے اسے یوں چھوڑ دیا ہے جیسے محبت کرنے والا محبوب سے بے جا سلوک کرتا ہے اور ہمیں کسی نے اس سے نہیں روکا[1]

(۵۴)

وفد حضرموت

حضرموت، آغازِ تاریخ سے ایک مشہور شہر ہے اور اس میں کئی حکومتیں قائم ہوئی ہیں جن میں سے اکثر کندہ کی تھیں اور بادشاہت اور حکومت ہزاروں سال سے حضرموت میں قائم ہیں اور بعض اوقات حضرمیوں کی حکومت وسیع ہوگئی حتیٰ کہ انہوں نے یمن اور حضرموت شرقی علاقوں پر حکومت کی اور ان کی حکومت، نجران اور شام تک پھیل گئی، حضرموت ایک قبیلے کا نام ہے پھر ہزاروں سال گزرنے پر وہ جزیرہ عرب کے جنوب میں ایک مشہور شہر کا نام ہو گیا، اور مغرب کی طرف سے بلاد الفضلی اور العوالق اور جنوب کی طرف سے بحرِ عرب اور مشرق کی طرف سے المرۃ اور شمال کی طرف سے سعودی مملکت اور یمن اس کی حد بندی کرتے ہیں۔

اور حضرموت کا نام تورات میں بھی آیا ہے۔ کتاب ۱۰-۲۶-۲۹، الله تورات میں ہے کہ حضرموت، قحطان کے بھائی یقطان کا بیٹا تھا۔ ابن حزم اپنی کتاب (جمہرۃ انساب العرب) میں بیان کرتے ہیں[2] کہ حضرموت قحطان بن عامر بن ارفخشد بن سام بن نوح کا بیٹا تھا اور حضرموت کا یہ نام حضرموت بن قحطان کے پاسنے کے بعد ہوا جو فوج کے ساتھ جب کسی قوم سے جنگ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۴۵، ۳۴۴ [2] الجمہرۃ صفحہ ۴۶۰

کرتا تو ان میں بہت قتل عام کرتا اور جب وہ آتا تو لوگ کہتے حضر الموت (موت آگئی ہے) اس لیے یہ نام اس پر بولا گیا پھر بلاد حضرموت پر اس نام کا اطلاق ہو گیا۔

اور مؤرخین کثیرہ بیان کرتے ہیں کہ ظہور اسلام تک حضرموت بن قحطان کے بیٹوں میں سے ان ملوک کندہ کے پہلو بہ پہلو جو حضرموت بن قحطان کے بیٹوں میں سے نہ تھے، بادشاہ پائے جاتے تھے اور وہ اس کے بھائی کے بیٹوں میں سے تھے۔ ابن سعد نے اپنے طبقات میں وفد حضرموت کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا حال بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حضرموت کا وفد، کندہ کے وفد کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ بنو ولیعہ ملوک حضرموت تھے (جمدۃ، مخوس، مشرح اور ابضعہ) انہوں نے اسلام قبول کیا اور مخوس نے کہا یا رسول اللہ، اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ میری زبان سے ہکلاہٹ کو دور کر دے آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور حضرموت کے صدقے سے اسے کھانا کھلایا۔

اور حضرموت کے وفد میں کندہ کا بادشاہ وائل بن حجر بھی آیا (کندہ کے وفد کے متعلق ہم پہلے گفتگو کر چکے ہیں) اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں اسلام کی رغبت سے آیا ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آمد سے خوش ہوئے اور اس کے لیے دعا فرمائی اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ اکٹھے ہو جائیں اور آپ نے وائل بن حجر کی آمد کی خوشی میں الصلاۃ جامعۃ کے اعلان کرنے کا حکم دیا نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ جائیں اور اسے دار الضیافت میں ٹکا دیں پس حضرت معاویہ شدید گرمی کے وقت برہنہ پا پیدل چلے اور وائل بن حجر سوار تھے۔ حضرت معاویہ نے وائل سے کہا کہ وہ اپنا جوتا انہیں عاریۃً

دے دیں تاکہ وہ اس کے ذریعے گرمی کی تپش سے محفوظ رہیں، وائل نے انکار کیا اور کہا نہیں، میں اسے دوبارہ چھننے کا نہیں، میں نے اسے پہن لیا ہے۔ اور یہ وائل کا برتری جتانا تھا کہ وہ بادشاہ ہے اور بادشاہ اس چیز کو نہیں پہنتا جسے دوسرا پہن لے، حضرت معاویہ نے اسے کہا، پھر مجھے پیچھے ہی بٹھا لو اس نے کہا تو بادشاہوں کے پیچھے سوار ہونے والوں میں سے نہیں ہے۔ حضرت معاویہ نے کہا گرمی نے میرے پاؤں جلا دیے ہیں، وائل نے کہا میری ناقہ کے سائے میں چلو تمہارے لیے یہی شرف کافی ہے، حضرت معاویہ نے صبر سے کام لیا پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وائل کی باتوں سے آگاہ کیا آپ نے فرمایا اس میں جاہلیت کا اکھڑپن پایا جاتا ہے۔

اور حضرت معاویہ نے وائل کی یہ باتیں نہ بھلائیں اور جب حضرت معاویہ کو خلافت ملی تو وائل، دمشق میں آپ کے پاس آیا اور آپ کو یہ واقعہ یاد دلایا لیکن حضرت معاویہ نے اس کا بہت اکرام کیا اور اسے تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا، وائل نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کو اپنے پیچھے سوار کرایا ہوتا یعنی اس روز جب اس نے آپ کو جوتا دینے سے اور اپنے پیچھے بٹھانے سے انکار کیا تھا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وائل بن حجر کے لیے ایک تحریر لکھی جس کے بموجب آپ نے اسے حضرموت کے اس علاقے پر جو اس کے ماتحت تھا والی مقرر کیا[1] اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آنے والے کی آمد پر اطلاعیہ خطبہ نہیں دیا مگر جب شاہ کندہ وائل آپ کے پاس آیا تو آپ نے اہل مدینہ کو مسجد میں جمع کیا پھر ان سے خطاب کیا اور فرمایا اے لوگو! یہ وائل بن حجر ہے جو حضرموت ——— اور آپ نے اس پر اپنی آمد کو ملیا کیا

---

[1] اس تحریر کا متن، طبقات ابن سعد اور الوثائق السیاسیہ مؤلفہ حمیداللہ میں دیکھیے۔

— سے اسلام کی رغبت سے تمہارے پاس آیا ہے[1]

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرموت کی ایک عورت تھی جسے تناۃ بنت کلیب کہا جاتا تھا، جب اُسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا علم ہوا تو اس نے آپ کے لیے لباس تیار کیا پھر اس نے اپنے بیٹے کلیب بن اسد بن کلیب کو بلایا اور اُسے کہنے لگی اس لباس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ تو وہ دو ماہ کی مسافت طے کر کے اُسے مدینہ لایا پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر وہ لباس آپ کو دیا اور مسلمان ہو گیا۔

اور کلیب اپنے اس مبارک سفر کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

اے برہنہ پا اور جوتا پہننے والوں سے بہتر شخص، مضبوط اور
طاقتور اونٹنی مجھے برہوت کی بلندیوں سے آپ کے پاس لے
آئی اس نے میرے ساتھ ایسے بیابان کو طے کیا جس کے گھاٹ
غبار آلود تھے، جب اونٹ تھک جاتے تو وہ مزید آگے بڑھ
جاتا، میں اُسے خوف کے باعث آٹھ تک روزانہ چلاتا رہا اور اے
شخص اس سے میں ثواب کا امیدوار تھا آپ وہ نبی ہیں جس کی
ہم خبر دیا کرتے تھے اور تورات اور رسولوں نے آپ کے متعلق
بشارت دی ہے۔

(۵۵)

وفد خثعم

خثعم، عظیم قحطانی قبیلہ ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ معد کا عدنانی قبیلہ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۱ [2] ہزاروں سال سے حضرموت میں ایک مشہور کنواں ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرموت اور مدینہ کے درمیان دو ماہ کی مسافت ہے [3] معجم قبائل العرب جلد ۱ صفحہ ۳۳۵ و معجم ما استعجم جلد ۱ صفحہ ۳۲۶

ہے (الصحاح جوہری جلد ۲ صفحہ ۳۱۳) پھر یہ یمن چلے گئے اور انہی کی طرف منسوب ہو گئے اور یہ خثعم بن انمار بن اراش بن عمرو بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان کے بیٹے ہیں اور ان کی منازل جبال السراۃ (حجاز) میں تھیں اور جب ازد نے سد مارب کے ٹوٹنے کے وقت یمن سے ہجرت کی تو ازد نے خثعم سے جنگ کی اور اسے شکست دی اور انہیں ان کے پہاڑوں سے اتار دیا اور ان پہ قابض ہو گئے، پس خثعم اتر آئے اور بیشہ اور تربہ کے درمیان کھلی زمین پہ سکونت اختیار کرلی، یہی خثعم یمن چلے گئے اور کہنے لگے، ہم قحطان کی اولاد ہیں اور ہم معد بن عدنان کی طرف منسوب نہیں ہیں۔

خثعم کا وفد سنہ ۱۰ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کے ذوالخلصہ کو جو خثعم اور بجیلہ کا بت تھا، توڑنے کے بعد کا واقعہ ہے، ان کے وفد نے آکر اسلام قبول کیا اور کہنے لگے ہم اللہ اور اس کے رسول پر اور جو کچھ وہ اللہ کے ہاں سے لایا ہے اس پر ایمان لائے ہیں، آپ ہمیں ایک تحریر لکھ دیجیے اور اس میں جو کچھ لکھا ہو ہم اس کی اتباع کریں پس آپ نے ان کے لیے ایک تحریر لکھی جس میں حضرت جریر بن عبداللہ اور جو لوگ موجود تھے انھوں نے گواہی ثبت کی[1]

(۵۶)

وفد الاشعریین

اشعری، قحطانی کہلانی قبیلہ ہیں اور یہ بنو الاشعر بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا ہیں، ان کے علاقے یمن کے تہامہ کے

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۴۸

عرب میں بھی دو نسب القحمۃ اور الخصیب بھی ہیں اور یہ یمن تک پھیلے ہوئے ہیں۔ معرکۂ خیبر کے اختتام پر ان کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ان میں حضرت ابوموسیٰ اشعری بھی تھے[1] ان سب نے اسلام قبول کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی اور فرمایا: اشعری لوگ ایسے اس تھیلی کی مانند ہیں جس میں کستوری ہو[2] نیز فرمایا اشعری نہ بھاگتے ہیں اور نہ شکست کھاتے ہیں وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں[3]

بیان کیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعریوں کو خیبر کے غنائم میں سے غنیمت دی اور وہ یمن سے سمندر کے راستے کشتیوں یعنی جہاز میں آئے تھے۔

(۵۷)

وفد ازد عمان

قبل ازیں قبیلہ ازد اور اس کی فروع کے متعلق وسیع طور پر بحث ہو چکی ہے ان میں سے ازد عمان بھی ہے۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت العلاء بن الحضرمی[4] کو اسلامی قوانین کی تعلیم دینے اور ان کے اموال کا صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا اور ان کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور ان میں اسد بن یبرح الطاحی بھی تھا۔ انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور آپ سے

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ حنین میں دیکھیے۔

[2] طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۴۴

[3] مشکوٰۃ المصابیح

[4] حضرت العلاء کے حالات اسی سلسلہ کی گزشتہ کتب میں بیان ہو چکے ہیں۔

گزارش کی کہ آپ ان کے ساتھ کسی شخص کو بھیجیں جو ان کے دین کو درست کرے حضرت مرثد العبدیؓ نے —— آپ کا نام مدرک بن خوط تھا —— کہا: مجھے ان کے پاس بھیج دیجیے ان کا مجھ پر احسان ہے کہ انہوں نے جنوب کی جنگ میں مجھے گرفتار کر لیا اور مجھ پر احسان کیا پس آپ نے انھیں ان کے ساتھ بھیج دیا اور ان کے بعد سلمہ بن عیاذ الازدی اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کس کی عبادت کرتے ہیں اور کس کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بتایا اس نے کہا اللہ سے دُعا کیجیے کہ وہ ہمیں متحد کرے اور ہم میں اُلفت پیدا کرے آپ نے ان کے لیے دُعا کی اور سلمہ اور اس کے ساتھی مسلمان ہو گئے۔[1]

(۵۱)

وفد غافق

غافق ——— ملک قحطان کا بطن ہیں اور یہ بنو غافق بن الشاہد بن عک بن عدنان بن عبداللہ بن الازد ہیں۔ غافق کی اسلام میں بڑی شان ہے اور اسلامی فتوحات کے پھیلاؤ کے زمانے میں ان میں سے بہت سے جیوش کے کمانڈر اور افراد ہوئے ہیں اور ان میں سب سے بلند شان اور بلند شہرت، فرانس کی حرب جہاد کا ہیرو، عبدالرحمٰن غافقی ہے جو پانچ لاکھ سپاہیوں کو جنوبی فرانس میں لے گیا اور پیرس سے تقریباً تین سو چار کلومیٹر کے فاصلے پر پہنچ گیا اگر شارل مارٹل، آل آسٹریا، پھر جرمنی کو اسلامی جنگ کے مقابلے کے لیے متحد کرنے میں کامیاب نہ ہوتا تو قریب تھا کہ وہ پورے فرانس کی فتح مکمل کر دیتا۔ اس کے بعد غافقی نے بواتیہ شہر میں [illegible]

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ ص۳۳۳

کی اور دونوں فریق مسلمان اور صلیبی ایک فیصلہ کن معرکے میں گتھ گئے اور اگر اچانک دردناک واقعہ نہ ہوتا جس نے پوزیشن کو صلیبیوں کے حق میں کر دیا تو اس جنگ میں ——— سات دن بعد ——— نتیجے کی علامت اشارہ کرنے لگیں کہ غافقی کی فوج دوبارہ فتح پانے لگی اور یہ واقعہ یوں ہوا کہ سالار عالم عبدالرحمن غافقی کی پیشانی پہ جب کہ وہ معرکے کی کمان کر رہا تھا، تیر لگا اور اس نے شرف شہادت حاصل کیا اور اس کی فوج کہ جس کا حوصلہ اپنے جانباز سالار غافقی کے فوت ہو جانے کے بعد گر گیا تھا شکست ہو گئی (دیکھیے غزوات العرب فی اوروبا و جزائر البحر الابیض للامیر شکیب ارسلان رحمہ اللہ)

غافق کی منازل یمن کے مغرب میں تہامہ میں واقع ہیں اور وہ جلیعہ بن شجار بن حارث غافقی کی سربراہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان ساتھ اپنی قوم کے آدمی بھی تھے اور وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ہم قوم کے معتبر آدمی ہیں اور ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور ہمارے صدقات (زکوٰۃ) ہمارے صحن میں جمع ہیں آپ نے فرمایا، جو مسلمانوں کے لیے ہے وہ لیے ہے اور جو ذمہ داری ان پر ہے وہ تم پر بھی ہے، عوذ بن سریر غافقی کہا ہم اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی۔[1]

(۵۹)

وفد بارق

بارق ——— خزاعہ کا ایک بطن ہیں اور وہ شاہ بارق عمرو بن مز نسل سے ہیں جس کا لقب ماء السماء تھا، اور وہ بنو بارق ابن عدی بن حا

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۴۳

بن مزیقیا بن عامر ماء السماء ہیں، یہ بنی قیس کے حلیف تھے اور انھوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی اور ان میں سراقہ بارقی مشہور سالار ہوا ہے جو ان سپہ سالاروں میں سے ایک تھا جنھوں نے عراق اور بصرہ میں مرتدین کے فتنوں کا استیصال کرنے میں حصہ لیا۔

بارقی مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے انھیں دعوتِ اسلام دی تو وہ مسلمان ہو گئے اور بیعت کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک دستاویز لکھی جس کا متن یہ ہے:

یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے
بارق کے لیے ہے

ان کے پھل نہ کاٹے جائیں اور موسم بہار اور موسم گرما میں ان کے علاقوں کو بارق سے پوچھے بغیر نہ چرایا جائے اور مسلمانوں میں سے جو شخص جنگ یا قحط میں ان کے پاس سے گزرے اس کی تین دن ضیافت کریں اور جب ان کے پھل پک جائیں تو ادھر ادھر سے کھانے کے بغیر مسافر کے لیے پیٹ بھر گرے ہوئے پھل ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ، حضرت حذیفہ بن الیمان نے گواہی دی اور حضرت ابی بن کعب نے تحریر لکھی۔[1]

(۵۰)

وفد دوس

دوس ـــــ کا نام مسعود غطفانی اور عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے اور جس

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱، صـ ۳۵۲

دوس کے حالات ہم بیان کر رہے ہیں وہ ازد کا قحطانی قبیلہ ہے۔ ازد شنوءۃ، اور یہ قبیلہ زہران بن کعب بن الحارث بن عبداللہ بن مالک بن نصر کی شاخ ہیں ——— اور وہ شنوءۃ ——— بنی الازد ہیں۔ ان کے مساکن جبال السراۃ یمن میں جو تہامہ یمن کے نزدیک ہیں۔

اسلام: دوس میں قدیم سے ہے۔ یہ لوگ: پہلے سردار الطفیل ابن عمرو کے ہاتھ پر ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے۔ ان کا وفد ۸۰ اسی آدمیوں پر مشتمل تھا جن میں حضرت ابوہریرہ بھی شامل تھے۔ یہ لوگ مدینہ آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر میں یہودیوں سے برسرپیکار تھے۔ یہ وہاں آپ سے ملے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خیبر کی غنیمت سے حصہ دیا اور ان میں سے ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن زہیر[1] تھا کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے اپنی قوم میں ایک مقام حاصل ہے۔ مجھے ان کا امیر بنا دیجئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دوس کے بھائی اسلام کا آغاز مسافرانہ حالت میں ہوا ہے اور عنقریب وہ مسافر ہو جائے گا۔ پس جس نے اللہ کی تصدیق کی، نجات پائے گا اور جو کسی اور چیز کی طرف پھرا، ہلاک ہو جائے گا اور تیری قوم کا زیادہ ثواب پانے والا وہ شخص ہوگا جو ان سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہوگا اور قریب ہے کہ حق، باطل کو مغلوب کر لے۔

دوس کے جانباز قبیلے نے طائف کے محاصرہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی اور ان کے پاس بھاری ہتھیاروں میں سے منجنیق تھی جسے لے کر سردار الطفیل بن عمرو آیا تھا۔[2]

---

[1] میرے سامنے سوانح کی جو کتب موجود ہیں ان میں مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔

[2] دیکھیے ہماری کتاب غزوۂ حنین (فصل حصار طائف) اور اس میں الطفیل بن عمرو کے حالات بھی ملاحظہ کیجیے۔

اور ان کے ساتھ چار سو جانباز بھی تھے۔

(۶۱)

وفد ثمالہ

ثمالہ — شنوءۃ کا بطن ہیں جو ازد قبیلہ سے ہیں اور وہ قبائل تہامہ میں سے ہیں ان کے دیار طائف کے نزدیک واقع ہیں۔ اور وہ بنو ثمالہ بن اسلم بن احجن بن کعب بن الحارث بن کعب بن عبد اللہ بن مالک بن نصر — اور وہ شنوءۃ سے — بن الازد ہیں ان کا وفد فتح مکہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انھوں نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک تحریر لکھی جس میں ان کے اموال پر فرض زکوٰۃ کا بیان تھا اور یہ تحریر حضرت ثابت بن قیس بن شماس نے لکھی اور حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت محمد بن مسلمہ نے اس میں گواہی دی۔

(۶۲)

وفد الحدّان

حدّان کا نام عرب کے متعدد قبائل پر بولا جاتا ہے لیکن مرجح قول یہ ہے کہ جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ازد قبائل کا بطن ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ بنی ثمالہ ازدیوں کے وفد کے مشترک وفد کے ساتھ آئے اور وہ بنو حدان بن شمس بن عمرو بن غنم بن غالب بن عثمان بن نصر بن زہران بن کعب

سلہ طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۳ الاشتقاق لابن درید صفحہ ۲۹۹ معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۲۶۸

بنی الحارث بن کعب بن عبد اللہ بن مالک بن نصر بن الازد ہیں۔ ان کی منازل حجاز میں جبال السراۃ میں واقع ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ——— اسلام کے پھیلاؤ کے وقت ——— بصرہ میں رہائش پذیر ہو گئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا اور آپ نے ان کے لیے اور بنی ثمالہ کے لیے ایک مشترک تحریر لکھی جس پر اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے اس کا بیان تھا اور ان کے وفد کا سربراہ مسلمہ بن ہزان الحدانی تھا[1]

(۴۳)

وفد اسلم

اسلم کا نام عرب کے متعدد قبائل پر بولا جاتا ہے مگر مؤرخین اور سوانح نگا کا اسلوب کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ بنو اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر مزیقیا شاہ عرب ہیں اور یہ خزاعہ کا بطن ہیں۔ ان کی منازل مدینہ منورہ کے نزدیک واقع ہیں اور ان کی بستیوں میں سے ذوبرہ بھی ہے جہاں کھجوروں کے درخت ہیں۔

اسلم کا وفد عمیرہ بن افصی کی سربراہی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگے ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپ کے راستے کی اتباع کی ہے۔ آپ ہمیں کوئی مقام دیں تاکہ عرب اس کی فضیلت کو جان لیں۔ ہم انصار کے بھائی ہیں اور ہم سے وفا کرنا اور آسائش اور تنگی میں ہماری مدد کرنا آپ پر لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] معجم قبائل العرب جلد ۱ ص۲۶

اسلم کو اللہ سالم رکھے اور غفار کو اللہ بخشے[1]

(۶۳)

وفد جذام

جذام — قحطانیوں کا عظیم بطن ہیں اور وہ بنو جذام بن عدی بن الحارث بن مرۃ بن اُدد بن زید بن یشجب ابن عریب بن زید بن کہلان ہیں۔۔۔ جذام سے بہت سے بطون متفرع ہوتے ہیں، جو جبالِ حِسمیٰ میں رہتے ہیں اور ان کی منازل مدین سے تبوک اور شام کے اذرح تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ظہورِ اسلام کے وقت جذام لخمیوں کے حلیف تھے اور حضرت زید بن حارثہ نے ان سے جنگ کی اور موتہ کے مشہور معرکہ میں جذام لخمیوں کے ساتھ ہو کر ۸ھ میں مسلمانوں کے خلاف لڑے اور ایسے ہی وہ ۱۵ھ میں انطاکیہ میں ہرقل کی فوج میں شامل تھے۔

جذام، عربوں میں سے پہلے لوگ ہیں جنہوں نے مصر میں سکونت اختیار کی۔ یہ حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر کی فوج میں آئے اور انہیں مصر میں شہر بحیرہ میں دیے گئے اور یہ ۱۳۳ھ تک نیل کے ڈیلٹا کے مشرق میں الحوف میں رہتے رہے[2]

عہدِ نبوی میں اسلام جذام میں عام نہیں ہوا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے بڑے بڑے گروہوں نے شام میں ۱۵ھ میں خلافت کی فوجوں کے ساتھ جنگ کی لیکن جذام کے کچھ عناصر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے اور دوسرے عناصر نے رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۳ [2] معجم قبائل العرب جلد ۱ صفحہ ۱۷۶

علیہ وسلم کی طرف اپنے اسلام کے ساتھ ایک شخص بھجوایا جو رومیوں کا والی تھا اور اس نے اپنی زندگی کو اپنے اسلام کی قیمت کے طور پر دیا۔ اور وہ یوں کہ جب رومیوں کو اس کے مسلمان ہونے کا پتہ چلا تو انھوں نے اُسے قتل کر دیا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ رفاعہ بن زید الجذامی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کی مصالحت کے درمیانی زمانے میں فتح خیبر سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے تحریر لکھی جس کا متن یہ ہے:

> یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رفاعہ بن زید کی وساطت سے اس کی قوم کی جانب ہے اور ان کے لیے بھی ہے جو ان کے ساتھ شامل ہو کر انھیں دعوت الی اللہ کریں پس جو قبول کرے وہ حزب اللہ میں ہے اور جو انکار کرے اس کے لیے دو ماہ کی امان ہے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ان کی قوم نے اس کی بات مان لی اور مسلمان ہو گئے۔

ایسے ہی جذام کے ایک شخص فروۃ بن عمرو بن النافرۃ نے ــــ جو شام میں اپنے قریبی عربوں کا امیر تھا ــــ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا اور فروہ کا بیٹا گو اظہر مسلمان تھا پس جب رومیوں کو اس کے اسلام میں داخل ہونے کی اطلاع ملی تو انھوں نے اُسے گرفتار کر لیا پھر اُسے قتل کر دیا اور صلیب دے دیا اور اس نے ان کے قتل کرنے سے قبل کہا ہے

> مومنین کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچا دو کہ میں اپنی ہڈیوں اور
> اپنے مقام کو اپنے رب کے سپرد کرنے والا ہوں[1]

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۴ ۔ ۳۵۵

(۶۵)

وفد مہرۃ

مہرۃ، قضاعہ کا تیسری قبیلہ ہے اور وہ بنو مہرۃ بن حیدان بن عمرو بن حاف بن قضاعہ ہیں اور ان کے دیار حضرموت اور عمان کے درمیان ہیں اور سیحوت اور قشن اور الغیضہ ان کے شہروں میں سے ہیں اور بحر عرب کے سواحل پر یہ بہت بڑے علاقے پر قابض ہیں اور مہرۃ حمیری نسب ہیں اور ان کے علاقے میں جبل الاعلا بہترین اونٹ پائے جاتے ہیں اور ان کا نام مہری اونٹ ہے جن سے تیز رفتار اونٹ موجود نہیں ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مہرہ اسلام سے مرتد ہو گئے اور حضرت عکرمہ بن ابوجہل نے ان کی گوشمالی کا کام سنبھالا اور انھوں نے جھکاؤ اختیار نہ کیا اور تب ان کئی معرکوں کے بعد جو یمامہ کے معرکوں سے کم نہ تھے، اسلام کی طرف لوٹے اور حرب الردۃ میں ان میں سے تقریباً دس ہزار جانباز قتل ہوئے۔

اور مہرۃ کا وفد، مہری بن الابیض کی سربراہی میں مدینہ آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اکرام کیا اور آپ ان کے بُعدِ مسافت کے باعث جسے وہ طے کر کے آپ کے پاس آئے تھے، ان کا خیال رکھتے تھے اور مدینہ اور مہرۃ کے درمیان تقریباً ستر دن کی مسافت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہرۃ کے لیے ایک تحریر لکھی جس کا متن یہ ہے۔

یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مہری بن الابیض

---

[1] میرے سامنے جو مصادر موجود ہیں ان میں اس کے حالات نہیں ملے۔

کے لیے جو جزیہ سے ایمان لانے والوں کا ہی سر ہے ان پر قناعت کر لی نہ کی جائے ورنہ ان سے مزاحمت کی جائے اور ان پر اسلامی احکام کو قائم کرنا فرض ہے پس جس شخص نے دین کو بدلا اس نے جنگ کی اور جو اس پر ایمان لایا وہ اللہ اور اس کے رسول کی امان میں آ گیا اس پر کسی چیز کی دائیگی ہوگی اور جس نے وفا کی اس کا اعلان ہوگا اور برائی بخش کو معی اور نہ فرد ٹی کو لپیٹ دیا جائے گا۔
حضرت محمد بن مسلمہ نے لکھا[1]

اور ابن سعد اپنے طبقات میں بیان کرتا ہے کہ ایلیہ ہی جہرہ کا ایک شخص جس کا نام زہیر بن قرشم تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بُعدِ مسافت کی وجہ سے اسے قریب کرتے اور اس کی عزت کرتے تھے۔ اور جب اس نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے تمام درع کیا اور اسے سواری دی اور اس کے لیے ایک تحریر لکھی[2]

(۴۶)

وفدِ حمیر

حمیر قحطانیوں کا عظیم بطن ہے اور یہ ان دو بڑے جدوں میں سے ایک ہے[3]

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۵۸

[2] اسد الغابہ میں زہیر کے حالات میں صرف اس کی آمد اور آپ کے احسن کی طرف خیال رکھنے سے زائد کچھ بیان نہیں ہوا۔

[3] طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۵۲

جن کی طرف تمام قبائل یمن منسوب ہوتے ہیں اور وہ کہلان بن سبا اور حمیر بن سبا ہیں اور حمیر کا نام العرنج ہے، الہمدانی نے بیان کیا ہے کہ قحطان میں تین حمیر ہیں۔ اکبر، اصغر اور ادنیٰ۔

اسلام سے قبل، بعض حمیر نے یہودیت اختیار کرلی اور بعض آفتاب کی پرستش کرتے تھے اور جاہلیت میں صنعاء میں حمیر کا ایک گھر تھا جسے رئام کہا جاتا تھا، یہ اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے پاس قربانیاں کرکے اس کی قربت طلب کرتے تھے[1] اور حمیر کی بڑی بادشاہت تھی اور ان میں بڑے بڑے بادشاہ تھے اور مملکت حمیر کا علاقہ سرزمین ایران، افریقہ اور ہندوستان تک ممتد تھا۔ اور انھوں نے اسلام سے قبل طویل مدت تک ان تمام علاقوں پر حکومت کی اور غساسنہ سے قبل شام میں ضجاعمہ کی حکومت تھی اور قضاعہ کی ایک قوم شام کے جنوب میں بادشاہ تھی حتیٰ کہ ان کے بعد غساسنہ نے ان سے جنگ کی اور ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا[2]

اور جب اللہ تعالیٰ اسلام کو لایا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بڑے بڑے معرکوں میں فتح پائی تو ملوک حمیر نے اسلام میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا اس لیے ـــــ رمضان سنہ ۹ھ میں ـــــ انھوں نے یمن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اسلام کے ساتھ ایلچی بھیجا اور وہ چار بادشاہ تھے، نعیم بن کلال[3]، الحارث[4] بن عبد کلال، نعمان

---

[1] الاصنام الکلبی ص ۱۱ و معجم قبائل العرب جلد ۱ ص [illegible]

[2] دیکھیے ہماری کتاب العرب فی الشام قبل الاسلام۔

[3] اسد الغابہ اور دیگر سوانح کی کتب میں اس نعیم کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ کے سوا کچھ بیان نہیں ہوا۔

[4] سوانح کی کتب میں حارث کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ کے سوا مجھے کچھ نہیں ملا۔

حاکم[1] ذی رعین، اور زرعہ ذو یزن[2] اور ان بادشاہوں کی طرف سے مالک[3] بن مرارۃ الرہاوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایلچی تھا۔ ان ملوک نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھا کہ انھوں نے شرک اور اہل شرک کو چھوڑ دیا ہے پس آپ نے ان کے ایلچی کا اکرام کیا اور اسے دارالضیافت میں اتارا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں ملوک کو ایک خط لکھا جس کا متن یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے الحارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال، نعمان، حاکم ذی رعین، و معافر اور زرعہ بن ذو یزن کی طرف۔ اما بعد! میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ رومیوں کے علاقے سے

---

[1] سوانح کی کتب میں نعمان اور اس کے تینوں بادشاہ ساتھیوں کے قبول اسلام کے واقعے کے سوا کچھ بیان نہیں ہوا۔

[2] سوانح نگاروں نے صرف زرعہ کے قبول اسلام کا واقعہ اور اس خط کا متن بیان کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام بھیجا جیسا کہ ہم اسے بیان کر چکے ہیں اور اصحاب حدیث و سیر میں سے کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ ان چار بادشاہوں میں سے کسی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے۔ یہ مسلمان تھے لیکن صحابہ میں سے نہ تھے[3]۔ اسد الغابہ میں بیان ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ کے پاس مالک بن مرارۃ الرہاوی موجود تھا اور عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ مالک بن مرارۃ الرہاوی روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

واپسی پر آپ کا ایلچی ہمیں ملا اور ہم نے مدینہ میں ملاقات کی اور جو پیغام تم نے بھیجا ہے وہ اس نے پہنچایا اور ہمیں تمہارے اسلام کی اور تمہارے مشرکین کو قتل کرنے کی خبر دی۔ بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ہدایت تمہیں دی ہے اگر تم اصلاح کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور غنیمت سے اللہ کا خمس اور اس کے نبی کا خمس اور اس کا مخصوص حصہ۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر صدقہ فرض کیا ہے ادا کرو اور جس زمین کو چشمے اور بارش سیراب کرے اس کا عشر اور جسے ڈول سیراب کرے اس کا نصف عشر ادا کرو۔

اور یہ ایک طویل خط ہے جس میں فرائض اور بہت سی وصایا ہیں۔[1]

(۶۴)

وفد نصاریٰ نجران

اسلام سے قبل نجران میں عربوں کی ایک جماعت نصرانیت پر قائم تھی اور ـــــ انجیل کی تحریف سے قبل ـــــ ان میں سے ایک جماعت دین توحید دین عیسیٰ یعنی اسلام پر قائم تھی اور ان میں وہ اصحاب الاخدود (خندقوں والے) بھی تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے اور یہود وہ لوگ تھے جنہوں نے ان مومنین کو عذاب دیا اور خندقوں میں انہیں جلا دیا۔

اور جب اللہ نے اسلام کو لایا تو نجران میں عرب نصاریٰ کی ایک جماعت

---

[1] دیکھئے سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۲۳ - ۲۲۴

موجود تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خط لکھا تو وہ ایک وفد میں جو ان کے اشراف کے پندرہ آدمیوں پر مشتمل تھا، مدینہ آئے اور ان کا سربراہ عبدالمسیح نامی ایک شخص تھا جس کا لقب (العاقب) تھا، وہ بنو کندہ سے تھا اور ان کا امیر تھا اور سیاست و حکومت میں ان کا مرجع تھا اور ان کا بشپ، عالم اور امام اور ان کے مدارس کا رئیس ابوالحارث بن علقمہ تھا اور وہ بنی ربیعہ سے تھا۔

اور جب وہ مدینہ پہنچے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے آپ اس وقت مسجد میں تھے اور ان پر یمنی چادریں اور جبے سے مزین ہوئی چادریں تھیں اور مسجد کے اندر وہ اپنی موجودگی کے دوران مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی نمازیں پڑھتے رہے۔ صحابہ نے انہیں روک ٹوک کرنی چاہی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو، یہیں مسجد میں انہوں نے بیٹھ نہ ذکر کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا اور (شروع شروع) میں ان سے بات نہ کی تو وہ متعجب ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے انہیں کہا: آپ کا یہ رویہ تمہارے اس لباس کی وجہ سے ہے یعنی ان کے ریشم پہننے کی وجہ سے، تو وہ اس روز واپس چلے گئے پھر وہ راہبوں کے لباس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے سلام کہا تو آپ نے انہیں جواب دیا پھر آپؐ نے انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے انکار کیا اور ان کے درمیان بکثرت گفتگو ہوئی اور جھگڑا ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قرآن سنایا لیکن انہوں نے دخول اسلام کے بارے میں اپنے انکار پر اصرار کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اگر تم اس بات سے انکاری ہو جو میں تمہیں کہتا ہوں تو آؤ میں تم سے مباہلہ کرتا ہوں اور مباہلہ وہ ہے جو قرآن نے مقرر کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔[1]

---

[1] سورۂ آل عمران : ۶۱

(ترجمہ) کہہ دیجیے آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں اور اپنی عورتوں
اور تمہاری عورتوں اور اپنے آپ کو اور تم کو بلائیں پھر عاجزی سے
دعا کریں اور جھوٹوں پر لعنت ڈالیں۔

سو انھوں نے شروع شروع ابھی مباہلے سے اتفاق کیا لیکن بعد میں واپس چلے گئے اور ان میں سے عبد المسیح اور دو عقلمند آدمی آئے اور کہنے لگے: ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہم آپ لوگوں سے مباہلہ نہ کریں آپ ہمارے متعلق جو چاہیں فیصلہ کریں ہم آپ کو دیں گے اور آپ سے مصالحت کریں گے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر ان سے صلح کی کہ وہ جزیہ دیں اور انہیں تحریری ضمانت دی کہ وہ اپنے دین کے بارے میں آزاد ہوں گے اور اپنے اموال اور اراضی کے بارے میں بے خوف ہوں گے تو وہ اپنے علاقے کو واپس چلے گئے۔ ہاں ان کے لیڈروں میں سے دو لیڈر یہ تھے: عاقب جو ان کا امیر اور حکمران تھا اور دوسرا ان کا ایک بڑا استاد تھا۔[1]

[۶۸]

وفد جیشان

جیشان: معاجم میں اس قبیلے کے حالات مجھے نہیں ملے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ یمن کا قبیلہ ہے۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن شعیب سے مجھے اطلاع ملی ہے اس نے بیان کیا ہے کہ ابو وہب الجیشانی اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہوں نے

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۷-۳۵۸

نے آپ سے یمن کے مشروبات کے متعلق پوچھا۔ راوی کا بیان ہے کہ انھوں نے شہد کے تیز نبیذ اور جَو کے نبیذ کا نام آپ کو بتایا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں ان سے نشہ ہو جاتا ہے؟ انھوں نے کہا اگر ہم زیادہ پئیں تو ہمیں نشہ ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرے اس چیز کی قلیل مقدار بھی حرام ہے اور انھوں نے آپ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو شراب بناتا ہے اور اپنے عمال کو پلاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے[1]

(۶۹)

وفد السباع

وفود کے سال درندوں نے بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا وفد بھیجا۔ شعبہ نے بنی عبادۃ سے بحوالہ المطلب بن عبداللہ بن حنطب روایت ہے ان کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان مدینہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک بھیڑیا آیا اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر بھونکنے لگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہاری طرف درندوں کا ایلچی بن کر آیا ہے اگر تم چاہو تو اس کے لیے کوئی چیز مقرر کر دو وہ کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرے گا اور اگر تم چاہو تو اسے چھوڑ دو اور اس سے چوکس رہو اور جو وہ لے لے وہ اس کا رزق ہو۔ اصحاب نے کہا یا رسول اللہ ہمارے دل کسی چیز سے خوش نہیں ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تین انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۵۹

تو اس نے پیٹھ پھیری اور اس کے لیے شہد تھی۔

اور امام احمدؒ نے اپنے مسند میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بھیڑیے نے بکری پر حملہ کیا اور اسے پکڑ لیا، اور چرواہے نے بکری کو تلاش کیا اور اسے اس سے چھین لیا پس بھیڑیا اپنی دُم کے بل بیٹھ گیا اور کہنے لگا کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا، تو مجھ سے وہ رزق چھینتا ہے جو اللہ میرے پاس لایا ہے۔ اس نے کہا اے تعجب ہے، بھیڑیا اپنی دُم کے بل بیٹھا ہے اور مجھ سے انسانوں کی طرح گفتگو کرتا ہے، بھیڑیے نے کہا کیا میں تجھے اس سے بھی عجیب تر بات نہ بتاؤں، یثرب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو گزشتہ زمانے کی خبریں دے رہے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ چرواہا اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا آیا حتیٰ کہ مدینہ میں داخل ہو گیا اور اس نے انہیں مدینہ کے ایک گوشے میں اکٹھا کیا پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ کو اطلاع دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے الصلاۃ جامعۃ کا اعلان کیا گیا پھر آپ باہر آئے اور اعرابی سے فرمایا انہیں بتاؤ تو اس نے انہیں بتایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے درست کہا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں اور آدمی سے اس کے کوڑے کا پھندنا اور اس کی جوتی کا تسمہ اس سے بات کرے اور جو کچھ اس کے اہل نے اس کے بعد کیا ہے اس کی ران اسے بتائے، اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صفحہ ۹۵، طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۹۹، بعض لوگوں نے اس واقعہ کی واقعیت کا انکار کیا ہے کیونکہ یہ خرقِ عادت ہے۔ اس جیسے اور اس سے بھی بڑے بڑے خوارق، قدرت الٰہی سے حضرت نبی کریم

جزیرہ عرب پر اسلام کا کامل تسلط

اور اس طرح ان عربی وفود کے جزیرۂ عرب کے شمال، جنوب اور مشرقی و مغرب کے دور دراز علاقوں سے اس دین میں داخل ہونے کا اعلان کرنے کے پے درپے آنے سے اسلام نے اس جزیرہ میں اپنے قدم جما لیے اور وہاں جو لوگ اسلام کے سوا کسی اور دین پر تھے وہ کسی شمار و قطار میں نہ رہے۔ ان اہل کتاب کی کچھ چھوٹی چھوٹی اقلیتیں تھیں جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگی جزیہ کے بعد اپنے دین پر قائم رہنے دیا اور انھوں نے اسلام کے اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے ہر سال اس جزیہ کے دینے کا اقرار کیا۔

اور سنہ ۹ھ کا پورا سال اور سنہ ۱۰ھ کے آغاز تک قبائل کے اسلام کے اع
کے لیے پے درپے وفود مدینہ آتے رہے۔

ذوالکلاع الحمیری کے وفود

ذوالکلاع الحمیری ملوک الطوائف میں سے تھے اور ان کا معاملہ اس حد تک بڑھ گیا کہ اس نے ربوبیت کا دعویٰ کر دیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو اس کے پاس دعوت اسلام دینے کے لیے بھیجا تو وہ مسلمان ہو گیا۔ اور اس کی بیوی ضریبہ بنت ابرہہ بن الصباح بھی مسلمان ہو گئی۔ تاریخ الخمیس میں یہ ہے کہ ذوالکلاع کا نام ذوالکلاع بن باکور بن حبیب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہر ہوئے ہیں، بہتیرے واقعہ، وحی ثابت اور متواتر معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کی ہے اور جبریل کا آسمان سے قر لے کر نازل ہونا ——— حالانکہ قرآن اسلام کی اساس ہے ——— خارق عادت معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان دے اور ہم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لانے والے کی تعظیم پر ثابت قدم رکھے

مالک بن حسان بن تبع تھا۔

اصمعی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوک الطوائف میں سے ذوالکلاع کو حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کے ہاتھ خط لکھا کہ وہ اسے دعوت اسلام دیں اور اس کا معاملہ یہاں تک بڑھ گیا کہ اس نے ربوبیت کا دعویٰ کر دیا۔ سو اُسے فرمانبردار بنا لیا گیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے پھر وہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں آیا اور اس کے ساتھ آٹھ ہزار غلام تھے اور اس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور اپنے چار ہزار غلاموں کو آزاد کر دیا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ذوالکلاع تیرے پاس جو غلام باقی بچ گئے ہیں انہیں میرے پاس فروخت کر دے میں تمہیں ان کی تہائی قیمت تجھے ادا کروں گا اور تہائی یمن میں اور تہائی شام میں ادا کروں گا۔ اس نے کہا مجھے آج کی مہلت دیں تاکہ میں اس بات کے متعلق غور و فکر کروں جو آپ نے کہی ہے اور وہ اپنے گھر کی طرف چلا گیا اور ان سب کو آزاد کر دیا اور جب صبح کو حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو آپ نے اُسے کہا میں نے تیرے غلاموں کے بارے میں تجھے جو بات کہی تھی اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میری رائے میں اللہ نے میرے اور ان کے لیے بھلائی اختیار کر لی ہے آپ نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا وہ رضائے الٰہی کے لیے آزاد ہیں آپ نے فرمایا اے ذوالکلاع تو نے درست کہا ہے۔

اس نے کہا یا امیرالمومنین میرا ایک گناہ ہے میرا خیال ہے کہ وہ اللہ مجھے نہیں بخشے گا۔ آپ نے پوچھا وہ کیا گناہ ہے؟ اس نے کہا ایک روز میں اپنے پرستاروں سے چھپ گیا پھر میں نے ایک بلند جگہ سے ان پر جھانکا تو مجھے تقریباً ایک لاکھ انسانوں نے سجدہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اخلاص سے توبہ کرنے اور باز آ کر انابت کرنے سے اللہ جل شانہٗ معاف

اور بخشش کی اُمید کی جاتی ہے اور صفین میں ذوالکلاع الحمیری حضرت معاویہ کی پارٹی کے ساتھ قتل ہو گیا۔ اللہ سب پر رحم فرمائے۔

زکوٰۃ کا جمع کرنا

غزوۂ تبوک کی کامیابی کے بعد اور اسلام کے جزیرہ عرب کے تمام اقالیم کو اپنے دونوں پروں کے نیچے سمیٹ لینے کے بعد کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو اسلام کا مقابلہ کرتے اور اس کے اقتدار سے دشمنی کرنے کے متعلق سوچتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے حکومت کی بنیاد اور ادارت کی تنظیم کا نام دیا جا سکتا ہے، کا کام شروع کر دیا اور یہ اس حکومت کی ان ضروریات کا مقابلہ کرنے کے لیے تھا جو دن بدن بڑھتی جا رہی تھیں۔

قرآن کریم عمومی انداز میں مسلمانوں پر زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم لے کر نازل ہوا اور سنت محمدیہ نے مسلمانوں پر ان اموال کی اصناف بیان کیں جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور ہر قسم کی ترتیب وار حد بیان کی جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت کا مقصد ان محتاج مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرنا تھا جو کسی مرد کا بوڑھا یا نابینا ہونے یا یتیم ہونے یا آفت زدہ ہونے کی وجہ سے کمانے کی سکت نہیں رکھتے اور انسانی تاریخ میں زکوٰۃ پہلا اور محکم نظام ہے جو سوشل کفالت کے لیے بنایا گیا ہے۔

اور ہمیں زکوٰۃ کے ارکان و شروط اور اس کے مصارف کی تحدید کی تشریح کی ضرورت نہیں فقہ کی بڑی بڑی کتب میں ان کی تفصیل کے خواہش مند کے لیے بہت سی سمجھانے کا سامان موجود ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ عرب کے تمام نواح میں خطوط بھیجے جن میں آپ نے لوگوں کو اسلام کے اس اہم رکن یعنی زکوٰۃ کی دعوت دی ایسے لوگوں نے سمع و اطاعت کی اور وہ جامعین زکوٰۃ بن گئے

اور وہ جزیرہ میں جہاں بھی گئے انہیں عہدِ نبوی ہی میں اس زکوٰۃ کے جمع کرنے میں کوئی قابلِ ذکر مشکل پیش نہیں آئی۔

حجۃ الوداع

اور جب ہجرت کا دسواں سال ختم ہونے کے قریب پہنچا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کی تیاری میں لگ گئے۔ تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۱۴۰ میں بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک سے واپسی پر حج کرنے کا ارادہ فرمایا اور یہ فتح مکہ سے تھوڑی مدت بعد کی بات ہے پھر بیان کیا گیا کہ باقیماندہ مشرکین حج کرتے ہیں اور برہنہ طواف کرتے ہیں تو آپ نے حج کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ آپ نے جن عہد والوں کے عہد کو توڑ دیا اور یہ ۹ھ کی بات ہے پھر آپ نے شرک کی علامات کو مٹانے کے بعد ۱۰ھ میں حج کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں صرف ایک بار اسلامی حج کیا

محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی فرضیت کے بعد اپنی زندگی میں ایک ہی دفعہ حج کیا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل جب کہ آپ اپنے دین کے بارے میں مغلوب تھے ہر سال حج کے اجتماع میں حاضر ہوتے تھے اور اپنے آپ کو قبائل پر پیش کر کے انہیں دعوتِ اسلام دیتے تھے۔ ان اجتماعات میں مشرکین کو تقالید کے مطابق حج کرنے والے لوگوں پر کامل تسلط ہوتا تھا۔ وہ اسلامی تعلیمات کی مخالفت کرتے تھے حتیٰ کہ وہ ہمیشہ ذوالحجہ کے علاوہ کسی اور تاریخ کو وقوف کرتے اور ان مہینوں میں ان لوگوں سے تلاعب تھا جو حج کو آتے تھے اور وہ النسئ ہے جس پر اللہ نے ان کی عیب گیری کی ہے۔

اور حلبی نے سیرت نبویہ کی شرح میں بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حقیقتاً ایک ہی حج کو منسوب کرنا چاہیے اگرچہ آپ نے لوگوں کے ساتھ مکہ میں کئی حج کیے، لیکن وہ حج اس حج کی صفت اور اس کے کمال کے مطابق نہ تھا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دین کے معاملے میں مغلوب تھے اور حج اپنے وقت سے تبدیل کیا گیا تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل جاہلیت شمسی مہینوں کے مطابق حج کو تبدیل کرتے تھے اور ہر سال گیارہ دن پیچھے کر دیتے تھے[۱] اور عمرہ کے متعلق محققین کے نزدیک یہ متفق بات ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے کیے۔ پہلا عمرہ حدیبیہ کا ہے مشرکین نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور آپ نے ان کے ساتھ ذوالقعدہ ۶ھ میں مشہور صلح کی۔ اور آپ حلال ہو گئے اور اسے اپنا عمرہ خیال کیا۔ اور دوسرا عمرہ آئندہ سال یعنی ۷ھ میں ذوالقعدہ میں کیا جسے عمرۃ القضا کہتے ہیں اور تیسرا عمرہ ذوالقعدہ ۸ھ میں کیا جو فتح کا سال ہے اور آپ نے حنین کی غنائم کی تقسیم کے بعد جعرانہ سے عمرہ کیا اور چوتھا عمرہ ۱۰ھ میں اپنے حج کے ساتھ

---

[۱] تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ اور حضرت جبیر بن مطعم صحابی سے روایت کی گئی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبوت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفہ میں وقوف کرتے دیکھا اور تمام قریش شیبہ بن ربیعہ کے سوا مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے۔ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ قریش میں شیبہ بن ربیعہ عرفہ میں وقوف کرتا تھا اور اس پر دو سیاہ کپڑے ہوتے تھے اور اس کے اونٹ کی مہار بالوں کی تھی جو سیاہ اور سفید بالوں کے درمیان تھی حتیٰ کہ اس نے لوگوں کے ساتھ عرفہ میں وقوف کیا پھر ان کے چلنے کے ساتھ چلنے لگا ہم عربوں سے کلام نہیں کرتے۔ عرب عرفہ میں وقوف کرتے تھے اور قریش مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور کہتے تھے ہم اہل اللہ ہیں۔ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۱۰۲

کے ساتھ کیا۔ آپ نے اس کا احرام ذوالقعدہ میں باندھا اور اس کے اعمال حج جیسے ایسے تھے جیسے بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا کہ آپ اس سال حج کرنے والے ہیں۔ اس پر بہت سے لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کے لیے جمع ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵ ذوالقعدہ سنہ ۱۰ھ کو ہفتے کے روز مدینہ سے حج کے لیے روانہ ہوئے اور آپ کی روانگی ظہر و عصر کے درمیان ہوئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعت پڑھائی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز قصر کر کے دو رکعت پڑھائی اور آپ سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے احرام سے قبل خاص طور پر دو رکعت نماز پڑھی ہو جیسے کہ بہت لوگ اس خیال سے ایسا کرتے ہیں کہ وہ سنت کی ادائیگی کر رہے ہیں۔

اور ۴ ذوالحجہ کو صبح کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہوئے۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان آپ نے جو مسافت طے کی وہ آٹھ دن کی مسافت تھی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے دو سحولی[1] کپڑوں کا احرام باندھا ان میں سے ایک تہبند اور دوسرا چادر تھی اور تعجب ہے آپ نے انہیں اسی جنس کے کپڑوں سے بدلا ہو۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سو اونٹ قربانی کے لیے لے گئے۔[2]

اور آپ مکہ کے بالائی علاقے سے اس میں داخل ہوئے حتیٰ کہ آپ اس دروازے تک پہنچ گئے جسے باب بنی شیبہ کہا جاتا ہے اور جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے نماز سے قبل طواف شروع کیا اور جب آخر

---

[1] سحول یمن میں ایک شہر ہے۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳

تک پہنچے تو آپ نے رکن کو بوسہ دیا اور آپ اپنی چادر کے دونوں کناروں کو اپنے بائیں کندھے پر رکھے ہوئے تھے اور آپ نے کہا بسم اللہ واللہ اکبر اور آپ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کہتے تھے ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار[1] اور آپ نے حجر اسود پر مزاحمت کرنے سے روکا آپ نے حضرت عمر بن الخطاب سے فرمایا آپ طاقتور آدمی ہیں، اگر آپ رکن کو خالی پائیں تو اسے بوسہ دیں، بصورت دیگر لوگوں کو دھکے دے کر تکلیف نہ دیں آپ کو بھی تکلیف دی جائے گی اور آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا اے ابو محمد آپ نے رکن کے پاس کیا کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے بوسہ دیا ہے اور چھوڑا بھی ہے آپ نے فرمایا تو نے ٹھیک کیا ہے۔ اور اس طواف کے انتہا پہنچنے کے بعد جس میں آپ نے تین دفعہ دوڑ لگائی اور چار دفعہ چلے آپ مقام ابراہیم کی طرف بڑھے اور واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی پڑھا پھر آپ نے اپنے اور بیت اللہ کے درمیان مقام ابراہیم کو رکھا اور اس میں دو رکعت نماز پڑھی اور آپ دونوں رکعتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اور اپنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ رکن کی طرف واپس آئے اور اسے بوسہ دیا پھر باب بنی مخزوم سے نکل کر الصفا کی طرف گئے اور فرمایا میں اس سے شروع کرتا ہوں جس سے اللہ نے شروع کیا ہے پھر آپ نے اپنی اونٹنی پر صفا اور مروہ کے درمیان طواف مکمل کیا اور جب آپ صفا اور مروہ پہ چڑھتے تو فرماتے، لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص [illegible]

[2] تاریخ الخمیس جلد ۲ ص ۱۲۹

وھو علیٰ کل شیئ قدیر۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔ پھر آپ نے ان کے درمیان دعا کی اور تین بار ایسے ہی کہا[1]

اور جب آپ نے اپنی سعی کو مکمل کر لیا تو آپ نے ہر اس شخص کو جس کے پاس قربانی کا جانور نہ تھا فرمایا کہ وہ لوگ حلال ہو جائے خواہ وہ قارن ہے یا مفرد، اور آپ نے انہیں حکم دیا کہ پورے حلال ہو جائیں یعنی عورتوں سے وطی کریں اور سلے ہوئے کپڑے پہنیں اور یوم الترویہ تک اسی حالت میں رہیں اور آپ اپنے قربانی کے جانور کی وجہ سے حلال نہ ہوئے اور اسی موقع پہ آپ نے فرمایا ---- اگر میں اپنے معاملے سے وہ جانتا ہوتا تو میں جستجو کرتا اور اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا اور اسے عمرہ بنا دیتا۔

اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ قربانی کے جانوروں کی وجہ سے حلال نہ ہوئے اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان صحابہ سے جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا فرمایا کہ اسے عمرہ بنا لو تو وہ تردد میں پڑ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ہم اسے عمرہ کیسے بنائیں؟ آپ نے فرمایا میں جو تمہیں حکم دیتا ہوں اس پہ غور کرو، پھر ان کے تردد کے باعث آپ پہ غصے کے آثار نمایاں ہو گئے حتیٰ کہ آپ غصے کی حالت ہی میں اپنی بیوی حضرت عائشہؓ کے پاس آئے تو وہ پوچھنے لگیں آپ کو کس نے ناراض کیا ہے اللہ اُسے ناراض کرے؟ آپ نے فرمایا میں کیوں غصے نہ ہوں میں ایک بات کا حکم دیتا ہوں اور اس کی تعمیل نہیں کی جاتی[2]

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۴۵

[2] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۴۷

امام ابن قیم نے زاد المعاد میں بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کے چودہ اصحاب نے حج کو توڑ کر عمرہ بنا لیا اور ان کی احادیث صحاح میں موجود ہیں[1]

پھر ابن قیم نے بیان کیا ہے کہ ہم پہلے بھی اللہ کو گواہ بناتے ہیں کہ اگر ہم حج کا احرام باندھتے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے بچنے اور آپ کے حکم کی اتباع کے لیے حج کو توڑ کر عمرہ بنانا اپنے پر فرض سمجھتے اور قسم بخدا یہ نہ آپ کی زندگی میں منسوخ ہوا اور نہ اس کے بعد اور اس کے مقابلہ میں کوئی ایک حرف بھی صحیح نہیں ہے اور نہ ہی آپ نے اپنے اصحاب کو دوسروں کو چھوڑ کر اس سے مخصوص کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سراقہ بن مالک کی زبان پر یہ بات جاری کر دی کہ وہ آپ سے دریافت کریں کہ کیا حج کو توڑ کر عمرہ بنانا اسی سال سے مختص ہے آپ نے جواب دیا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے ہمیں معلوم نہیں کہ ہم ان احادیث پہ کسے مقدم کریں اور یہ یقینی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مخالفت کرنے والے پہ ناراض ہوئے؟ اور امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کا خدا بھلا کرے جب انہوں نے سلمہ بن شبیب سے فرمایا اس نے آپ کو کہا اے ابو عبداللہ آپ کی ایک بات کے سوا باقی سب باتیں میرے نزدیک اچھی ہیں؟ آپ نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا آپ حج کو توڑ کر عمرہ بنانے کے قائل ہیں آپ نے فرمایا اے سلمہ میں تجھے عقلمند سمجھتا تھا اس بارے میں میرے پاس گیارہ صحیح احادیث ہیں کیا میں انہیں تیری بات کی وجہ سے چھوڑ دوں؟[2] میں سمجھتا ہوں

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ ص ۲۴۷

[2] زاد المعاد جلد ۱ ص ۲۴۶

امام ابن خزیمہ اور امام ثوری نے مجاہد سے روایت نقل کی ہے کہ جو شخص احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو اور طواف و سعی کرے اسے حج توڑ کر عمرہ بنانے سے کوئی جائے فرار نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ

جس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی کی وہ حلال ہوگیا چاہے وہ مانے یا نہ مانے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے حج میں کعبہ کو غلاف چڑھانا

ابن ابی سبرہ نے خالد بن رباح سے بواسطہ مطلب بن عبداللہ بن موسیٰ روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کو کہتے سنا کہ ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں بیت اللہ کو یمنی چادروں کا غلاف چڑھایا۔

اور امام واقدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ظہر کے بعد یوم الترویہ سے قبل لوگوں سے خطاب کیا اور یوم الترویہ ۸ ذوالحجہ کا دن ہے[1] میں کہتا ہوں واقدی نے جس خطبہ کی طرف اشارہ کیا ہے ہم ان مصادر میں جو ہمارے سامنے موجود ہیں اس کو نہیں پاتے۔

اور رواۃ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بیرون اترے اور مکہ میں آپ کا قیام یوم الترویہ تک اس منزل میں رہا جس میں آپ فروکش ہوئے اور بیرون مکہ مسلمانوں کو نمازیں پڑھاتے تھے پس آپ نے بیرون مکہ چار روز قیام کیا اور آپ نماز کو قصر کرتے رہے[2]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ

[2] بدعوں کے بجائے منقول چاہیے کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ مکہ کے دن کو قصر کرنے اور مدینہ کے دن قصر کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم بالصواب (مترجم)

قصر کرتے رہے اور جب جمعرات کو چاشت کا وقت ہوا تو آپ اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ منیٰ کو چلے گئے اور جو لوگ اپنے خیموں میں حلال ہو چکے تھے انھوں نے حج کا احرام باندھا اور وہ مسجد میں اس سے احرام باندھنے کے لیے داخل نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے اس حال میں احرام باندھا کہ مکہ ان کی پیٹھ کے پیچھے تھا اور جب آپ منیٰ پہنچے تو وہاں اترے اور ظہر، عصر اور مغرب عشاء اور صبح کی نماز پڑھی۔[1]

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اہل مکہ کی نماز

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں چار رکعت نماز کو قصر کر کے پڑھا اور جب اہل مکہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے فرمایا —— اپنی نماز کو پورا کرو، ہم مسافر ہیں[2] اور یہ جمعرات کی رات کی بات ہے اور جب سورج طلوع ہوا تو آپ منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوئے اور ضب کے راستے کو اختیار کیا جو لوگوں کے آج کل کے راستے کی داہنی جانب ہے اور آپ کے اصحاب میں سے ملبی (لبیک کہنے والے) اور مکبر (تکبیر کہنے والے) بھی تھے اور آپ یہ سن رہے تھے اور نہ ان کو اور نہ ان کو ملامت کرتے تھے اور جب آپ نمرہ پہنچے (جو عرفہ کے مشرق میں ہے) تو وہاں آپ نے ایک خیمہ دیکھا جو آپ کے حکم سے نصب کیا گیا تھا آپ وہاں اتر پڑے اور جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ نے اپنی اونٹنی قصواء کے لانے کا حکم دیا اس پر کجاوہ رکھا گیا پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ عرفہ کی وادی کے نشیب میں آ گئے (اور عرفہ، عرفات میں سے نہیں ہے) اور وہاں آدمی

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۳۱ اور دیکھیے خطبہ حجۃ الوداع کے بڑے بڑے ماخذ۔

[2] مغازی للواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۹۱

عرفہ میں آپ نے اپنی ناقہ پر سوار رہنے کی حالت میں لوگوں سے ایک عظیم اور جامع خطاب کیا جس میں اصول اسلام کو قائم کیا اور اصول شرک توڑ دیا اور جاہلیت کے ستونوں کو منہدم کر دیا اور اس میں محرمات یعنی حرمت خون اور مال کی تحریم کو بیان کیا اور جاہلیت کے تمام امور کو اپنے قدموں کے نیچے رکھ دیا اور اس میں جاہلیت کے تمام سود کو ساقط اور باطل کر دیا اور انہیں عورتوں سے بھلائی کرنے کی وصیت کی اور ان کے حقوق کو اور ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں انہیں بیان کیا اور امت کو کتاب اللہ سے اعتصام کرنے کی وصیت کی اور انہیں بتایا کہ وہ جب تک اس کتاب سے اعتصام کریں گے ہرگز گمراہ نہ ہوں گے پھر آپ نے انہیں آگاہ کیا کہ ان سے آپ کے بارے میں پوچھا جائے گا اور آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا کہیں گے اور کیا گواہی دیں گے؟ انھوں نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے ابلاغ کر دیا ہے اور رسالت کی ادائیگی کر دی ہے اور خیر خواہی کی ہے پس آپ نے اپنی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا اور تین بار انہیں گواہ بنایا اور انہیں حکم دیا کہ جو حاضر شخص ان کے غائب شخص تک یہ باتیں پہنچا دے۔[1]

اور اسی حج میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں بڑی بڑی اصلاحات کیں اس لئے کہ مشرکین نے طویل صدیوں سے مناسک حج میں کمی بیشی کرکے بڑی بڑی خرابیاں داخل کر دی تھیں۔

اور بڑی بڑی اصلاحات میں سے ایک وقوف عرفہ ہے۔ قریش مقیم لوگوں سے سوا اور ریا و تکبر عرفہ میں وقوف نہ کرتے تھے وہ صرف مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور کہتے تھے ہم اہل الحرم ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عرفہ میں وقوف کریں بلکہ آپ نے اس شعار کی تعظیم میں اضافہ کرکے فرمایا: حج عرفہ ہے۔

---

[1] زاد المعاد جلد: صفحہ [illegible]

اسی طرح آپ نے حج میں ایسی اصلاحات کیں جن سے وہ ویسے ہو گیا جیسے کہ وہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا آپ نے اس بگڑے عمل کو درست کر دیا جسے مشرکین نے تلبیہ میں داخل کر دیا تھا وہ اپنے حج میں کہا کرتے تھے ۔

(لبیک اللّٰھم لبیک ، لبیک لا شریک لک الا شریکاً ھو لک تملکہ و ما ملک)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرکیہ جملہ نکال دیا جو ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تلبیہ میں داخل کر دیا گیا تھا اور وہ جملہ یہ ہے (الا شریکاً ھو لک تملکہ وما ملک) اب شرعی تلبیہ یوں ہو گیا (لبیک اللّٰھم لبیک ، لبیک لا شریک لک لبیک ، ان الحمد والنعمۃ والملک لک لا شریک لک)

ایسے ہی آپ نے اپنے تاریخی خطبہ میں جن اہم اصلاحات کا اعلان کیا ان میں وہ تلاعب زمانی بھی ہے جو مشرکین کیا کرتے تھے اور وہ یوں کہ وہ بعض حرمت والے مہینے بدل لیتے تھے اور ان کے بدل میں انہیں حرام قرار دے دیتے تھے اور اس کی وجہ ان کی جنگیں تھیں جو ہمیشہ ان کے درمیان ہوتی رہتی تھیں ۔ اور اس تلاعب کے نتیجہ میں جس کا نام اللہ تعالیٰ نے نسئی رکھا ہے (انما النسئ زیادۃ فی الکفر)[1] سال کے مہینوں کا حساب مضطرب ہو گیا ایک مہینے کو مقدم کیا جاتا اور وہ دوسرے کی جگہ آ جاتے حتیٰ کہ اکثر اوقات حج ماہ ذوالحجہ میں نہ ہوتا مثلاً ایک دفعہ مشرکین نے ذوالقعدہ میں حج کیا ۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس تاریخی خطبے میں اس تلاعب کا ابطال کر دیا اور فرمایا آگاہ رہو زمانہ زمین و آسمان کی پیدائش کے روز سے اپنی ہیئت پر گھوم

---

[1] توبہ : آیت ۳۷ ۔

رہا ہے اور کتاب الٰہی میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جن میں چار حرمت والے یعنی ہیں تین مسلسل ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور رجب جسے ماہ مضر کہا جاتا ہے۔ جو جمادی الآخرہ اور شعبان کے درمیان ہے اور مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے[1]

اور مشرکین حج میں جو مخالفانہ باتیں کرتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصحیح کی ان میں یہ بھی ہے کہ مشرکین عرفہ سے اس وقت نکلتے جب سورج پہاڑوں کی چوٹیوں پر یوں ہوتا جیسے مردوں کے سروں پر عمامے ہوتے ہیں۔ قریش نے خیال کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح چلیں گے آپ نے اس کے چلنے کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا[2]

اور عرفہ کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین دعا یوم عرفہ کی دعا ہے —— نیز فرمایا —— سب سے افضل دعا میری دعا اور مجھ سے پہلے انبیاء کی دعا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحیی ویمیت وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر[3]

اور وہاں عرفہ میں جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف کیا آیت اتری الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (سورۂ مائدہ آیت ۴) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور غروب آفتاب تک تضرع، دعا اور ابتہال میں لگے رہے اور آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بطن عرنہ سے ہٹ جائیں کیونکہ وہ عرفہ میں شامل نہیں، پھر آپ نے اعلان کیا کہ عرفہ اس موقف سے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۱۱۲

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۱۰۲ [3] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۵۲ ومغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۱۰۲

مختص نہیں جس میں آپ نے وقوف کیا ہے بلکہ آپ نے فرمایا ___ میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور عرفہ سب کا سب موقف ہے۔ اور آپ نے لوگوں کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے مشاعر پر رہیں اور وہیں وقوف کریں کیونکہ وہ ان کے باپ حضرت ابراہیم کا ورثہ ہیں[1]

اور غروب آفتاب اور سرخی کے ختم ہو جانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ کی طرف متوجہ ہوئے اور لوگ آپ کے آگے تھے جن کی حد بندی نگاہ نہیں کر سکتی تھی وہ ایک لاکھ بیس ہزار تک پہنچے ہوئے تھے اور حضرت اسامہ بن زید آپ کی ناقہ پر آپ کے پیچھے سوار تھے اور آپ لوگوں کو پکار کر کہہ رہے تھے کہ وہ سکون سے چلیں اور بھیڑ نہ کریں آپ نے فرمایا اے لوگو! سکون رہو، نیکی تیز روی میں نہیں ہے اور آپ اپنے سفر میں تلبیہ کہتے جاتے تھے آپ نے تلبیہ ختم نہیں کیا حتیٰ کہ آپ نے مزدلفہ پہنچ کر نماز کا وضو کیا پھر اذان کا حکم دیا اور مؤذن نے اذان دی پھر اس نے اقامت بلا اذان کے ساتھ پڑھائی جیسا کہ آپ نے عرفات میں کیا تھا پھر جب فجر طلوع ہوئی تو آپ نے اسے یوم النحر کو اذان و اقامت کے ساتھ اول وقت میں پڑھا اور وہ عید کا دن اور حج اکبر کا دن تھا اور وہ ہر مشرک سے براءت الٰہی کے اعلان کا دن تھا[2]

پھر آپ سوار ہوئے اور مشعر الحرام کے پاس اپنے موقف پر آئے اور قبلہ رو ہوئے اور دعا، تضرع، تکبیر و تہلیل اور ذکر میں مصروف ہو گئے حتیٰ کہ صبح بہت روشن ہو گئی اور یہ طلوع آفتاب سے پہلے کی بات ہے [illegible] بیان ہے کہ عروہ بن مضرس طائی نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ قسم بخدا میں

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۳۴

[2] زاد المعاد صفحہ ۲۳۴

طے کے پہاڑوں سے آیا ہوں جس نے اپنی اونٹنی کو تھکا دیا ہے اور خود کو بھی ماندہ کر دیا ہے خدا کی قسم میں نے کسی پہاڑ کو نہیں چھوڑا مگر اس پر ٹھہرا ہوں کیا میرا حج ہوا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔۔۔ جو ہماری نماز میں شامل ہوا اور ہمارے ساتھ ٹھہرے حتیٰ کہ ہم چل پڑیں اور اس سے قبل اس نے عرفہ میں رات کو یا دن کو وقوف کیا ہو اس کا حج مکمل ہو گیا ہے اور اس نے اپنی میل کچیل دور کر لی ہے ۔۔۔۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1]

ایسے ہی جن آثار جاہلیت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس حج میں ختم کیا ہے وہ ایک عادت ہے جس کی مشرکین اتباع کرتے تھے اور اسے مناسک حج میں سے خیال کرتے تھے اور وہ یہ تھی کہ وہ مزدلفہ سے اس وقت تک نہیں چلتے تھے حتیٰ کہ ثبیر پر سورج آ جائے اور وہ کہتے تھے اے ثبیر چمک جا تاکہ ہم سفر کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش نے حضرت ابراہیمؑ کے عہد کی مخالفت کی ہے اس لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب سے قبل چل پڑے اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور اپنے موقف پر وقوف کیا تو آپؐ نے اعلان فرمایا کہ مزدلفہ سب کا سب موقف ہے۔[2]

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کی طرف اپنی روانگی کے دوران حضرت ابن عباس کو حکم دیا کہ وہ آپ کے لیے سنگریزے (فقط سات سنگریزے) چن لیں۔ حضرت ابن عباس نے آپ کے لیے ٹھیکرے کے سات سنگریزے چنے اور آپ اپنی ہتھیلی میں انہیں جھاڑنے لگے اور فرمانے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۲

[2] زاد المعاد جلد ۱ ص ۲۴

لگے اس قسم کے سنگریزے پھینکو اور دین میں غلو کرنے سے اجتناب کرو تم سے پہلے لوگوں کو صرف دین میں غلو کرنے نے ہلاک کیا ہے۔ بیہقی نے اسے ابن عباسؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے لیکن یہ مزدلفہ بخلاف ہیں سے جمار کے سنگریزوں کو ڈھونا ہے جیسے کہ آج کل بہت سے عوام کرتے ہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے صرف ان سنگریزوں کے چننے کا حکم دیا جن سے آپ نے رمی کرنا تھی اور ایک دفعہ جمرۃ العقبہ کو مارنے تھے اب رہے بقیہ جمار تو ان کی رمی کے لیے مزدلفہ سے سنگریزے چننا سنت نہیں ہے بلکہ منیٰ سے ان کا چن لینا کافی ہے اور یہی حال ان سنگریزوں کا ہے جن سے دوسرے اور تیسرے روز جمرۃ العقبہ کو رمی کی جاتی ہے۔ ان کا مزدلفہ سے چننا شرط نہیں جیسا کہ بعض عوام کرتے ہیں۔

کیا عورت کا چہرہ چھپانے کی چیز ہے؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنے پیچھے سوار کرائے ہوئے تھے اور منیٰ کو چلتے ہوئے راستے میں آپ کو خثعم قبیلہ کی ایک خوبصورت نوجوان عورت ملی اور اس نے اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کے متعلق سوال کیا، وہ بہت بوڑھا تھا جو سواری پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے حج کرے اور حضرت فضل، خثعم قبیلہ کی عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ آپ کی طرف دیکھنے لگی اور حضرت فضل بھی خوبصورت آدمی تھے پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے اپنا مبارک ہاتھ حضرت فضل کے چہرے پر رکھ دیا اور اسے دوسری طرف موڑ دیا تاکہ وہ اس کی طرف نہ دیکھیں اور وہ آپ کی طرف نہ دیکھے لیکن یہ

ثابت نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم دیا ہو اور اس میں یہ دلیل پائی جاتی ہے کہ عورت کا چہرہ جب اس نے کسی مختلف قسم کی زینت کی چیز وغیرہ سے آراستہ نہ کیا ہو، چھپانے کی چیز نہیں اور یہ بہت سے اماموں کا مذہب ہے اور یہی اقرب الی الصواب ہے۔ واللہ اعلم۔

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادی محشر میں پہنچے تو آپ نے تیز رفتاری اختیار کی اور یہ ان مقامات پہ آپ کا معمول تھا جہاں اللہ کے دشمنوں پر اس کا عذاب نازل ہوا تھا اور اس وادی محشر میں اصحاب فیل کا ہاتھی تھک گیا اور مکہ کی طرف جانے سے رک گیا اور صاحب اور تمام ابرہہ کی فوج یہیں وادی محشر میں رہی حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے اور انہوں نے انہیں تباہ کر دیا اور کسی کو بھی صحیح طور پر معلوم نہیں کہ وہ کیا مادہ تھا جس سے ان پرندوں نے ابرہہ کی فوج کو تباہ کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں چیچک کی وبا نے آلیا حتی کہ ان کا ایک ایک عضو متورم ہو جاتا اور پھول جاتا اور چیچک کی وبا کے نتیجے میں وہ پھٹ کر دو لخت ہو جاتا۔ واللہ علی کل شیء قدیر۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ کہہ رہے تھے اور آپ نے تلبیہ کو نہیں چھوڑا حتی کہ آپ نے جمرۃ العقبہ کو رمی کیا اور جب آپ جمرہ کے پاس پہنچے تو وادی کے نشیب میں کھڑے ہوئے اور بیت اللہ کو اپنے بائیں ہاتھ اور منیٰ کو اپنے دائیں ہاتھ رکھا اور جمرہ کی طرف منہ کیا اور آپ رمی تک سوار رہے اور آپ نے طلوع آفتاب کے بعد سوار ہونے کی حالت میں جمرہ کو رمی کیا اور جمرہ کو رمی کرنا پہلی عبادت تھی جو آپ نے منیٰ میں کی اور آپ ایک ایک کر کے رمی کرتے تھے اور ہر سنگریزے کے ساتھ جس سے آپ رمی کرتے تھے اور ہر سنگریزے کے ساتھ جس سے آپ رمی کرتے تھے تکبیر کہتے جاتے تھے اور حضرت اسامہ

اور حضرت بلال رضؓ آپؐ کے ساتھ تھے ان دونوں میں سے ایک آپ کی ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھا اور دوسرا آپ کو گرمی سے بچانے کے لیے آپ پر کپڑے کا سایہ کیے ہوئے تھا۔ ۱؎

یوم عید یوم حج اکبر کو آپؐ کا خطبہ

جمرۃ العقبہ سے واپسی کے بعد آپ نے منیٰ میں مسلمانوں کو ایک عظیم خطبہ دیا جس کے لیے اللہ نے لوگوں کے کان کھول دیے حتیٰ کہ اہل منیٰ نے بھی خود اپنی منازل میں اسے سنا۔ حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ دونوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن یوم النحر کو ظہر کے بعد اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہو کر خطبہ دیا آپؐ نے فرمایا ——— اے لوگو! میری باتوں کو سنو اور سمجھو! مجھے معلوم نہیں شاید اس سال کے بعد اس موقف میں، میں آپ سے ملاقات کروں ..... اے لوگو! یہ کون سا مہینہ ہے؟ راوی کا بیان ہے لوگوں نے سکوت اختیار کیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ماہ حرام ہے یہ کونسا شہر ہے؟ لوگوں نے سکوت اختیار کیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہر حرام ہے، پھر فرمایا یہ کونسا دن ہے؟ لوگوں نے سکوت اختیار کیا تو آپؐ نے فرمایا یوم حرام ہے پھر آپؐ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون اور اموال و اعراض کو تمہارے اس ماہ کی حرمت کی طرح، تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس دن میں حرام قرار دیا ہے یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو، آگاہ ہو کیا میں نے ابلاغِ رسالت کر دیا ہے؟ صحابہ نے کہا ہاں آپؐ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ، آگاہ رہو جس کے پاس امانت ہو وہ اسے اس کو ادا کر

۱؎ تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۲۶۳

دے جس نے اسے اس پر امین بنایا ہے۔ آگاہ رہو جاہلیت کے تمام سود ساقط کر دیئے گئے ہیں اور جاہلیت کے تمام خون ساقط کر دیئے گئے ہیں اور ہمارا اپنا خون یعنی ایاس بن ربیعہ بن الحارث کا خون میں ساقط کرتا ہوں ——— جو بنی سعد بن لیث میں دایہ کو تلاش کر رہا تھا کہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا ——— آگاہ رہو کیا میں نے ابلاغ رسالت کر دیا ہے؟ صحابہ نے کہا ہاں بے شک۔ آپ نے فرمایا! اے اللہ گواہ رہ۔ پس چاہیے کہ حاضر آدمی، غائب تک یہ باتیں پہنچا دے۔ آگاہ رہو ہر مسلمان، ہر مسلمان پر حرام ہے اور نہ مسلمان کا مال حلال ہے سوائے اس کے جو وہ بطیب خاطر دے۔ عمرو بن یثربی[1] کا بیان ہے جس نے عرض کیا یا رسول اللہ، بتائیے اگر مجھے عمزاد کی بکریاں ملیں تو میں ان سے ایک بکری ذبح کر لوں؟ راوی کا بیان ہے آپ نے مجھے پہچان لیا اور فرمایا

اگر تجھے الجمیش کے نشیب میں ایک دنبی چھری اٹھائے ہوئے ملے تو اسے مضطرب نہ کر اور اس خطبہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إنما النسيء زيادة في الكفر يضل به الذين كفروا يحلونه عاما و يحرمونه عاما ليواطئوا عدة ما حرم الله! آگاہ رہو کہ زمانہ جس روز سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں اپنی ہیئت پر گھوم رہا ہے اور کتاب اللہ میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جن میں سے چار حرام ہیں، تین مسلسل ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور رجب جسے ماہ مضر کہا جاتا ہے جو جمادی الآخرۃ اور شعبان کے درمیان ہے اور مہینہ ۲۹ اور ۳۰ دن کا ہوتا ہے آگاہ رہو کیا میں نے ابلاغ رسالت کر دیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اے اللہ

---

[1] عمرو بن یثربی ضمری حجازی اور بنی ضمرہ کے دیار مدینہ کے نزدیک واقع ہیں اور عمرو مذکور ساحل سمندر کی وادی الجمیش کے نشیب میں رہتے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ساحل میں تلاش کیا یہ بہت اچھی وادی ہے بنی ضمرہ کی ایک جگہ کے قریب اصابہ ۳۰۲

گواہ رہ۔ پھر آپ نے عورتوں کے حقوق اور مردوں کے جو حقوق ان پر ہیں ان کے متعلق گفتگو کی اور فرمایا اے لوگو! عورتوں کے تم پر حقوق ہیں اور تمہارے بھی ان پر حقوق ہیں ان پر یہ حق ہے کہ وہ کسی کو تمہارا بچھونا پامال نہ کرنے دیں اور نہ کسی ایسے کو جسے تم ناپسند کرتے ہو، تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھروں میں داخل ہونے دیں اور اگر وہ ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم انہیں بستروں میں چھوڑ دو اور انہیں مارو مگر سخت نہیں کہ وہ زخمی ہوں پس اگر وہ باز آ جائیں اور تمہاری اطاعت کریں تو دستور کے مطابق ان کا کھانا اور پہننا تمہارے ذمہ ہے۔ پھر آپ نے عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی اور فرمایا عورتیں تمہارے پاس قیدی ہیں وہ اپنے لیے کسی چیز کی مالک نہیں اور تم نے انہیں اللہ کی ذمہ داری سے حاصل کیا ہے اور کلام الٰہی سے ان کی فرجوں کو حلال کیا ہے پس عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے متعلق بھلائی کی وصیت کرو۔ آگاہ رہو کیا میں نے بلاغ رسالت کر دیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ۔ پھر آپ نے فرمایا اے لوگو شیطان تمہاری اس زمین میں اپنی پرستش سے مایوس ہو گیا ہے لیکن اس نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ اس کے سوا تم جس کو حقیر جانتے ہو اس کی اطاعت ہو، اس نے اسے پسند کیا ہے۔ ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ مسلمان شخص کے لیے اپنے بھائی کا خون اور اس کا مال حلال نہیں سوائے اس کے کہ وہ اپنی خوشی سے دے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں اور جب وہ اسے کہہ دیں گے تو وہ اپنے خون اور اموال محفوظ کر لیں گے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے اور اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور میرے بعد کفار نہ بن کر تمہارے بعض، بعض کو قتل کریں۔ میں تم میں کتاب اللہ چھوڑے جا رہا ہوں تم اس کے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ آگاہ رہو کیا میں نے بلاغ رسالت کر

دیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں ، آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ ، اور اس خطبے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو شاید میں اس سال کے بعد حج نہ کروں اور آپ نے انصار و مہاجرین کو اپنے اپنے مقام پر اتارا اور فرمایا ظالم اپنی جان پر ہی ظلم کرتا ہے اور آپ نے فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنی پانچوں نمازیں پڑھو اور اپنے مہینے کے روزے رکھو اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو ، تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے . . . . . اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو ، دل خیانت نہیں کرتے ، عمل کا اخلاص اللہ کے لیے ہے اور امراء کی خیر خواہی کرو ، اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستہ رہو ، بلاشبہ ان کی دعوت ، ان کے پیچھے سے حفاظت کرتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے اس سے اعتصام کیا تو تم اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا پس تم کیا جواب دو گے؟ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا ہے اور خیر خواہی کر دی ہے پھر آپ نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھاتے اور نیچے کرتے ہوئے اور اس سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا اے اللہ گواہ رہ اور اس وقت آپ نے لوگوں کو الوداع کہا اور لوگوں نے اسے حجۃ الوداع کہا[1]

اور اپنے اس خطبہ کے اختتام کے بعد جو حقیقۃً اسلام کے عام دستوری اصول ہیں آپ قربان گاہ کی طرف گئے اور اپنے ہاتھ سے ۶۳ اونٹ ذبح

---

[1] دیکھیے مغازی واقدی جلد ۳ صفحہ ۱۱۱۲ اور اس کے بعد صفحات ، زاد المعاد جلد صفحہ ۱۸۴ ، سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۵۰ ، امتاع الاسماع صفحہ ۵۲۲ ، تاریخ الخمیس صفحہ ۱۵۰

لیے اور آپ انہیں کھڑے ہونے کی حالت میں ان کا بایاں پاؤں باندھ کر ذبح کرتے تھے پھر آپ رک گئے اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ ایک سو میں سے جو باقی رہ گئے ہیں وہ انھیں ذبح کریں پھر آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ ان کی جھولیں، چمڑے اور گوشت کو مساکین پر تقسیم کر دیں نیز آپ کو حکم دیا کہ قصاب کو ان میں سے کچھ بھی ذبح کی اجرت میں نہ دیں اور فرمایا ہم اُسے اپنے پاس سے دیں گے۔ اور آپ نے فرمایا جو چاہے کاٹ لے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگی مناسک میں سہولت پیدا کرنے کے لیے لوگوں کے واسطے منیٰ میں ایک اصول وضع کیا جو تنگی اور تکلیف سے دُور تھا پس جو سائل آپ کے پاس آتا آپ اس کے لیے سہولت پیدا کرتے اور اُسے فرماتے کوئی حرج نہیں۔

ابن قیم نے بیان کیا ہے کہ جب آپ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو رمی سے پہلے سر منڈا دے؟ اور اس شخص کے متعلق بھی پوچھا گیا جو رمی سے پہلے قربانی کر دے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ اس روز میں نے آپ کو دیکھا کہ جس بات کے بارے میں بھی آپ سے پوچھا گیا آپ نے فرمایا کر لو کوئی حرج نہیں ہے

اور حضرت اسامہ بن شریک سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کو نکلا اور لوگ آپ کے پاس آتے تھے کوئی کہتا یا رسول اللہ میں نے طواف سے قبل سعی کر لی ہے یا میں نے کسی چیز کو آگے پیچھے کر لیا ہے آپ فرماتے کوئی حرج نہیں ہاں اس شخص پر حرج ہے جس نے ظالم ہونے کی حالت میں مسلمان کی چغلی کی یہ وہ شخص ہے جو مجرم ہے

[illegible] زاد المعاد جلد ا صفحہ ۲۴۷

اور جنگ ہو گیا ہے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی مکمل کر لی تو آپ نے بلا کر اپنا سر منڈایا۔

اور منیٰ میں اپنی قربانیوں کے ذبح کرنے اور سر منڈانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل اپنی ناقہ پر سوار ہو کر مکہ گئے اور طواف افاضہ کیا۔ اور یہ طواف زیارت ہے اور ارکان حج میں سے چوتھا رکن ہے اور اس کے سوا آپ نے کوئی طواف نہیں کیا اور نہ اس کے ساتھ سعی کی کیونکہ آپ عرفات جانے سے قبل سعی کر چکے تھے اور آپ اپنے احرام کی حالت پر قائم رہے کیونکہ آپ اپنے قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے اور اس لیے بھی کہ آپ قارن تھے۔ امام ابن قیم نے بیان کیا ہے اور یہی درست بات ہے اسی طرح بقیہ صحابہ جن کے پاس قربانی کے جانور نہ تھے انہوں نے طواف کیا اور سعی کی کیونکہ انہوں نے اپنے خیموں سے جو مکہ سے باہر تھے حج کا احرام باندھا تھا اور ان میں سے کسی ایک نے بھی آنے سے پہلے حج کی سعی نہ کی تھی۔

اور اپنے طواف کی ادائیگی کے بعد آپ زمزم پر آئے اور اس سے کھڑے ہو کر پیا اور آپ اپنے اس طواف میں سوار اور پیدل بھی تھے۔ پھر آپ منیٰ کی طرف واپس آگئے اور اسی روز وہاں ظہر کی نماز پڑھی پھر وہیں رات گزاری اور سورج ڈھلنے کے بعد تینوں جمروں پر رمی کی اور ان سب کی طرف پیدل گئے اور سوار نہ ہوئے اور آپ نے ہر جمرے پر ایک ایک کر کے سات سنگریزے مارے اور آپ ہر سنگریزے کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے۔

منیٰ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا خطبہ اور آپ کے پیچھے اہل مکہ اور دوسرے مسلمان تھے آپ انہیں قصر نماز پڑھاتے تھے۔ جمع کر کے نہیں پڑھتے تھے۔ ابن قیم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں

دوسرا خطبہ دیا اور یہ حج اکبر کے دن سے دوسرا دن تھا۔ یہ خطبہ متعدد روایات سے بیان ہوا ہے اور ہم اس خطبہ کے عظیم فائدہ کی وجہ سے اس کے بعض حصے بیان کرتے ہیں۔ آپ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس خطبہ میں فرمایا:

> کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا یہ ایام التشریق کا درمیانی دن ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے یہ کونسا شہر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا یہ مشعر الحرام ہے پھر فرمایا مجھے معلوم نہیں شاید میں اس سال کے بعد تم سے نہ مل سکوں۔ آگاہ رہو کہ تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں جیسے تمہارے اس مہینے کی اور تمہارے اس شہر میں تمہارے آج کے دن کی حرمت ہے۔ حتیٰ کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے۔ آگاہ رہو تمہارا قریبی تمہارے دور کے آدمی تک اسے پہنچا دے۔ آگاہ رہو کیا میں نے ابلاغ رسالت کر دیا ہے؟

حدیث کی راویہ (سراء بنت نبہان)[1] کا بیان ہے کہ جب ہم مدینہ گئے اور تھوڑی دیر ہی ٹھہرے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ سے ابو داؤد نے روایت کیا ہے[2]

اور روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس دن (یعنی ایام التشریق کے دوسرے دن) کے خطبہ میں فرمایا: ارے ظلم نہ کرو، ارے ظلم نہ کرو، ارے ظلم نہ

---

[1] سراء بنت نبہان الغنویہ اسد الغابہ میں ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ سے آپ کے اس فقرے کے سننے سے زیادہ کچھ بیان نہیں ہوا۔

[2] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۹۵

کرو اور مسلمان کا مال اس کی خوشی سے حلال ہوتا ہے پھر آپ نے انسانوں کے اختلافِ اجناس و الوان کے باوجود ان کے درمیان مساوات کے اصولوں میں سے سب سے بڑا اصول قائم کیا اور فرمایا:

> اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے اور کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر اور نہ سیاہ رنگ کو سرخ رنگ پر اور نہ سرخ رنگ کو سیاہ رنگ پر، تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، کیا میں نے ابلاغ رسالت کر دیا ہے؟

صحابہ نے عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلاغ کر دیا ہے آپ نے فرمایا حاضر شخص غائب تک یہ باتیں پہنچا دے۔

اور آپ نے آخری ٹکڑے میں فرمایا:

> میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں کہ مسلمان کون ہے، مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ ہوں اور مومن وہ ہے جسے لوگ اپنی جانوں اور اپنے اموال پر امین جانیں اور مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دے، اور مومن، مومن پر اس دن کی حرمت کی طرح حرام ہے، اس کا گوشت اس پر حرام ہے کہ وہ اسے اس کی غیبت کر کے کھائے اور اس کی عزت اس پر حرام ہے کہ اس پر ظلم کرے اور اسے اذیت دینا اس پر حرام ہے کہ وہ اسے دھکا دے، اے گروہ قریش! اپنی گردنوں پر دنیا اٹھا کر نہ لاؤ اور لوگ آخرت اٹھا کر لائیں، میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔[1]

---

[1] مجمع الزوائد و الفوائد علی بن ابی بکر الہیثمی جلد ۳ ص ۲۷۲، ۲۷۳ ...... اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں چار خطبے دیئے ایک خطبہ مکہ میں حج کو آنے سے قبل اور عرفہ کے روز نمرہ میں خطبہ، اور منیٰ میں عید کے روز حج اکبر کے روز کا خطبہ اور ایسے ہی منیٰ میں ایام التشریق کے دوسرے روز کا خطبہ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کو واپسی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں تین راتیں گزاریں اور دوران میں جمار کی رمی کی۔ پھر آپ نے منگل کے روز منیٰ کو چھوڑا جو ایام تشریق کا چوتھا دن ہے اور المحصب کی طرف گئے اور یہ ایک راستہ ہے جو مکہ اور منیٰ کے درمیان کنکروں والے نالہ میں آ پڑتا ہے۔ اور جاہلیت میں اسے خیف کنانہ کہتے تھے اور المحصب میں ابو رافع نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیمہ لگایا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے المحصب میں اپنا پڑاؤ بنایا اور وہاں ظہر و عصر کی نماز پڑھائی اور جاہلیت میں المحصب کی تاریخ مشہور ہے اور وہ یہ کہ قریش اور بنی کنانہ نے (دعوت کے آغاز کے وقت) بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے خلاف عہد و پیمان کیا کہ وہ ان سے نکاح نہیں کریں گے اور ان کے درمیان کوئی بات نہ ہوگی حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد کر دیں۔ اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ منیٰ سے روانگی کے بعد آپ کی منزل المحصب ہو۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ جب آپ نے منیٰ سے چلنے کا ارادہ کیا — فرمایا — کل ہم انشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں اترنے والے ہیں جہاں انہوں نے میرے خلاف کفر کی قسمیں کھائی تھیں۔ اس سے آپ کی مراد المحصب تھی۔ امام ابن قیم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر شعائر اسلام کے اظہار کا قصد فرمایا، جس میں انہوں نے شعائر کفر اور اللہ اور اس کے رسول سے عداوت کا اظہار کیا تھا اور آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ کفر و شرک کی جگہ پر شعائر توحید کا اظہار کریں جیسا کہ آپ نے حکم دیا کہ طائف

؎ البدایۃ جلد ۲ صفحہ ۲۵۵ ؎ زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۹۳

کی مسجد، لات و عزیٰ کی جگہ پر تعمیر کی جائے[1]

ظہر و عصر اور پھر مغرب و عشاء کے پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر سوئے پھر مکہ کی طرف گئے اور رات کو سحر تک طواف وداع کیا اور اس طواف میں کندھوں کو ہلا کر دوڑ نہیں لگائی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا پھر آپ نے اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کیا تو وہ کوچ کر گئے اور جب آپ الروحاء[2] میں تھے تو آپ ایک قافلے کو ملے آپ نے انھیں سلام کہا اور پوچھا کون لوگ ہو؟ انھوں نے کہا مسلمان ہیں۔ انھوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کا رسول تو ایک عورت نے اپنے ایک بچے کو جو اس کی پالکی میں تھا اٹھا کر کہا یا رسول اللہ کیا اس کا حج ہے؟ فرمایا ہاں اور تیرے لیے اجر ہے[3] پھر آپ جب ذوالحلیفہ آئے تو آپ نے وہاں رات بسر کی اور جب آپ نے مدینہ کو دیکھا تو تین بار تکبیر کہی اور فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون، صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔[4]

حضرت اسامہ بن زیدؓ کی فوج کی تیاری کا حکم

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو آپ نے ذوالحجہ کے بقیہ ایام اور محرم اور صفر میں وہاں قیام کیا اور ۲۵ صفر سنہ ۱۱ھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے ایک عظیم فوج تیار کرنے کا حکم دیا اور امیر فوج

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۹۹ [2] الروحاء، مدینہ سے تقریباً ۷۰ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ [3] اسے مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

[4] اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(جو مہاجرین اور انصار پر مشتمل تھی) اپنے غلام حضرت اسامہ بن زید کو مقرر کیا جن کی عمر اس وقت بیس سال تھی اور فوج کے سپاہیوں میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ فوج نے اپنی تیاری مکمل کر لی اور مدینہ سے نکل کر جرف میں جو مدینہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے، پڑاؤ کر لیا۔ اگر حضرت اسامہؓ کی ماں حضرت ام ایمن سالار اسامہ کو فوری خبر نہ بھیجتی جس میں اس نے آپ کو خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہو گیا ہے اور آپ قریب المرگ ہیں تو وہ فوج شام کو مارچ کرنے ہی والی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت اسامہ فوج کو مدینے سے لے کر روانہ ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض لاحق ہو گیا، فوج کی تیاری کے احکام ۲۶ صفر سوموار کے روز دیے گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض بخار کا آغاز ۲۸ صفر کو بدھ کے روز ہوا، لیکن لاحق ہونے والے مرض کے باوجود آپ نے سالار اسامہ کے لیے اپنے ہاتھ سے جھنڈا باندھا یہ ۲۹ صفر سنہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے، اس کے بعد حضرت اسامہؓ جرف کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت اسامہؓ تقریباً روزانہ اپنی کمان سے مدینے آتے تھے تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کے بارے میں اطمینان حاصل کریں اور جب آپ کی ماں نے آپ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب المرگ ہیں تو آپ نے اپنی چھاؤنی کو چھوڑ دیا اور جلدی سے مدینہ واپس آ گئے اور آپ کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح بھی تھے اور ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر واپس آنے کے چند لمحوں بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپ کی وفات ۳ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ کو سوموار کے روز ہوئی[1] اور حضرت اسامہؓ کی فوج مدینہ سے باہر جرف میں پڑاؤ کیے رہی

---

[1] تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۵۵

لوگ اس فوج کی واپسی کی توقع کر رہے تھے اور رومیوں سے جنگ کی کارروائی کو، جس کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا باطل قرار دے رہے تھے لیکن رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کی تکمیل کے بعد میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت ہوئی تو آپ نے فوج کو شام سے جنگ کرنے کے لیے مارچ کرنے کا حکم دیا جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا، اور فوج شام میں فتح حاصل کر کے مدینہ واپس آئی اور ہم ان شاء اللہ حضرت اسامہؓ کی جنگ اور جو کبار صحابہ کی طرف سے ان کا مواخذہ ہوا، اسے اپنی نئی کتاب (حروب الردۃ) میں تفصیل سے پیش کریں گے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ارتداد کا ظہور

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شیطان عرب کے دو شیطانوں کو دعوائے نبوت کرنے کے لیے پھسلا رہا تھا اور وہ اس کی تیاری بھی کر رہے تھے اور وہ تھے مسیلمہ کذاب حنفی جو نجد کے علاقے یمامہ میں تھا اور اسود عنسی جو یمن کے علاقے صنعاء میں تھا اور یہ دونوں لوگوں کو اپنی شیطانی دعوت دے کر گمراہ کرتے تھے۔ لیکن انھوں نے اپنے معاملے کے اظہار کی جرأت نہیں کی مگر جب انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا علم ہوا تو اسود عنسی صنعاء میں اور مسیلمہ یمامہ میں ظاہر ہو گیا، اسود عنسی کو تو مسلمانوں نے فیروز دیلمی کی کمان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل قتل کر دیا اور مسیلمہ لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کے لیے باقی رہ گیا حتی کہ حضرت خالد بن ولید نے اسے یمامہ کے مشہور معرکوں میں قتل کر دیا۔ جیسا کہ اس کی تفصیل ہماری نئی کتاب (حروب الردۃ) میں بیان ہو گی۔ ان شاء اللہ

تمت بالخیر

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ بدر

تالیف

علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتح پوری

رضا سفید کاغذ ۔ گولڈن باشک کور جلد
ضخامت ۲۸۸ صفحات

نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

فتح مکہ

تالیف :
علامہ محمد احمد باشمیل
ترجمہ : مولانا اختر فتحپوری

اعلیٰ سفید کاغذ ۔ گولڈن بلاسٹک کور مجلد

ضخامت : ۵۰۰ صفحات

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

فتح خیبر

تالیف : محمد احمد باشمیل

ترجمہ : مولانا اختر فتحپوری

اعلیٰ سفید کاغذ ، گولڈن پلاسٹک کور

: مجلد ضخامت ۲۲۳ صفحات

ناشر **نفیس اکیڈمی** اردو بازار کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ موتہ

تالیف

علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتحپوری

اعلیٰ سفید کاغذ، گولڈن پلاسٹک کور جلد
ضخامت ۲۴۰ صفحات

ناشر نفیس اکیڈمی [illegible]

غزوۂ احد

تالیف: علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ: مولانا اختر فتح پوری

صفحات: ۳۵۲

اعلیٰ سفید کاغذ گولڈنی پلاسٹک کور مجلد

نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

غزوۂ احزاب

تالیف: علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ: مولانا اختر فتح پوری

صفحات: ۳۲۰

اعلیٰ سفید کاغذ گولڈنی پلاسٹک کور مجلد

نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ حنین

تالیف: علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ: مولانا اختر فتح پوری

صفحات: ۴۰۰

اعلیٰ سفید کاغذ، خوبصورت پلاسٹک کور، مجلد

نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ بنی قریظہ

تالیف: علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ: مولانا اختر فتح پوری

صفحات ۲۳۰

اعلیٰ سفید کاغذ، خوبصورت پلاسٹک کور، مجلد

نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

قیمت [redacted] پے